میرے مہرباں

فائزہ بتول

Episode 1

"ہمیں آپ سے طلاق چاہیئے "فون کان سے لگائے وہ انتہائی سکون سے بولتی دوسرے کا سکون غارت کر گئی تھی۔

"سیدہ!! کیا کہا آپ نے؟"فون کی دوسری جانب موجود شخص کا لہجہ سوالیہ تھا۔ جیسے اس نے کچھ غلط سن لیا ہو۔سیدہ نے دانت بھینچے۔

"سید حیدر علی شاہ آپ ہمیں طلاق دیں گے یا ہم خلع لے لیں؟"اس نے اپنے الفاظ کچھ زیادہ سختی سے دہرائے۔

"طلاق میں دوں گا نہیں اور خلع آپ لے نہیں سکتیں۔مزید کچھ؟"وہ جو سمجھ رہا تھا کہ آج اس نازنین کو اپنے اکلوتے شوہر کی کیسے یاد آگئی؟وجہ اب وہ سمجھا تھا۔

"آپ طلاق دیں گے اور ہم خلع بھی لے سکتے ہیں۔ ہم چاہ رہے ہیں کسی ایک بات پر باہمی رضا مندی اختیار کرلی جائے" زبردستی خود کو پرسکون کرتے وہ لفظ چبا کر ادا کر رہی تھی۔

"تو رخصتی پر تیار ہو جائیں، اپنی رضامندی اس پر دے دیں۔ مجھ سمیت گھر والے بھی خوش ہو جائیں گے" حیدر کے لہجے پر سیدہ نے فون کو گھور کر دیکھا ایک گہری سانس لی۔

"سیدہ فاطمہ شاہ کی زندگی میں رخصتی جیسا کوئی لفظ معنی نہیں رکھتا۔ بہت جلد آپ کو خلع کا نوٹس مل جائے گا"

"اپنی بات کہہ دی میری بھی سن لیجئے سیدہ فاطمہ حیدر علی شاہ" وہ جو فون بند کرنے کو تھی اپنے نام کے ساتھ لگائے گئے اضافی حصے پر تلملا اٹھی۔

"طلاق کا حق آپ کے پاس ہے ہی نہیں، یہ میرے پاس محفوظ ہے۔ یعنی آپ کے شوہر کے پاس اور ایک خبر میں بھی آپ کو دیتا جاؤں کہ تیاری کیجئے آپ بہت جلد میری دسترس میں آنے والی ہیں۔ مکمل حقوق و فرائض کو نبھانے کے لیے تو تیار ہو جائیں۔" اس کی سماعت میں زہر انڈیلتے وہ اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

"زہ تا سرہ مینہ لرم جاناں" وہ جو کچھ کہنے والی تھی کسی مختلف زبان کے لفظ سنتی خاموش ہوئی۔ اسے جاناں کے علاوہ کچھ سمجھ نہیں آئی۔ وہ کچھ بولتی اس سے پہلے حیدر فون بند کر چکا تھا۔

"نجانے کس گماں میں ہیں آپ؟ ہم اور آپ کی دسترس میں کبھی بھی نہیں، ہم بہت جلد اس نام نہاد تعلق کو توڑنے والے ہیں۔" فون سنگھار میز پر رکھتی وہ کمرے سے باہر نکل کر چہرے کو سیاہ چادر سے ڈھانپ کر دادی حضور کے کمرے کی جانب چل دی جو تایا ابو کے پورشن میں تھا۔

صد شکر اسے کسی نے اس طرف آتے دیکھا نہیں ہے تھا۔اس نے ناک کے بعد دروازہ کھولا تو سامنے ہی بیڈ پر دادی حضور ہاتھوں میں تسبیح اٹھائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبکہ ان کے پاس ہی گھر بھر کے بڑے موجود تھے۔ فاطمہ حیران ہوئی۔

"فاطمہ میری جان یہاں آئیں دادی کے پاس بیٹھے" دادی حضور نے شیریں لہجے میں کہا۔وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس بیٹھی۔ فاطمہ کی ماں ،تائی ماں تایا ابو اور اعظم بھائی موجود تھے۔ عظمیٰ بھابھی آرام کر رہی تھیں۔

"فاطمہ بیٹے آپ نے ہمیشہ ہماری باتوں کا مان رکھا ہے میرا بچہ اور ہم آگے بھی امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں انکار نہیں کریں گی" فاطمہ کے چہرے کو سہلاتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں نرمی سے بات کر رہی تھیں۔

"ہم سے جو بن پڑا ہم کریں گے دادی حضور سوائے ایک بات کے جس پر ہمارا انکار آج بھی قائم ہے۔" فاطمہ کی بات پر دادی حضور کے لبوں پر مسکراہٹ سمٹ گئی۔

بیٹے کسی بے گناہ شخص کو اس گناہ کی سزا دینا جو اس نے کیا ہی نہ ہو یہ کہاں کا انصاف ہیں ؟" فاطمہ نے تائی ماں اور تایا ابو کی جانب دیکھا جن کا چہرہ پل بھر میں تاریک ہوا۔

"دادی حضور ہم رخصتی نہیں بلکہ حیدر سے طلاق چاہتے"

"تم ہوش میں تو ہو کیا بکواس کر رہی ہو ؟" ماں نے فوراً سے پیشتر اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر غصے سے بولی۔

"جی ہم مکمل ہوش و حواس میں کہہ رہے ہیں ہمیں حیدر سے طلاق چاہئے تو چاہئے" فاطمہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر بولی۔

"تم۔۔۔"

"شریف زادیاں طلاق مانگتی اچھی لگتی ہیں فاطمہ؟" دادی حضور کی آواز پر ماں کے قدم تھم گئے۔ فاطمہ نے دادی حضور کو دیکھا۔

"گستاخی معاف مگر شریف زادیاں قاتلوں کے ساتھ زندگیاں بھی نہیں گزارتی دادی حضور ہم نے فیصلہ کر لیا ہے ہمیں طلاق چاہئے تو تو بس چاہئے چاہے اس میں کوئی راضی ہو یا نہ ہو سب ہم مزید کوئی بحث و مباحثے نہیں چاہتے ہیں۔" فاطمہ کہتے ہوئے رکی اور تایا ابو کی جانب بڑھی۔

"تایا ابو میں آپ کی بیٹی ہوں سب سے پیاری بیٹی، ہوں؟"

"میری فاطمہ بہت فرمانبردار اور پیاری بیٹی ہے" تایا ابو کا شفقت سے بھرا ہاتھ اس کے سر پر اٹھا۔

"تایا ابو آپ لوگ جان مانگ لیں لیکن یہ نہ مانگئے پلیز" ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے وہ کمرے سے نکل گئی۔

"اگر وہ یہی چاہتی ہے تو ہم زبردستی تو نہیں کر سکتے ناں ماں حضور" تایا ابو نے دکھ سے کہا تھا۔

"بابا جان پریشان نہیں ہوں اگر آپ لوگ چاہے تو میں بات کروں اس سے؟" اعظم بھائی پہلی دفعہ بولے تھے۔

"نہیں اب انہیں ہم خود سنبھالے گے۔اگر ہم لاڈ پیار سے سر پر بٹھا سکتے ہیں تو اتارنے کا ہنر بھی رکھتے ہیں۔" دادی حضور کی بات پر سب خاموش ہو گئے۔

پیروں کے تلوے ٹوٹی پائلوں کے موتیوں سے زخمی تھے۔جن سے خون نکلتا سفید فرش کو رنگ آلود کر رہا تھا۔کلائیوں میں پہنی کانچ کی چوڑیاں ٹوٹی ہوئیں تھیں۔

"ہم آپ سے نفرت کرتے ہیں، شدید نفرت" کلائی سے بہتا خون انگشت شہادت سے ٹپک کر فرش پر گر رہا تھا۔

"میرا قصور؟" فرش پر بکھرے خون کے جا بجا قطروں کو دیکھتے اس کا لہجہ کمزور تھا۔

"باہر پڑا بے گناہ لاشہ تھا آپ کا قصور، ان چمکتی آنکھوں سے خواب نوچنا ہے آپ کا قصور، ان مسکراتے لبوں سے مسکان چھیننا ہے آپ کا قصور اس معصوم خوابوں کو دفن ہونے پر مجبور کرنا ہے آپ کا قصور" حیدر کے گریبان کو دبوچے وہ ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی اور وہ آنکھیں بند کیے فاطمہ پر ایک بھی نظر ڈالے بغیر خاموش کھڑا تھا۔

"یہ تمام الزامات ہیں" قفل لگے ہونٹوں سے چند الفاظ نکلے تھے جن پر وہ اس کا گریبان چھوڑ کر چند قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ انتہائی جھوٹے اور مکار ہیں حیدر، اتنے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری بہن نے جان دی ہے جس کے واحد قصوروار آپ ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں یہ سب الزامات ہیں؟" آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کرتی وہ افسوس سے بولی۔

"آپ مکمل سچ سے ناواقف ہیں فاطمہ" پہلی استحقاق بھری نظر فاطمہ کے چہرے پر ڈالتا اس کا لہجہ ہنوز نرم تھا۔

"تو ہمیں مکمل حقیقت بتائیں، ہمارا حق ہے جاننا" فاطمہ کی پلکیں ایک لحظے کے لیے بھی نہیں لرزی۔

"اس پر پہلے دوا لگالیں" حیدر نے حنائی ہاتھوں کو تھامنا چاہا جب ایک جھٹکے سے اپنے ہاتھ اس کی پہنچ سے دور کیے۔

"پہلے حقیقت" اس کا لہجہ دوٹوک تھا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں حقیقت بتاؤں گا لیکن مناسب وقت آنے پر مجھ پر یقین رکھے" اس کے لہجے کی سچائی پر فاطمہ چندپل تھم گئی لیکن سر نفی میں ہلائے وہ قدم پیچھے لینے لگی۔

"آپ کی طرح آپ کی حقیقت بھی جھوٹی ہے۔ ہمیں تا مرگ افسوس رہے گا ہماری بہن کا قاتل ہی ہمارا سہاگ ہے۔ ہمارا نام آپ کے نام کے ساتھ نہ کبھی جڑا ہے اور نہ کبھی جڑ پائے گا سیدہ فاطمہ شاہ آج اور ابھی سے سید حیدر علی شاہ سے ہر رشتے کو ختم کرتی ہیں۔ سوائے نفرت کے، ہم اسی شدت سے نفرت نبھائے گے جس طرح کبھی محبت نبھائی ہے۔" چہرے کو نقاب سے ڈھکتے وہ سرخ نظروں سے اپنے قول کی سچائی پر مہر لگاتے جانے کے لیے مڑی جب لڑکھڑا

گئی۔ حیدر نے بروقت سنبھالا۔ نقاب چہرے سے ہٹا۔ دونوں کے چہروں کی نزدیکی اور خاموشی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن خود کو سنبھالتے وہ مزید اس کو نہ دیکھتے جا چکی تھی۔ سید حیدر علی شاہ ایک وعدے کے بوجھ تلے اپنی متاع لٹا چکے تھے۔۔

کچھ ادھورے منظر کچھ نامکمل جملے اس کے زہن میں پوری شدت سے تروتازہ تھے۔ ہسپتال کے کوریڈور میں کھڑا وہ بے بسی سے آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے پار اس کی زندگی کا فیصلہ ہو رہا تھا آیا وہ فیصلہ اس کی زندگی کی رونق کو بڑھاتا تھا یا مانند کرتا اس کا اختیار اُس کے پاس تھا جو نفرت کی دعویدار تھی۔ جو اس کی شکل کو دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ جو ان کے مابین رشتے سے انکاری تھی۔ ایک بت کی مانند بینچ پر بیٹھے اس کے اعصاب شل ہو رہے تھے۔ اسی کے انکار پر ہی دادی حضور ہسپتال کے بیڈ پر موجود تھیں۔ اب پھر سے ہاں یا نہ کا اختیار اس کے پاس تھا۔

"اس بار سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس بار میرا بیٹا گھر آ جائے گا۔" اپنے شانے پر اس نے ممتا بھرا لمس محسوس کرتے آنکھیں بند کی تھیں۔

"اس بار وہ ہامی بھرے گی تم پریشان نہیں ہو" بھائی کا ہمدرد لہجہ اس کی ہمت بندھا رہا تھا۔ سب اس کی خاموشی کو پریشانی سمجھ رہے تھے لیکن وہ بے قرار تھا۔ وہ اذیت میں تھا۔ وہ اضطراب میں تھا۔ وجہ؟

"فاطمہ رخصتی کے لیے مان گئی ہے۔" اس جملے پر اس نے شکستہ سانس خارج کی۔ اُس کی اذیت کو دل کے انتہائی قریب محسوس کرتے وہ بے بس سا سر ہاتھوں میں گرا گیا۔ وہ جانتا تھا اسے کس

قدر مجبور کیا گیا ہو گا۔ارد گرد اس کا آدھا خاندان خوش ہو رہا تھا۔مبارک باد تقسیم کی جا رہی تھی۔

"فاطمہ ہم بہت راضی ہیں بیٹی "اپنی ماں کی آواز پر اُس نے چونک کر سر اٹھایا اور بے ساختہ مجبور ہوا نظریں جھکانے پر اس کی مرضی ہوتی یا نہ ہوتی وہ احترام فرض سمجھتا تھا۔

"اب بہت جلد میری بیٹی کے ان ہاتھوں پر حنا سجائی جائے گی "خود کے ساتھ بیٹھتا دیکھ وہ سانس روک گیا۔اپنی بازو کے ساتھ اس کا بازو ٹچ ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے بیٹے کے نام کی حنا "اپنے ہاتھوں پر اس کے چادر میں لپٹے ہاتھ کو دیکھتا اس کا اپنا ہاتھ لرزا تھا۔

"ہم گھر جائیں ؟"اس کے نرم بے تاثر الفاظ پر گہرا سانس لیکر اپنی جگہ سے کھڑا ہو تا رخ موڑ گیا تھا۔

"حیدر جاؤ ماں اور بچوں کو گھر چھوڑ آؤ "اعظم بھائی کی آواز پر حیدر نے انہیں دیکھا۔

"ٹینشن فری ہو کر گھر جاؤ یہاں دادی حضور کے ساتھ میں اور بابا ہیں "حیدر کے شانے کو تھپک کر بولتے وہ پر سکون رہنے کا اشارہ بھی کر گئے تھے۔

جس کی خواہش پر وہ جنت جیسے گھر کو جان سے عزیز رشتوں کو شہور کر ان سے دوری اختیار کر لی تھی آج اسی کے ایک فیصلے نے وہ کھوئے ہوئے تمام رشتے اسے واپس بھی کر دیئے تھے۔شاہ پیلس کے مرکزی دروازے پر کھڑا وہ محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس دروازے سے کبھی وہ اس کی مرضی سے نکلا تھا اور آج بھی وہ اس کی ہاں کے باعث یہاں کھڑا تھا۔ وہاں کے تمام مکینوں سے ملتا وہ تنہائی میں گزارا وقت یاد کرتا دکھی ہوا تھا۔

اس کے آس پاس سبھی موجود تھے سوائے وہ جس کی بدولت وہ وہاں موجود تھا۔ وہ جانتا تھا وہ نہیں ہو گی پاس اور یہ سچ بھی تھا۔

شاہ پیلس کو رنگ برنگی روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں تھا جو تاریک ہو۔ شاہ پیلس کے مکینوں کی طرح شاہ پیلس بھی خوشی سے جھومتا محسوس ہو رہا تھا۔ آج مہندی کی تقریب تھی اور اسے آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا لیکن اس سے سامنا نہیں ہوا تھا جس کے ساتھ تمام عمر گزارنی تھی۔ گلاس ونڈو کے پاس وہ خاموش کھڑی تھی۔ زیبا اس کی منت سماجت کرتے تھک گئی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"فاطمہ آپ تیار نہیں ہوئی؟ نیچے آپ کا انتظار ہو رہا ہے بیٹے" نور بیگم جو اسے لینے کے لیے آئی تھیں اسے بنا تیاری کے دیکھ حیران ہوئیں۔

"زیبا آپ نے تیار ہونے کو نہیں کہا انہیں؟" اب ان کا رخ زیبا کی جانب تھا ہاتھ مسل رہی تھی۔

"چچی جان وہ۔۔"

"ان سے کیوں پوچھ رہی ہیں ماں ہم بتاتے ہیں ناں" سر پر سیاہ چادر درست کرتے وہ اپنی ماں کے روبرو کھڑی ہوئی۔

"زیبا بچے آپ جائیں" فاطمہ کے سرد تاثرات کو دیکھتے وہ زیبا سے بولیں وہ نہیں چاہتی تھیں کوئی بھی ایسی بات اسے معلوم ہو جو ان دونوں کے رشتے میں رکاوٹ بنے۔

"اب بولو۔"

"ہم رخصتی کے لیے تیار ہوئے ہیں بلاوجہ کے ان چونچلوں کے لیے نہیں" اس کی بات پت نور بیگم نے اس کی بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

"ان چونچلوں کے بغیر رخصتی ممکن نہیں تھی کچھ دنیاداری بھی نبھانی پڑتی ہے۔" ماں نے غصے کو ضبط کرتے کہا۔

"تو آپ لوگ نبھائے دنیاداری، ہم ان چونچلوں میں ہرگز آپ لوگوں کا ساتھ نہیں دیں گے" فاطمہ کے باغی لہجے پر ماں کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

"تم حیدر کے قابل نہیں ہو یہ میں جانتی ہوں اس کی عزت پر حرف آئے اور وجہ تم بنو یہ مجھے منظور نہیں۔" اس کے بازو کو سختی سے تھام کر کہتی وہ فاطمہ کی آنکھوں میں نمی کا باعث بنی تھیں۔

"وہ غیرت مند ہے تبھی تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر رہا ہے ارے شکر کرو وہ تمہاری اتنی فکر کرتا ہے اور تم اس نعمت کی ناشکری کرتی ہو ڈوب مرو" سختی سے کہتی وہ پیچھے ہوئیں۔

"اگر وہ غیرت مند بن کر ہمیں اپنی زندگی میں شامل کر رہے ہیں تو پھر ہمارے انکار پر ہمیں بے غیرت بن جانے دیتیں۔ آپ لوگ ماضی کیسے بھول سکتے ہیں؟ کیا جو مر گئی ہیں وہ آپ لوگوں کی بیٹی نہیں تھی؟ آپ لوگوں کی بیٹی مر گئی ہے لیکن ہماری بہن کے ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں آج بھی ہمارے یہاں چبھتی ہیں" سینے پر دستک دیتے وہ کرب سے بول رہی تھی۔

"آپ بیٹی بھول گئے ہیں ہم بہن کو اور بہن کے قاتل کو نہیں بھولے، ہم نہیں، ہم نہیں بھول سکتے کہ کیسے ان کے باعث ہماری بہن نے حرام موت کو گلے لگایا ہمارے بس میں ہوتا تو ان کو چوراہے پر سنگسار کرتے ہوئے عبرت کا نشان بنا دیتے" یہاں اس کا جملہ مکمل ہوا وہی پر اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید ہوا۔ جس کے باعث وہ بیڈ پر اوندھے منہ گری تھی۔

"اپنی زبان سمیت لفظوں کو بھی لگام دو فاطمہ شاہ، سچائی سے کوسوں دور ہو تم جس دن سچائی تمہارے علم میں آئی اس دن منہ چھپاتی پھرو گی حیدر سے، وقت رہتے سنبھل جاؤ اور اس کی قدر کرو" ماں کے تھپڑ کی شدت سے وہ سن بیڈ پر پڑی تھی۔ بے یقینی سے ماں کی طرف دیکھا۔ آنسو گھنی پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پر پھسل گیا۔

"نور کیا کر رہی ہو؟" تائی جان کمرے میں داخل ہوتے فوراً فاطمہ کی جانب بڑھی تھی جو ابھی تک اسی انداز میں بیٹھی تھی۔ تائی ماں نے اسے سیدھا کیا تو رخسار پر انگلیوں کے نشان دیکھ کر ماں کی جانب دیکھا۔

"جوان اولاد پر ہاتھ اٹھانا کہاں کی عقل مندی ہے" فاطمہ کے آنسو صاف کرتے وہ افسوس سے بولی۔

"آپ نہیں جانتی بھابھی یہ کیااول فول بک رہی ہے"

"وہ جو بھی کہہ رہی ہے اس کی بات کو اہمیت دو"

"یہ ابھی بھی حیدر کو موردالزام ٹھہرا رہی ہے بھابھی اس گناہ کی سزا دے رہی ہے جو اس نے کیا ہی نہیں ہے۔یہ زکر کیوں نہیں ادا کرتی کہ حیدر جیسا باکردار مرد ایک ایسی لڑکی کی بہن سے شادی کر رہا ہے جو۔۔۔۔۔۔"

"نور خاموش ہو جاؤ"تائی ماں کے سخت لہجے پر ان کے لفظ خاموش ہوئے تھے۔

"ایسی لڑکی کی بہن سے کیا مراد ہے آپ کی؟"فاطمہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"فاطمہ بیٹے!!!"

"نہیں تائی ماں کیوں کہا انہوں نے ایسا؟ایسی لڑکی کی بہن سے کیا مراد ہے آپ کی؟"

"میرے منہ نہ لگو فاطمہ،تمہاری ان فضول باتوں سے کئیں گنا زیادہ ہمیں حیدر کی عزت کا خیال ہے اپنی فضولیات کو بند کرو اور تیار ہو کر نیچے آجاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"انگشت شہادت دکھا کر وہ غصے سے کہتی کمرے سے چلی گئیں۔

"تائی ماں؟"

"فاطمہ میری جان ہمارے لیے نہ سہی اماں حضور کے لیے ہی سہی،دل پر پتھر رکھ کر جہاں اتنا سب کر رہی ہو وہاں کچھ باتیں اور سہی"اس کے چہرے کو تھام کر وہ ملتجی انداز اپنا گئی اور یہاں فاطمہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ خود کو اس مان سے آزاد کر دے۔

"آپ بہت خوبصورت لگ رہی ہیں بھابھی"اس کے سر پر دوپٹہ جماتے زیبا محبت سے اس کا روپ دیکھتے ہوئے بولی تھی۔جو اس کی آواز پر چونک گئی۔ نظر اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔

"کاش چہرے کی طرح نصیب بھی خوبصورت ہوتے"خود کو تکتے وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بڑبڑائی۔

"میرے بھائی کے ساتھ آپ کے نصیب جڑے ہیں بھابھی اور آپ دونوں کے نصیب کبھی بدصورت ہو ہی نہیں سکتے"اس کے شانوں پر دباؤ ڈالتے وہ شیریں انداز میں کہتی اسے استہزائیہ انداز میں مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"آگاہی کے در جب کھلتے ہیں تو بہت تکلیف دیتے ہیں۔"کہہ کر وہ خاموش ہوئی لیکن زیبا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"کچھ رہ گیا ہے؟"اپنی تیاری کے بارے میں پوچھا۔

"نن نہیں،ہاں جی رہ گئے ہیں گجرے میں لیکر آتی ہوں"تیزی سے کہتی وہ کمرے سے چلی گئی اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں واپس آئی۔گجرے اس کے ہاتھوں میں پہنائے اس لیے باہر کو بڑھی تھی۔

"ہم پہلے دادی حضور کے پاس جائیں گے تم جاؤ"قدموں کا رخ بدلتے وہ دادی حضور کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ایک ناک کے بعد دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی تو قدم خود بخود

تھم گئے۔ نظر جہاں تھی وہی تھم گئی۔ جیسے دنیا رک سی گئی ہو۔دل میں طلاطم برپا ہوا تھا کچھ جذبات کا تو کچھ نفرت کے دہکتے آلاؤ نے اس کے اعصاب کو ساکت کیا تھا۔

دروازے کے ہینڈل پر اس کی گرفت مضبوط ہوئی۔ کیونکہ وہ سامنے ہی دیوار سے پشت لگائے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس کے متغیر چہرے کو تکتے وہ سیدھا ہوا۔ یہ چہرہ اپنی دسترس میں ہونے کے باوجود سالوں بعد دیکھ رہا تھا۔

"دادی حضور وضو کر رہی ہیں "اس کے سوگوار سے حسن کو گہری نظروں میں استحقاق لیے دیکھتا اس کے اعصاب پر گراں گزر رہا تھا۔اس کی نظروں کو خود پر مسلط دیکھ وہ واپس جانے کے لیے مڑی۔

"دادی حضور سے مل لیں میں باہر چلا جاتا ہوں "اس کی سمت قدم بڑھائے وہ مصالحت پسندی سے بولا۔

"مہربانی مزید احسان نہ کریں ہم پر، ہم پہلے ہی آپ کے احسانات تلے دبے ہوئے ہیں۔" بنا مڑے کہتی وہ حیدر کو حیران کر گئی۔

"ایک منٹ سیدہ "وہ جانے کے لیے بڑھی تھی جب اپنی بازو پر حیدر کا لمس محسوس کرتی ساکت ہوئی۔

"دادی حضور سے ملنا ہے آپ کو، میں پرائیویسی دے رہا ہوں اس میں احسان کا کیا عمل دخل؟" اس کے چہرے پر غصہ کے باعث ضبط دیکھتا وہ تحمل سے بولا۔ بازو اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"آئندہ مجھے چھونے کی کوشش بھی نہ کیجئے گا" اپنے بازو کو اس کی گرفت سے آزاد کرواتے اس کا لہجہ بے لچک تھا۔ وہ کہتے ہوئے جا چکی تھی اور حیدر خاموش کھڑا تھا۔ اتنے سالوں بعد روبرو ملاقات ہوئی بھی تو فیصلہ سنایا گیا کہ چھوا نہ جائے۔۔۔۔

مہندی کیسی گزری؟ بارات کا دن کیسے سر پر آن پہنچا؟ وہ دلہناپے میں کیسے سجی؟ اسے اندازہ نہیں ہوا یا اس نے اندازہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ماں سے ہوئی جھڑپ کے بعد اور حیدر کو دیکھنے کے بعد وہ بلکل خاموش ہوگئی تھی۔ یہ غصہ تھا؟ ناراضگی تھی؟ یہ تو وقت رہتے پتہ چلنا تھا جب رخصتی کا شور اٹھا تو وہ دادی حضور کے علاوہ کسی سے نہ ملی اور رخصت ہو کر شاہ پیلس کے دوسرے پورشن میں سید حیدر علی شاہ کے کمرے میں مکمل استحقاق کے ساتھ اس کے بیڈ پر براجمان تھی۔ تائی ماں اسے بٹھا کر گئیں وہ ویسے ہی اٹھی اور اپنا کیا ایک ایک بناؤ سنگھار کو خود سے آزاد کرنا شروع کیا۔ زیبائش و آرائش کو اتارنے کے بعد وہ کپڑے تبدیل کرنے کو واش روم کی سمت بڑھ رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلنے پر اور حیدر کے اندر داخل ہونے پر وہ پل بھر کو رکی اور مکمل اندیکھا کرتی آگے بڑھنے لگی۔

"کم از کم آج تو یہ خفگی اور ناراضگی کو ایک جانب رکھ دیتی سیدہ" اس کے عین سامنے کھڑے ہوتے وہ دکھ سے بولا۔ فاطمہ حیران ہوئی۔

"کیوں؟آج کونسا خاص دن ہے؟" فاطمہ کی حیرانگی پر حیدر کو افسوس ہوا۔

"اوہ، ہاں بلکل، آج کا دن ہم کیسے بھول گئے؟آج آپ کی جیت کا دن ہے۔ سید حیدر علی شاہ فتح بہت بہت مبارک ہو آپ کو، آپ جیت گئے آپ کی انا جیت گئی۔" وہ خود پر ضبط کر رہا تھا اور فاطمہ اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

"آپ یہ سب کیوں کر رہی ہیں؟" اس کے چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بنائے اس نے محبت سے پوچھا۔

"کیا آپ نہیں جانتے یا ہمارے منہ سے سننا چاہتے ہیں؟" اس کے ہاتھوں کو جھٹکتے وہ چند قدم دور ہوئی۔

"چلیں ہم بتاتے ہیں، یہ قصہ ہے سیدہ طاہرہ شاہ جیسی بھولی بھالی لڑکی کا اور سید حیدر علی شاہ جیسے بھیڑیے کا، جنہوں نے نا صرف اس معصوم کے خوابوں کو چکنا چور کیا بلکہ ان کا مان توڑا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ مر جائیں۔ یہ ہے آپ کی حقیقت، یہ ہے آپ کا گھناؤنا روپ مسٹر حیدر علی شاہ" اس کے گریبان کو دبوچے وہ چلا اٹھی۔

"سٹاپ اِٹ فاطمہ جسٹ سٹاپ اِٹ اب آپ نے مزید ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ میں لحاظ میں خاموش ہوں میری خاموشی کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھائے" اس کے ہاتھوں کو سختی سے دبوچے حیدر دبے لہجے میں وارن کرتا ہوا بولا۔

"تو نہ کریں لحاظ، کیا ہم نے کہا لحاظ کرنے کو؟ آپ نے جتنا برا بننا تھا وہ بن چکے ہماری نظروں میں مزید خود کو برا بنا کر پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کی برائی حقیقت کو تو بدلنے سے رہی اب" حیدر کی سرخ نظروں میں آنکھیں سختی سے جمائے وہ ایک ایک لفظ چبا کر ادا کر رہی تھی۔

"اگر میں برا بننے پہ آیا تو مجھ سے منہ چھپاتی پھرے گی آپ" حیدر نے انگشت دکھاتے وارن کیا۔

"آپ مرد ذات کر بھی کیا سکتے ہیں؟ عورت کے جذبات کے ساتھ کھیلنا اور انہیں پاؤں کی جوتی بنانا"

"اگر آپ کے جذبات کے ساتھ کھیلنا ہوتا تو آپ کے سامنے وضاحت نہ دے رہا ہوتا، آپ کو پیشانی کا تاج بنایا ہے نہ کہ پیروں کی جوتی" اس کی کمر کے گرد حصار باندھ کر اپنے قریب کرتا وہ نرمی دلکش لہجے میں بولا۔ فاطمہ اس کے لمس پر لرز اٹھی۔

"ایسے ہی الفاظ سیدہ طاہرہ کو بولے ہونگے تبھی تو ان جیسی مضبوط اعصاب کی لڑکی کو تسخیر کر لیا" فاطمہ کی بدگمانی عروج پر تھی۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ میرے الفاظ آپ کو تسخیر کر لیں گے؟" فاطمہ کے لبوں کے نزدیک ٹھوڑی پر لب مس کرتے اس کا لہجہ گھمبیر ہوا۔

"اتنی خوش فہمیاں اچھی نہیں ہوتیں" فاطمہ نے چہرہ دوسری جانب کیا۔

"میں خوش فہمیاں نہیں پالتا" فاطمہ کی کان کی لو پر لب رکھتے حیدر مدہوش ہو رہا تھا۔انتہائی قربت پر دونوں کی دھڑکنیں بے تال تھیں۔کان کی لو سے لب سرکتے ہوئے گردن پر مس کرتا وہ فاطمہ کو لرزنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"ڈونٹ ٹودس" کمزور سی آواز پر وہ اس کی خوشبو کو ان ہیل کرتا سیدھا ہوا۔

"آج کے لیے اتنی بحث کافی ہے۔ چینج کر کے ریسٹ کیجئے آپ تھک گئی ہو نگی" اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوتے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔فاطمہ حیرت کا مجسمہ بنی ساکت کھڑی رہ گئی۔۔۔

Episode 2

مہندی کیسی گزری؟ بارات کا دن کیسے سر پر آن پہنچا؟ وہ دلہناپے میں کیسے سجی؟ اسے اندازہ نہیں ہوا یا اس نے اندازہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ماں سے ہوئی جھڑپ کے بعد اور حیدر کو دیکھنے کے بعد وہ بلکل خاموش ہو گئی تھی۔یہ غصہ تھا؟ ناراضگی تھی؟ یہ تو وقت رہتے پتہ چلنا تھا جب رخصتی کا شور اٹھا تو وہ دادی حضور کے علاوہ کسی سے نہ ملی اور رخصت ہو کر شاہ پیلس کے دوسرے پورشن میں سید حیدر علی شاہ کے کمرے میں مکمل استحقاق کے ساتھ اس کے بیڈ پر براجمان تھی۔تائی ماں اسے بٹھا کر گئیں وہ ویسے ہی اٹھی اور اپنا کیا ایک ایک بناؤ سنگھار کو خود سے آزاد کرنا شروع کیا۔زیبائش و آرائش کو اتارنے کے بعد وہ کپڑے تبدیل کرنے کو واش روم کی سمت بڑھ رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلنے پر اور حیدر کے اندر داخل ہونے پر وہ پل بھر کو رکی اور مکمل اندیکھا کرتی آگے بڑھنے لگی۔

"کم از کم آج تو یہ خفگی اور ناراضگی کو ایک جانب رکھ دیتی سیدہ" اس کے عین سامنے کھڑے ہوتے وہ دکھ سے بولا۔ فاطمہ حیران ہوئی۔

"کیوں؟ آج کونسا خاص دن ہے؟" فاطمہ کی حیرانگی پر حیدر کو افسوس ہوا۔

"اوہ، ہاں بلکل، آج کا دن ہم کیسے بھول گئے؟ آج آپ کی جیت کا دن ہے۔ سید حیدر علی شاہ فتح بہت بہت مبارک ہو آپ کو، آپ جیت گئے آپ کی انا جیت گئی۔" وہ خود پر ضبط کر رہا تھا اور فاطمہ اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

"آپ یہ سب کیوں کر رہی ہیں؟" اس کے چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بنائے اس نے محبت سے پوچھا۔

"کیا آپ نہیں جانتے یا ہمارے منہ سے سننا چاہتے ہیں؟" اس کے ہاتھوں کو جھٹکتے وہ چند قدم دور ہوئی۔

"چلیں ہم بتاتے ہیں، یہ قصہ ہے سیدہ طاہرہ شاہ جیسی بھولی بھالی لڑکی کا اور سید حیدر علی شاہ جیسے بھیڑیے کا، جنہوں نے نا صرف اس معصوم کے خوابوں کو چکنا چور کیا بلکہ ان کا مان توڑا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ مر جائیں۔ یہ ہے آپ کی حقیقت، یہ ہے آپ کا گھناؤنا روپ مسٹر حیدر علی شاہ" اس کے گریبان کو دبوچے وہ چلا اٹھی۔

"سٹاپ اپ فاطمہ جسٹ سٹاپ اپ اب آپ نے مزید ایک لفظ بھی کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ میں لحاظ میں خاموش ہوں میری خاموشی کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھائے" اس کے ہاتھوں کو سختی سے دبوچے حیدر دبے لہجے میں وارن کرتا ہوا بولا۔

"تو نہ کریں لحاظ، کیا ہم نے کہا لحاظ کرنے کو؟ آپ نے جتنا برا بننا تھا وہ بن چکے ہماری نظروں میں مزید خود کو برا بنا کر پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ کی برائی حقیقت کو تو بدلنے سے رہی اب" حیدر کی سرخ نظروں میں آنکھیں سختی سے جمائے وہ ایک ایک لفظ چبا کر ادا کر رہی تھی۔

"اگر میں برا بننے پہ آیا تو مجھ سے منہ چھپاتی پھرے گی آپ" حیدر نے انگشت دکھاتے وارن کیا۔

"آپ مرد ذات کر بھی کیا سکتے ہیں؟ عورت کے جذبات کے ساتھ کھیلنا اور انہیں پاؤں کی جوتی بنانا"

"اگر آپ کے جذبات کے ساتھ کھیلنا ہوتا تو آپ کے سامنے وضاحت نہ دے رہا ہوتا، آپ کو پیشانی کا تاج بنایا ہے نہ کہ پیروں کی جوتی" اس کی کمر کے گرد حصار باندھ کر اپنے قریب کرتا وہ نرمی دلکش لہجے میں بولا۔ فاطمہ اس کے لمس پر لرزا ٹھی۔

"ایسے ہی الفاظ سیدہ طاہرہ کو بولے ہونگے تبھی تو ان جیسی مضبوط اعصاب کی لڑکی کو تسخیر کر لیا" فاطمہ کی بدگمانی عروج پر تھی۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ میرے الفاظ آپ کو تسخیر کر لیں گے؟" فاطمہ کے لبوں کے نزدیک ٹھوڑی پر لب مس کرتے اس کا لہجہ گھمبیر ہوا۔

"اتنی خوش فہمیاں اچھی نہیں ہوتیں" فاطمہ نے چہرہ دوسری جانب کیا۔

"میں خوش فہمیاں نہیں پالتا" فاطمہ کی کان کی لو پر لب رکھتے حیدر مدہوش ہو رہا تھا۔ انتہائی قربت پر دونوں کی دھڑکنیں بے تال تھیں۔ کان کی لو سے لب سرکتے ہوئے گردن پر مس کرتا وہ فاطمہ کو لرزنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"ڈونٹ ٹو دس" کمزور سی آواز پر وہ اس کی خوشبو کو ان ہیل کرتا سیدھا ہوا۔

"آج کے لیے اتنی بحث کافی ہے۔ چینج کر کے ریسٹ کیجیئے آپ تھک گئی ہونگی" اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوتے وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ فاطمہ حیرت کا مجسمہ بنی ساکت کھڑی رہ گئی۔۔۔

کمرے سے آنے کے بعد حیدر نم گھاس پر ننگے پاؤں چلتا اپنے اندر برپا طوفان کو شانت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"حیدر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اعظم بھائی کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"کچھ نہیں بھائی بس اندر گھٹن سی ہو رہی تھی تو باہر تازہ ہوا کھانے آیا ہوں" خود کو نارمل کرتے حیدر نے مسکرا کر کہا۔

"پر مجھے تو لگ رہا ہے اندر سے ڈانٹ کھا کر آ رہے ہو" اعظم بھائی کی بات پر حیدر کا قہقہ بلند ہوا۔

"بہت اچھا مشاہدہ ہے بھائی" حیدر نے تائید کی۔

"اب بتاؤ کیا بات ہے اتنے ٹینس کیوں ہو؟" حیدر کو لیے وہ بینچ پر بیٹھے۔ حیدر نے گہرا سانس خارج کیا۔

"آپا کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس کا موردِ الزام مجھے ٹھہرا رہی ہیں۔ حالانکہ میرا اس سب میں کوئی قصور بھی نہیں" حیدر کا لہجہ شکستہ تھا۔

"حیدر تمہارا نفس پاکیزہ ہے اللہ پاک کے سامنے تمہیں پروو کرنے کی ضرورت نہیں۔ فاطمہ تمہاری بیوی ہے اور مرحومہ سیدہ ان کی بڑی بہن دل عزیز دوست اور غم گسار، سیدہ کا اپنے آخری ایام میں تمہارے نزدیک ہونا اور پھر حرام موت کو گلے لگانا فاطمہ آپ کو ہی قصوروار مانیں گی۔ان کی جگہ میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا یہی سمجھتا۔" اعظم بھائی کے لہجے میں تشنگی تھی۔

"بھائی میں اگر وعدے میں جکڑا نہ ہوتا تو خود سیدہ کو حقیقت سے آگاہ کرتا لیکن میں مجبور ہوں۔" حیدر نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"پھر انہیں وقت دو، ان کے ساتھ رہو اپنے ہونے کا یقین دلاؤ جب وہ مکمل تم پر اعتبار کرنے لگے تو ان کے سامنے حقیقت کے چند جملے رکھ دینا اور میں بھرپور یقین سے کہہ سکتا ہوں وہ اتنی سمجھدار تو ہیں کہ سچ اور غلط کے مابین فرق کر سکے" اعظم بھائی کی بات پر حیدر نے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں دعا کرتا ہوں بغیر سچ جانے اللہ پاک سیدہ کا دل میری جانب سے صاف شفاف کر دیں" اعظم بھائی نے صدقِ دل سے الٰہی آمین کہا تھا۔

"اب جاؤ جا کر آرام کرو رات بہت ہو گئی ہے اور ٹھنڈ کی شدت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے"

"چلیں اٹھے پھر اندر اکٹھے چلتے ہیں" حیدر نے انہیں اٹھانا چاہا تھا۔

"یار تم جاؤ میں ٹھیک ہوں کچھ دیر میں چلا جاؤں گا اندر" اعظم نے مسکرا کر اسے تسلی دی۔

"رات گئے جاگ کر آپ کیا کریں گے بھائی؟" حیدر اپنی بات پر بضد ہوا۔

"ہماری شب و روز اکثر بیداری میں ہی گزرتی ہیں" اعظم بھائی کی سرد آہ پر حیدر بے چین ہو اٹھا۔

"بھائی ان کا انتظار لاحاصل ہے"

"اور اسی لاحاصل انتظار میں حسنِ زیست ہے۔" اعظم بھائی کہتے ہوئے شاہ پیلس کے اس حصے کی جانب بڑھ گے جہاں کبھی زندگی کے خوبصورت رنگ دکھائی دیا کرتے تھے۔ حیدر نے دکھ سے اپنے بھائی کو دیکھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ اعظم بھائی وسیع لان کے ایک حصے میں ہوئے جہاں لمبی قطار میں درخت لگے ہوئے تھے۔ رات کی تاریکی کے باعث یہ گوشہ کچھ خوفناک لگ رہا تھا لیکن اعظم بھائی ان درختوں کو محبت سے چھو کر پرانی یادیں تازہ کرتے اپنے اندر تازگی محسوس کر رہے تھے۔ کرتے بھی کیوں ناں؟ ان درختوں کو سیدہ نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو فاطمہ تکیہ اُٹھائے کاؤچ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"مانا کہ ہم میں کچھ بھی ٹھیک نہیں چل رہا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا یوں صوفے پر سونا مجھے گوارہ ہوگا" تکیہ اس کے ہاتھ سے لے کر واپس بیڈ پر رکھتے وہ فاطمہ کے روبرو کھڑا ہوا۔

"آپ سے کس نے کہا ہم صوفے پر سوئے گے ؟" فاطمہ کی بات پر حیدر نے بنویں سکیڑ کر اسے دیکھنے کے بعد صوفے کی جانب دیکھا اور کندھے اچکائے۔

"پھر تکیہ رکھنے کا فائدہ؟" اس کے نا سمجھ انداز پر فاطمہ بیزار ہوئی۔

"کیونکہ وہاں ہم نہیں آپ سوئے گے" تکیہ اٹھا کر دوبارہ سے صوفے پر رکھتے وہ بیڈ کی جانب بڑھی۔

"اور ایسا کس نے کہا کہ میں یعنی سید حیدر علی شاہ اپنے کمرے میں، اپنے بیڈ پر سونے کی بجائے اس چھوٹے سے صوفے پر سوؤں گا؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر وہ پر سکون انداز میں بولتا فاطمہ کی پیشانی پر بل لے آیا تھا۔

"ایسا ہم نے کہا ہے چونکہ اب ہم نے ایک ہی کمرے میں رہنا ہے تو چیزوں کو آدھا آدھا شئیر کرنا پڑے گا۔ اسی لیے آج سے بیڈ میرا اور صوفہ آپ کا۔ کمرے میں رہنا ہے تو اصول وضوابط ماننا اول شرط ہے" اپنے اوپر کمبل پھیلاتے وہ مسلسل بول رہی تھی اور حیدر تو حیران پریشان کھڑا خود کی سماعت کو اس کے بنائے گئے اصولوں سمیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ویٹ ویٹ ویٹ جاناں" حیران سا اس کے پاس بیٹھا۔ فاطمہ بدک کر کچھ فاصلے پر ہوئی۔

"اس کمرے میں رہنا ہے تو ہر چیز کو ہمیں شئیر کرنا ہے۔ ایسا ہی ہے ؟" حیدر کی بات پر اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

"لگتا ہے کم سنائی دیتا ہے آپ کو، ہاں جی بلکل یہی کہا ہے ہم نے" اس کی بات پر حیدر کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تو جاناں اس کمرے میں پڑی ہر چیز میں یہ بیڈ بھی آتا ہے" حیدر کے لبوں پر مچلتی مسکراہٹ فاطمہ کا روم روم جلا گئی تھی۔

"ہر گز نہیں، اس بیڈ پر ہم سوئے گے اور اسے ہم کسی صورت آپ کے ساتھ شئیر نہیں کریں گے۔اسی لیے شرافت سے اُٹھ جائیں یہاں سے" انگشت شہادت دکھاتے ہوئے وہ حیدر کو پیاری لگی تھی۔

"میرے ساتھ ہر گز کانٹے نہیں لگے جاناں اور پھر شئیرنگ کا اصول بھی تو آپ نے خود ہی بنایا ہے اگر میں نے اپنے حق کے لیے آواز اُٹھائی ہے تو آپ اسے دبا نہیں سکتیں" مکمل فلمی انداز اپنائے فاطمہ کی انگلی کو پکڑا۔

"حیدر ہماری خاموشی کا ناجائز فائدہ مت اُٹھائے ہم بہت تحمل سے آپ سے کہہ رہے ہیں کہ سوائے بیڈ کے ہم ہر شے بانٹنے کو تیار ہیں تو پلیز ہمیں سونے دیں" فاطمہ کی سنجیدگی پر حیدر نے اسے دیکھا۔

"میں یہاں سے اُٹھ جاتا ہوں لیکن ایک بات کہنے کی اجازت مل سکتی ہے؟" فاطمہ نے اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ کے منہ سے اپنا نام سن کر میں اندر تک سرشار ہو گیا ہوں۔پانچ سال لگے مجھے 'حیدر' کی پکار سننے میں،، شکریہ" اچانک اس کے ہاتھوں کو تھام کر ان پر لب رکھتا وہ واش روم میں بند ہوا تھا۔فاطمہ اپنے ہاتھوں پر اس کے لمس کو محسوس کرتی خاموش ہوئی۔

"آپ کا یہ دلربا لہجہ اور محبت میں گندھے لفظ ہمیں تسخیر نہیں کر سکتے۔" سر جھٹک کر نفرت سے کہتے وہ کمبل میں خود کو چھپا گئی اور واش روم کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا حیدر اس کے مکمل جملے پر مسکرا دیا۔

"سیدہ فاطمہ حیدر علی شاہ سید حیدر علی شاہ سے محبت تو آپ کو اب بھی ہے فقط کہنے سے ڈرتی ہیں۔ میرا وعدہ ہے آپ سے ایک ناں ایک دن اس محبت کا اعتراف آپ خود میرے سامنے کریں گی۔" تصور میں اس کے لال بھبھو کا چہرے کو لاتے وہ ہنس کر سر جھٹک گیا۔

صبح اس کی آنکھ دروازے پر ہوتی مسلسل دستک سے کھلی۔ ماحول کو سمجھتی وہ ایک جھٹکے میں اٹھ کر بیٹھی کہ کھلے بال دونوں شانوں سے سینے پر بکھر گئے۔ بند دروازے کو دیکھا اور ایک نظر چھوٹے سے صوفے پر بامشکل بے آرام سوئے حیدر کو جس کا کمبل فرش کو سلامی دے رہا تھا اور وہ ٹھنڈ کے باعث سکڑ کر لیٹا ہوا تھا۔

"اُٹھے" دس قدم کی دوری پر کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں اسے اٹھاتے وہ بار بار دروازے کو بھی دیکھ رہی تھی جس پر وقفے وقفے سے دستک جاری وساری تھی۔

"اُٹھ جائیں" کچھ قدموں کا فاصلہ سمیٹتی وہ پھر سو بولی۔ حیدر ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اللہ کتنے ڈھیٹ ہیں یہ۔ حیدر اُٹھ جائیں باہر کوئی دستک دے رہا ہے۔" جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہتی وہ حیدر کے شانے کو ہلا رہی تھی۔ اس کے یوں ہڑبڑا کر اُٹھانے پر حیدر چونک کر اپنی جگہ پر بیٹھا۔

"کیا ہوا ہے ؟" نیند سے بیداری پر لال ڈورے آنکھوں میں تھی جن سے فاطمہ کی بکھری زلفوں اور جھنجھلاہٹ کو دیکھتا وہ پوچھ بیٹھا۔

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا لیکن اگر یہاں سے ابھی اور اس وقت آپ نہ اُٹھے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔" دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا سیدہ آپ کیا۔۔"

"آپ کی سمجھ بوجھ کے تو ہم دلدادہ ہو گئے ہیں سید حیدر علی شاہ" اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ حیدر کی زبان کو تو بریک لگا ہوا تھا۔ اب وہ صوفے پر پڑا کمبل اُٹھا کر غصے سے بیڈ پر ہونق شکل لیے حیدر پر پھینکا اور دوپٹہ اوڑھے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی مومن کھڑا تھا۔

"اللہ اللہ بھابھی جان کس غار میں سو رہے تھے آپ دونوں یار، میں کب سے کھڑا دروازہ پیٹ رہا ہوں اور آپ دونوں ہیں کہ۔۔۔" ہاتھ اٹھا کر دہائیاں دیتا وہ اندر داخل ہوا۔

"تم کیوں منہ اُٹھا کر صبح ہی صبح دماغ کی دہی بنانے آ گئے ہو؟" فاطمہ کی چھوڑی ہوئی گرم جگہ پر لیٹ کر کمبل اوڑھتے ہوئے بولا۔

"احسان فراموشی کی بھی حد ختم ہوتی ہے بھائی آپ پر،، میں یہاں آپ دونوں کی فکر میں گھلتا ہوا قاصد کے فرائض سرانجام دے رہا ہوں اور آپ ہیں کہ بیزاریت دکھا رہے ہیں" تئیس سالہ مومن جو عنقریب چوبیس کا ہونے والا تھا۔ اپنے تئیں خبر رسانی کا ذریعہ بنا دیکھ خود پر فخر کر رہا تھا جبکہ حیدر نے اس کا فخر پل بھر میں مٹی ملایا تھا۔

"چلیں بتائیے پھر قاصد کیا پیغام لیکر حاضر ہوا ہے"

فاطمہ حیدر کی جانب پشت کیے بیڈ پر بیٹھ گئی جبکہ مومن سامنے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔

"جس جوڑے کی نئی نئی شادی ہوئی ہے انہیں دادی حضور ناشتے کی میز پر بلارہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ کمبل اور شوہر نامدار ہر بڑی میں بیڈ پر پھینکنا عقل مندی نہیں ہوتا بلکہ ثبوتوں کو سرے سے مٹانے سے انسان عقل مند بنتا ہے۔"صوفے سے تکیہ اٹھا کر فاطمہ کی جانب پھینکتے وہ دروازے سے قہقہ لگا کر بھاگ گیا۔ پیچھے بچے وہ دونوں جو ہونق بنے مومن کی چالا کی کو سمجھنے کے بعد شرمندہ ہو رہے تھے۔

"اب میں آپ کی عقل مندی کا فین ہو گیا ہوں سیدہ فاطمہ حیدر علی شاہ"اس کی پشت کو سینے سے لگا کر اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے حیدر کا لہجہ گھمبیر تھا۔اس کی سانسوں کی تپش فاطمہ کی گردن کو جھلسا رہی تھی۔ جبکہ کان میں کی سرگوشی کے باعث مکمل وجود لرز اٹھا تھا۔اس کی باہوں کا حصار توڑتی وہ بیڈ سے اٹھتی چند قدم دور ہوئی۔

"لگتا ہے آپ کو ایک بار میں کہی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم نے پہلے بھی کہا تھا ہمارے نزدیک آنے کی کوشش بھی نہ کیجیے گا۔اب پھر سے کہہ رہے ہیں۔ ہم سے دس قدم کے فاصلے پر رہا کریں ہمیں چھونے کی بلکل کوشش نہیں کریں گے آپ،،اگر آپ نے ایسا کچھ بھی کیا تو ہم بھول جائیں گے کہ آپ میرے شوہر ہیں"بے ہنگم دھڑکتے دل کو قابو کرتے وہ جتنے سخت لہجے سے بات کر سکتی تھی اس نے کی۔

"اسی شوہر ہونے کا حق رکھتا ہوں آپ پر،، وہ حق جب چاہے استعمال کر سکتا ہوں،، کیا مجھے روک سکتی ہیں آپ؟ خود کو چھونے سے روک سکتی ہیں مجھے؟" حیدر بیڈ سے اٹھتے اس کی جانب قدم لینے لگا۔

"ہم،، ہم رررو ک۔۔۔"

"نہیں روک سکتی،، ایک مرد کی طاقت کے سامنے آپ کی قوت کچھ معنی نہیں رکھتی میری جان" کمر سے تھام کر خود کے انتہائی نزدیک کرتے وہ چہرے پر انگلی کی مدد سے نادیدہ لکیر کھینچ رہا تھا۔

"خود کو نہ تھکائے، میری گرفت اتنی نرم نہیں جس سے آپ جیسی نازک لڑکی آزاد ہو سکے، مجھ سے جتنا دور بھاگے گی میں اتنا نزدیک آؤں گا، اتنا قریب کہ آپ کے وجود کے تمام نشیب وفراز سے آگاہ ہو جاؤں گا" سماعت میں جذبات قطرہ قطرہ انڈیلتا وہ اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوتا پیچھے ہوا اور وہ چند پل کے بعد بغیر اس کی جانب دیکھے واش روم میں بند ہوئی۔۔

Episode 3

مومن ہنستا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا جب ایک نازک سا وجود اس سے ٹکرایا اس سے پہلے کہ مومن کے فربہ جسامت سے وہ وجود زمین پر گرتا مومن نے سنبھال لیا۔

"موٹے، سانڈ اندھے دیکھ کر نہیں چل سکتے تھے کیا؟ ناک توڑ کر رکھ دی ہے میری" سدرہ کے ہوش ٹھکانے آتے ہی وہ شروع ہو چکی تھی۔

"تمہیں تمیز نہیں ہے کیا؟ کس انداز میں بات کر رہی ہو تم؟" مومن سانس لیتے ہوئے بول اٹھا۔

"خود تمیز سیکھو پھر تمیز اور بد تمیزی میں فرق کرنا" سدرہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولتی اسے غصہ دلا گئی۔

"ایک تو تمہیں گرنے سے بچایا ہے شکریہ ادا کرنے کے الٹا تم بد تمیزی کر رہی ہو؟"

"اوہ ہیلو مسٹر اگر گرنے سے بچایا ہے ناں تو گرنے پر مجبور بھی تم نے کیا تھا اسی لیے حساب برابر، اب پتلی گلی سے نکلو، شکل گم کرواپنی" ایک ہی جملے میں اس کی طبیعت صاف کرتی وہ جانے کے لیے مڑی۔

"اے لڑکی زرا تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کیا کرو ہونے والا شوہر ہوں تمہارا اور شوہروں سے بد تمیزی کرنے والی بیویاں جہنمی ہوتی ہیں" مومن کو اس کی زبان درازی پر جوان دینے کو اور کچھ تو سجھائی نہیں دیا تبھی اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے اسے لتاڑ گیا۔

"اپنی ایسی بکواس اپنے تک محدود رکھا کرو مجھے اس سب میں گھسیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔" انگشت دکھا کر وہ اسے گھور کر بولی۔

"کیوں؟ کیا حقیقت سے منحرف ہو سکتی ہو؟ انکار کر سکتی ہو اس بات کا؟ جھٹلا سکتی ہو؟" اب وہ مطمئن سا اسے بھڑکائے اٹھتے دھوئے کو دیکھ رہا تھا۔

"ہائے کاش میں کر سکتی انکار، تم جیسے موٹے سانڈ کی بیوی بننے سے تو بہتر تھا میں کسی لولے لنگڑے اندھے کانے سے شادی کر لیتی۔ہائے میرے نصیب!!" باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر وہ اپنی قسمت کو کوس رہی تھی اور مومن افسوس سے سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ دونوں؟" فاطمہ انہیں آپس میں الجھتا دیکھ کندھوں پر سیاہ شال کو درست کرتے ان تک آئی۔

"بھابھی اپنی اس چھچھوندر بہن کو سمجھا لیجیے فالتو کی باتیں نہ کیا کرے" فاطمہ کو قریب آتے دیکھ مومن نے سدرہ کو گھور کر کہا سدرہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"آپا اپنے اس سڑے ہوئے موٹے تربوز جیسے دیور کو بھی سمجھا لیجیے میرے منہ نہ لگا کرے" سدرہ کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔اسے اپنا بدلہ پورا کرنا آتا تھا۔

"ارے بھئی ہوا کیا ہے جو بلیوں کی طرح لڑ جھگڑ رہے ہو؟"

"سیدہ بھلا ان دونوں ڈراموں کو لڑنے جھگڑنے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت رہی ہے؟" اعظم بھائی اور عظمیٰ بھابھی ان کے قریب آتے ہوئے بولے تھے۔

"یہ بنا وجہ کے بلاوجہ لڑتے ہیں" عظمیٰ بھابھی بھی مسکرا کر بولتی فاطمہ کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔

"اب ایسی بھی بات نہیں" سدرہ اور مومن یک زبان بولے تھے۔جس پر باقی مسکرانے لگے۔ان دونوں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

"ان دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا، میں تو یہ سوچ کر پریشان ہوں جب ان کا نکاح ہو گا تب یہ کیا کریں گے؟" اعظم بھائی نے مسکرا کر کہا۔

"اعظم بھائی یہ وہی سب کریں گے جو ابھی آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔" حیدر کی بات پر فاطمہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اعظم بھائی اور عظمیٰ بھابھی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"سیدہ، حیدر بلکل صحیح بات کر رہا ہے ان دونوں کا بچپن جوانی اور شادی شدہ زندگی کہیں ناں کہیں آپ لوگوں سے ملتی جلتی ہے۔"

"بھائی خیر کی دعا کیا کرے ہمارا گزارا ہو گیا تو ان کا بھی ہو جائے گا۔" حیدر کہاں پیچھے رہنے والا تھا فاطمہ کی متغیر رنگت کو نوٹس کرتے وہ پھر بھی باز نہیں آیا تھا۔

"ادھر ہی باتیں نہیں بھگارنی ہمیں ناشتے کی میز پر سب انتظار کر رہے ہیں چلئے وہاں چلتے ہیں" عظمیٰ بھابھی نے کہا تو سب ان کی تقلید میں چلتے ناشتے کی میز پر پہنچے جہاں دادی حضور کتنے دنوں بعد کھانے کی میز پر موجود تھیں۔ ان کے ساتھ تایا ابو، تائی امی، ماں، فاطمہ کا ماموں اور ممانی ناشتے کی میز پر انتظار کر رہے تھے۔ زیبا، سدرہ اور مومن ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے کرسیوں کے آر پار۔ حیدر اور وہ سب سے ملے۔ ماں کے گلے لگتے ہوئے فاطمہ کی آنکھ سے چند آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کی پیشانی کو چوم کر آنسو صاف کرتے ماں اسے پھر سے اپنے سینے سے لگا گئی تھیں۔ جو بھی تھا ان کی بیٹی جتنی بھی ان کے خلاف تھی تھی تو ان کی بیٹی اور بیٹی بھی وہ جس نے آج تک کبھی کوئی غلط قدم نہ اٹھایا اور نہ کبھی اس کی ترغیب دی۔ فرمانبردار بیٹی کی خاموشی اس کی ازیت سے واقف تھیں لیکن وہ ماں تھیں اور ایک ماں جانتی تھی اپنی بیٹی کے سنہرے مستقبل کو لیکر کہ حیدر اپنی عزت سے بڑھ کر اس کے مان کی خفاظت کرے گا۔

"فاطمہ بیٹے آپ ایک دن کی دلہن ہیں بیٹے کچھ بناؤ سنگھار کرتیں۔" ممانی جان کی آواز پر سب کی نظروں کا محور بنی۔ جو سادہ سے گلابی جوڑے زیب تن کیے سر پر ہم رنگ دوپٹہ لیے اور کندھوں پر سیاہ شال اوڑھے ہوئے تھی۔

"ممانی جان وہ۔۔"

"یہاں ہمارے پاس آئے فاطمہ" فاطمہ انہیں جواب دیتی اس سے پہلے دادی حضور نے اسے اپنے پاس بلایا۔ فاطمہ ان کے قریب کرسی پر بیٹھی۔

"یہ کنگن ہمیشہ اپنی کلائیوں میں پہنے رکھنا اور ایک بات ہماری تاحیات یاد رکھئے گا۔ سہاگن زیبائش و آرائش کر سکتی ہے لیکن اس کی ذیب وزینت محض اس کے شوہر کے لیے ہونی چاہیے۔ شوہر کا اسلام میں اتنا درجہ بلند ہے کہ اسے مجازی خدا کی فضیلت دی گئی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی کے بعد کسی کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو وہ شوہر ہوتا۔ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہماری جان اس سے بڑھ کر ہمارے پاس آپ دونوں کو دینے کے لیے یہ اٹھے ہوئے ہاتھوں میں موجود دعائیں ہیں" فاطمہ کی کلائیوں میں کنگن پہناتے ہوئے وہ تلقین کر رہی تھیں جسے محویت سے سنتی فاطمہ کا دھیان حیدر کی سمت تھا جس کی نظروں کی تپش وہ خود کے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔

"ہم سے آپ سب کو کوئی شکایت کا موقع نہیں ملے گا دادی حضور ہم اس رشتے کو احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں بس آپ سب کی دعائیں چاہیے" دادی حضور نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے ناشتہ شروع کرنے کو کہا۔

"فاطمہ کی رخصتی تو یوں اچانک رکھنے کو کہا کہ ہمیں بات کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا" ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد سب بڑے لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے جب ماموں جان نے بات شروع کی جس پر دادی حضور سمیت ان کی جانب ہوئے۔

"جی بیٹا جی بس آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کن حالات میں یہ رخصتی رکھی گئی۔" دادی حضور کی بات پر انہوں نے سر ہلایا۔

"جی جی میں جانتا ہوں اسی لیے ہم نے بات کہنا مناسب نہیں سمجھا"

ماموں جان بات سمجھ گئے تھی تبھی کہہ دیا۔

"یہ تو آپ کی معاملہ فہمی ہے" دادی حضور خوش فہمی سے بولی۔

"ماں جی جیسا کہ آپ کے علم میں بھی ہو گا کہ زوار کی پڑھائی مکمل ہو چکی ہے اپنا خود کا بزنس سنبھال رہا ہے اور اب اس قابل ہو گیا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور خاندان کی کفالت کر سکتا ہے تو ہم یہی چاہتے ہیں کہ زیبا بیٹی کو جلد از جلد اپنے گھر کی رونق بنالیا جائے۔" ماموں جان کی بات پر دادی حضور نے تایا ابو کی جانب دیکھا۔

"جو آپ کو مناسب لگے ماں جی" تایا ابو کی سعادت مندی پر دادی حضور نے پر سکون سانس خارج کیا۔

"زیبا ہماری پوتی آپ کو لوگوں کی امانت ہے۔ فاطمہ اور حیدر کا ولیمہ ہو جائے تو شادی کی تاریخ طے کر لے گے۔" دادی حضور کی رضامندی پر سب خوش ہوئے تھے اور جس کے بارے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں وہ ان سب سے انجان اپنی ہی من مستیوں میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے آپا آپ ٹھیک نہیں لگ رہی؟" حیدر اور اپنے مشترکہ کمرے میں وہ اور زیبا بیٹھی ہوئی تھیں جب زیبا نے اسے سوچ میں گم دیکھا۔

"کچھ نہیں ہم ٹھیک ہیں" اس نے مسکرا کر سوچوں کو جھٹک کر کہا۔

"حیدر بھائی نے تو کچھ نہیں کہا؟" زیبا اس کی اچھی غمگسار تھی تبھی ہر سوال بنا کسی جھجک کے پوچھ لیتی تھی۔

"نہیں وہ کیا کہیں گے۔" فاطمہ نے کندھے اچکائے۔ زیبا نے بھی اب زیادہ کرید نامناسب نہیں سمجھا۔

"اچھا چلیے یہ بتائیں کہ بھائی نے منہ دکھائی میں کیا دیا؟" زیبا کے اشتیاق سے پوچھنے پر وہ چند پل خاموش ہوئی اور رات سے لیکر اب تک کے تمام مناظر اس کی زہن کی سکرین پر گھوم اٹھے اور دروازے کے پاس کھڑا حیدر اپنی پیشانی پر چت رسید کرتا فاطمہ کے جواب کا منتظر تھا۔

"ساتھ چل کر اپنی پسند کا کچھ بھی لینے کا کہہ رہے تھے" ایک سطر میں اپنے اور اس کے رشتے کا مان رکھتی وہ حیدر کو سرشار کرتی ایک نئے امید کا دیا تھما گئی تھی۔ مسکرا کر وہ دروازے سے ہٹ گیا۔

"لے یہ کیا بات ہوئی بھلا منہ دکھائی تو وہ ہوتی ہے ناں جو شوہر اپنی پسند اور خوشی سے دے" زیبا کو یہ ترکیب کچھ خاص پسند نہیں آئی۔

"تو زیبا آپا آپ دھیرج رکھے کچھ ہی دنوں میں زوار بھائی آپ کو اپنی پسند کی منہ دکھائی دے گے "اس کی بات کا جواب فاطمہ کی جانب سے نہیں بلکہ دورازے سے اندر داخل ہوتی سدرہ نے دیا تھا۔ جس پر وہ دونوں چونک گئی۔

"کیا مطلب ؟"زیبا حیران ہوئی۔

"مطلب یہی کہ ماموں جان نے آپ کی اور زوار بھائی کی شادی کے لیے تاریخ کا مطالبہ کیا ہے اور دادی حضور کا کہنا ہے کہ حیدر بھائی اور فاطمہ آپا کے ولیمے کے بعد آپ کی شادی کی تاریخ رکھ دی جائے گی "سدرہ چٹخارے دار خبر سناتے ہوئے زیبا کا ری ایکشن دیکھنے کو پل بھر کو رکی اور اس کے چہرے پر پھیلی حیرانگی کو دیکھتے کمرے سے چلی گئی۔

"تم حیران کیوں ہو گئی ؟"فاطمہ کے ہلانے پر وہ ہوش میں آئی۔

"اتنی جلدی یہ سب ہونے پر میں حیران نہ ہوں تو کیا کروں ؟"زیبا تو ابھی بھی متحیر انداز میں بولتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"خیر اتنی جلدی تو یہ سب نہیں ہے اور حیران ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ پریشان نہیں ہوا ایسا وقت تو ہر لڑکی کی قسمت میں آتا ہے۔"اسے حیرانگی کے بعد اداس ہوتے دیکھ فاطمہ نے دلاسا دیا تبھی حیدر کمرے میں داخل ہوا۔

"زیبا ماں بلا رہی ہیں !"اس کے کہنے پر زیبا سر ہلاتے چلی گئی اور حیدر فاطمہ کے نزدیک بیڈ پر بیٹھ گیا۔ فاطمہ بیڈ سے اٹھتی سنگھار میز کے قریب جا کھڑی ہوئی اور زیبا کی فرمائش پر پہنے بھاری آویزے اتارنے لگی۔

"میں بہت خوش ہوں کہ آپ ہمارے رشتے کو ایک موقع دے رہی ہیں" اس کا رخ اپنی جانب کرتے وہ خوش دلی سے بولا۔

"ایسا کس نے کہا آپ سے؟" اپنے کندھے اس کے ہاتھوں سے آزاد کرتے وہ حیرانگی سے بولی۔

"باہر جو کچھ بھی کہا اس کا کیا مطلب" حیدر اچنبھے سے پوچھنے لگا۔

"اس کا وہی مطلب ہے جو گھر والے سمجھے گے" اس سے چند قدم کے فاصلے پر ہوئی وہ اسے حیران کر رہی تھی۔

"میں سمجھ نہیں پا رہا آپ کی بات کو"

"اس بند دروازے پار ہم نو بیاہتا خوش و خرم شادی شدہ جوڑا ہیں" اس کی حیرانگی کو کم کرنے کی کوشش کی۔

"اور کمرے کے اندر؟"

"کمرے کے اندر ہمیں وہی نسبت جو رات کو دن سے ہے ایک ساتھ مگر جدا جدا" فاطمی کی بات حیدر کا میٹر گھما گئی تھی۔

"یعنی دوغلا پن دکھانے کو کہہ رہی ہیں" حیدر کی آواز میں غصہ تھا۔

"نہیں ہر گز نہیں، ہم تو بس یہی چاہ رہے ہیں کہ گھر والے مزید ہماری وجہ سے پریشان نہیں ہوں جس کا ایک چھوٹا سا حل۔۔۔"

"تو اس چھوٹے سے حل کی بھی کیا ضرورت ہے ہم ایک ساتھ خوش رہنے کی کوشش بھی تو کر سکتے ہیں" فاطمہ کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ ایک آس سے کہہ رہا تھا۔

"یہ ممکن نہیں" اپنے ہاتھ آزاد کروانے چاہے لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"ہر چیز ممکن ہے۔"

"حیدر ہمارے ہاتھ چھوڑے"

"چھوڑنے کے لیے نہیں تھامے" اپنے ایک ہاتھ میں اس کے دونوں ہاتھ منتقل کرتے وہ اسے دیوار سے لگا گیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" فاطمہ اس کے تیور دیکھتی بوکھلائی۔

"آپ کی محبت میرے روم روم میں بس چکی ہے فاطمہ آپ سے دستبرداری سب ممکن" بھاری آویزوں کو کان سے جدا کرتے ہوئے اس کا لہجہ جزبات کے باعث پر حدت تھا۔اس کی سانسوں کی تپش دے فاطمہ کو اپنا کندھا جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔کان کی لوح کو لبوں میں بھینچا جس سے فاطمہ کے لبوں سے سسکی آزاد ہوئی۔

"حیدر!!" اس کے ہاتھوں کی سرسراہٹ کو محسوس کرتے وہ بے بس ہو رہی تھی جو شانوں سے سرکتے کمر پر جا رہے تھے۔

"حیدر کی جان!!" لبوں کے نزدیک ٹھوڑی مس کرتے وہ شدتِ جذبات سے بولا ابھی وہ کوئی اور گستاخی کرتا دروازہ ناک ہوا۔حیدر کی اچانک ہوئی کمزور گرفت سے فاطمہ اس کے حصار سے نکلتی واش روم میں بن ہوئی تھی اور حیدر بالوں میں انگلیاں چلائے بدمزہ ہوتا دروازہ کھولنے چلا گیا۔۔

Episode 4

ولیمے کا فنکشن بھی شاہ پیلس میں ہی ارینج کیا گیا تھا جو بخیریت اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ سبھی مہمان چلے گئے تھے۔ گھر کے تمام افراد تھکاوٹ کے باعث کام نپٹائے اپنے اپنے حجروں میں چلے گئے تھے جبکہ حیدر اپنے کمرے میں اضطرابی کیفیت لیے ادھر سے ادھر چکر لگانے میں مشغول تھا۔ دلہن کے روپ میں تو وہ فاطمہ کو دیکھ نہیں پایا تھا لیکن آج وہ ولیمے کی دلہن کے روپ میں اسے ہر حال میں دیکھنا چاہتا تھا اور فاطمہ سختی سے اس سے ملنے سے انکار کر چکی تھی۔ تبھی وہ بے چین سا ٹہل رہا تھا۔ ایک عزم لیے کمرے سے نکلتا وہ دوسرے پورشن کی جانب بڑھ گیا۔ دستک دیئے بغیر دروازہ کھولا تو وہ اپسرا اپنے پن شدہ دوپٹے کی پنز کھولنے میں مصروف تھی دروازہ کھلنے کی آواز پر اس سمت دیکھا تو حیدر کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔ دوپٹہ کندھوں سے سرک کر زمین بوس ہوا۔

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟" دوپٹے کو چھوڑ کر وہ اس کی جانب بڑھتے کڑے تیور لیے بولی تھی لیکن

حیدر ہوش و حواس میں ہوتا تو جواب دیتا۔ حیدر کی اپنے وجود پر بے باک نظریں محسوس کرتی وہ گھور کر اسے دیکھتے واپس پلٹ کر دوپٹہ اوڑھنے کو تھی جب اپنی کلائی پر حیدر کے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ابھی تو جی بھر کر دیکھا بھی نہیں ابھی تو اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا بھی نہیں کیا اور آپ یہ بناؤ سنگھار اتار رہی ہیں "اس کا رخ اپنی جانب کرتے اس کے چہرے کو نظروں سے چھوا۔

"ہم نے آپ کو یہاں آنے سے منع کیا تھا۔"اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے دور ہٹاتے دوپٹے اوڑھتے سنگھار میز کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"میں نے کل بھی آپ کو نہیں دیکھا تھا اور آج بھی نہیں دیکھتا تو یہ میرے ساتھ ناانصافی ہوتی" سنگھار میز سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا اور اس کا من موہنا روپ دیکھنے لگا۔جو مسٹرڈ میکسی میں ہم رنگ ہیوی میک اپ کے ساتھ جیولری پہنے اور سی گرین دوپٹے اوڑھے دلکش لگ رہی تھی۔

"جس طریقے سے اس وقت ہمیں آپ دیکھ رہے ہیں اسی وجہ سے منع کیا تھا"اسے خود کی سمت مسلسل دیکھتے وہ خواہ مخواہ کنفیوز ہو رہی تھی۔

"اپنی بیوی کو ہی دیکھ رہا ہوں ناں اور میری مرضی جس بھی طرح سے دیکھو"اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ شرارتی لہجے میں بولا۔فاطمہ ہاتھ چھڑائے چوڑیاں اتارنے لگی۔

"آپ کی کلائیوں میں چوڑیاں بہت خوبصورت لگتی ہیں"اس کے عین پیچھے کھڑے ہو کر ٹھوڑی اس کے شانے پر رکھتے اس کا لہجہ مدھم تھا۔

"ان کی کھنک سے الجھن ہوتی ہے"فاطمہ چند پل کے طلسم کے بعد نرمی سے بولی اور چوڑیاں اتارنے لگی۔

"تب تو نہیں ہوا کرتی تھی جب یہی سنگھار میز چوڑیوں کے ریکس سے بھرا ہوتا تھا اور جب آپ ان دونوں کلائیوں میں چوڑیاں پہنا کرتی تھیں۔" اس کی خوشبو کو ان ہیل کرتے وہ گھمبیر لہجے میں شکوہ کر گیا تھا۔ فاطمہ نے حیرت سے اس کے شکوے کو سنا اور نظریں اٹھا کر آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھنے لگی۔

"اب کی فاطمہ اور تب کی فاطمہ میں بہت فرق ہے۔ وہ فاطمہ زندگی کے ہر رنگ کو کیا کرتی تھیں اور اب کی فاطمہ کی زندگی میں سوائے سیاہ رنگ کے کوئی رنگ موجود نہیں۔ سبھی رنگ آپا کی موت کے ساتھ ختم ہو گئے ہیں۔" فاطمہ کی آنکھوں میں نمی کی چمک تھی اور لہجہ گہرے غم کی عکاسی کر رہا تھا۔ حیدر نے اسے اپنے حصار میں لیتے اس کا سر سینے پر رکھا۔

"زندگی کسی بے حد اپنے کے چلے جانے سے رکتی نہیں ہے سیدہ ہاں کچھ وقت کے لیے تھم ضرور جاتی ہے۔ وہ اپنی عمر ہی اتنی لکھوا کر آئی تھیں چاہے وجہ کچھ بھی رہی ہو ان کی سانسوں کی ڈور ہی اتنی تھی۔ ان کی موت پر جس قدر صبر چچی جان نے کیا ہے اپنی بیٹیوں کے ساتھ سروائیو کیا ہے ان کے حوصلے کو داد طلب ہے۔ آپ بھی ان کی صاحبزادی ہیں صبر واستقامت تو آپ کو ان کی طرف سے دودھ کی تاثیر میں ملا ہے۔ اسی لیے صبر واستقلال سے ہر اس بات کو بھلانے کی کوشش کیجیے جس سے تکلیف ملتی ہو" اس کی کمر کو سہلاتے وہ مدھم انداز میں اس کے زخموں کی مسیحائی کر رہا تھا۔ حیدر کی موجودگی اس کا ہمدرد لمس اس کی محبت وساتھ کی باتیں فاطمہ کے دل ودماغ پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔

"ہم ہر چیز بھلا سکتے ہیں لیکن آپا کی خودکشی کی وجہ نہیں" نرمی سے اس سے دور ہوتے ہوئے وہ آنسو صاف کرتے بولی۔

"میں کلئیر کر سکتا ہوں سیدہ!!"اس کا ہوں پیچھے ہونا حیدر کو گراں گزرا تبھی اسے نزدیک کرتے وہ بے چینی سے بول اٹھا۔

"نہیں حیدر ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ آپا کی خود کشی کے زمہ دار ہیں اور یہ بات یہ حقیقت ہم چاہ کر نہیں بھلا سکتے۔ ہم محض آپ سے رشتے کا بوجھ اس لیے نبھا رہے ہیں کہ آپا کی خواہش تھی آپ کے نام کے ساتھ ہمارا نام جڑا رہے۔ ہم آپ سے نفرت کرنا چاہتے ہیں لیکن چاہ کر نہیں کر پاتے کیوں؟ وجہ ہم نہیں بتا سکتے۔ آپ کا یوں چھونا ہمارے قریب آنا ہمیں گراں نہیں گزرتا لیکن ہم نہیں چاہتے ہمارے درمیان پرسنل جیسا کچھ بھی ہو۔ اسی لیے ہمارے ضبط کو نہ آزمایا کریں۔ پلیز" پھر سے اس کے حصار سے نکلتے وہ اتنے دنوں کی اعصابی جنگ سے لڑتے لڑتے تھک گئی تھی تبھی لہجہ مدھم تھا لیکن الفاظ سرد تھے جنہیں محسوس کرتے حیدر کتنے ہی پل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پاس الفاظ ختم ہو گئے تھے تبھی اس سے دوری بناتا کمرے سے چلا گیا اور اس کے کتنے ہی آنسو رخسار سے لڑیوں کی مانند گرتے دامن میں جذب ہونے لگے۔

"ماں میری کچھ چیزیں مس ہیں پلیز دیکھئے گا۔ دیر ہو رہی مجھے" وہ جو سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے حیدر کی آواز پر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"دیر ہو رہی ہے کہاں جانا ہے آپ کو؟" دادی حضور کے سوال پر فاطمہ نے بھی حیدر کی طرف دیکھا۔

"واپس جانا ہے دادی حضور ہے" حیدر ان کے پاس بیٹھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے جانے کی حیدر اتنے عرصے بعد تو آپ کو گھر کا سکون میسر ہوا ہے اور اب اتنی جلدی جا رہے ہیں" دادی حضور اداس ہوتے بولی۔

"دادی حضور کام کا مسئلہ ہو گیا ہے اسی لیے جانا ہے" ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

"تو کام آپ کے بغیر حل نہیں ہو گا" بابا جان نے پوچھا۔

"وہاں کا اونر میں ہوں بابا تو میرے بغیر تو حل نہیں ہو سکتا ناں لیکن آپ لوگ فکر نہیں کریں میں جلد چکر لگاؤں گا ماں پلیز دیکھ دیجیئے زرا" ان سب سے کہتا وہ ایک بھی نظر فاطمہ پر ڈالے واپس جا چکا تھا۔

"فاطمہ جاؤ بیٹے دیکھ دیجئے انہیں جو نہیں مل رہا" دادی حضور کی بات پر وہ ایک بھی لمحہ ضائع کیئے بغیر اٹھی اور کمرے کی جانب چل دی۔

"جی جی میں صدقے میں آج ہی آجاؤں گا آپ کے پاس" دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہی دروازہ کھولا ہوا تھا جس سے حیدر کی آواز فاطمہ کی سماعت میں پڑی تو حیرت زدہ ہوتی اندر داخل ہوئی۔

"میری جان پکا پرامس آج ہی آجاؤں گا۔" فاطمہ کو خود کی جانب متحیر نظروں سے دیکھتا پایا تو حیدر نے فون کان سے ہٹایا۔

"وہ دادی حضور نے بھیجا ہے آپ کی مدد کے لیے کیا نہیں مل رہا؟" کمرے میں بکھرا پھیلاوا سمیٹتے ہوئے وہ خفت سے بولی۔

"جو گم ہوا تھا وہ تو مجھے مل گیا" فاطمہ کے من موہنے چہرے کو دیکھتے وہ بے ساختہ بڑبڑایا تھا۔

"جی؟"

"آ کچھ نہیں میں نے جسٹ آپ سے معذرت اور آپ کا شکریہ ادا کرنا تھا" حیدر موبائل پاکٹ میں ڈالتے اس کے سامنے آیا۔

"کس لیے؟" فاطمہ کے سوال پر حیدر نے الماری سے ایک سرخ چھوٹے سے باکس کو نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔

"معذرت اس لیے کہ آپ کو وقت پر نہیں دے پایا اور شکریہ اس لیے کہ ایک بھائی کا مان بچا لیا" فاطمہ کے باکس کھولنے پر ایک بہت ہی خوبصورت ہارٹ شیپ پینڈنٹ برآمد ہوا۔ فاطمہ نے سراہتے ہوئے چہرہ اٹھایا۔ حیدر کی زبان بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

"بہت خوبصورت ہے لیکن اس کی ضرورت نہیں تھی"

"تحفے ضرورت کو دیکھ کر نہیں دیئے جاتے بلکہ دینے والے کے خلوص اور محبت کو دیکھ کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ویسے بھی میں آج جا رہا ہوں نجانے کب واپسی ہو اس لیے مجھے اطمینان رہے گا کہ میں نہیں تو میرا دیا تحفہ ہی آپ کے دل کے انتہائی قریب رہے گا۔ زندگی رہی تو واپس لوٹ کر ضرور آؤں گا اپنا بہت خیال رکھیئے گا۔" اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتے وہ سوٹ کیس اٹھاتا

کمرے سے نکل گیا اور فاطمہ اس کی دوری پر سانس روکے کھڑی رہ گئی۔ ہاتھ میں اٹھائے پینڈنٹ کو دیکھا تو ایک مدھم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

حیدر جاتے ہی کام میں اس قدر غرق ہوا کہ گھر فون کرنے کا بھی ہوش نہیں رہا اگر کبھی ملتا تو اعظم بھائی کے نمبر پر کال کرتے سب کی خیریت دریافت کر لیتا یا دادی حضور سے بات کر لیتا۔ باری باری سب سے بات ہو جاتی لیکن کس سے کرنا ہوتی اس سے نہ ہو پاتی اور فون بند کر دیتا۔ پھر وہی کام میں الجھ جاتا۔

زیبا کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی جس کی تیاریاں زوروں شور سے جاری تھیں۔ فاطمہ بھی اپنے پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ ہر رات حیدر کے کمرے میں گزرتی اور اس کی ایک ایک استعمال شدہ اشیاء کو حسرت سے چھو رہی تھی۔ دل میں موہوم سی امیدیں جل رہی تھیں جن کی ہلکی آنچ اسے عجب سے احساسات سے دوچار کر رہی تھیں۔ حیدر کو گئے تین ہفتے ہونے کو تھے اور زیبا کی شادی میں کچھ ہی دن باقی تھے شاہ پیلس کو ایک بار پھر سے دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا۔ انہیں سب تیاریوں میں خود کے لیے وقت نہ نکال پانا اور آرام نہ کرنے کے باعث فاطمہ بخار چڑھا کر بیٹھ گئی۔ وہ کمرے میں لیٹی ہوئی تھی جب زیبا اس کے پاس آئی۔ اس کی طبیعت وغیرہ کا پوچھا اور باتیں کرنے لگی۔

"زیبا ایک بات بتاؤ" فاطمہ نے کہا

"آپ کو مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے بھلا"

"نورین سے اتنی بیزار کیوں ہو؟" فاطمہ کے ڈائریکٹ سوال پر زیبا گڑبڑائی تھی۔

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں آپا آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے" زیبا مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہم نے اپنی مہندی اور ولیمے پر دیکھا تھا تمہارا اس کے ساتھ رویہ کچھ خاص نہیں تھا اس لیے پوچھا۔ زیبا ایک بات ہماری یاد رکھنا بچے اپنے اور زوار بھائی کے درمیان کبھی کوئی غلط فہمی کو پنپنے نہ دینا۔ غلط فہمی ہوگی تو شک پیدا ہوگا اور خود کے رشتے کے درمیان شک کے بیج کو بو دو گی اور وہ بیج دیکھتے ہی دیکھتے تناور درخت بن جائے پتہ نہیں چلتا۔ جو محبت اور اعتبار کے رشتوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے ہماری لاڈو۔ خدانخواستہ اگر کبھی کوئی غلط فہمی ہو تو مل بیٹھ کر حل کرنا نہیں ازیت نہ دینا۔ ہم جانتے ہیں تم بہت سمجھدار ہو" فاطمہ دھکے چھپے لفظوں میں اسے سمجھاتے ہوئے بول رہی تھی۔ جبکہ زیبا سمجھنے والے انداز میں سر ہلا رہی تھی۔

"میں کوشش کروں گی"

"صرف کوشش ہی نہیں کرنی ساتھ میں اپنے آپ اور اپنی محبت پر اعتبار بھی کرنا سیکھنا ہے" فاطمہ نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"ایک بات میں بھی کہوں آپ سے"

"کہو" فاطمہ نے اجازت دی۔

"حیدر بھائی سے آپ کی محبت کی گواہ میں ہوں۔ اور یہی بات میں آپ سے کہنا چاہوں گی کہ اپنی محبت پر اعتبار کرنا سیکھے اگر آپ کے اور بھائی کے درمیان کچھ غلط فہمیاں ہیں تو انہیں

سلجھائیں نہ کہ اپنی زندگی کے یہ چند خوبصورت دن دوری اور گزری ہوئی باتوں کے نذر کریں۔

"زیبا نے اس کی بات اسے ہی لوٹائی تھی۔فاطمہ کتنے ہی پل بے حس و حرکت بیٹھی رہی تھی۔ اس نہج پر تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

"ہو سکے تو سوچیے گا ضرور "زیبا جانے ہی لگی تھی جب اعظم بھائی کا پیغام اسے دیا وہ اسے اسٹڈی روم میں بلا رہے تھے۔فاطمہ غائب دماغی سے سر ہلائے چادر اوڑھ کر اسٹڈی روم کی جانب بڑھ گئی۔

"اسلام علیکم اعظم بھائی "اسٹڈی روم میں داخل ہوتے ہوئے فاطمہ نے سوال کیا۔

"وعلیکم اسلام بیٹھے سیدہ "فاطمہ کی آواز پر اعظم اپنی سوچوں سے باہر آیا۔

"خیریت آپ نے بلایا تھا۔"

"جی کی خیریت ہی تھی کافی دن ہو گئے آپ سے بات نہیں ہو پائی تو سوچا آپ کے ساتھ کچھ باتیں کر لی جائیں۔ بھئی آپ تو شادی کے بعد بہت زیادہ مصروف ہو گئی ہیں "ٹیبل پر فاطمہ کی جانب چند فوٹو البم رکھتے ہوئے اعظم بھائی مسکرا کر بولے۔

"ہم تو بلکل بھی مصروف نہیں ہوئے وہی پہلے والی روٹین ہے۔یہ کیا ہے ؟"

"فوٹو البم بہت پرانی ہے آج ہمارے ہاتھ آئی تو سوچا کیوں ناں آپ کے ساتھ بیٹھ کر پرانے دنوں کو تازہ کیا جائے "فاطمہ نے البم کھولا تو پہلی تصویر پر نظر پڑی۔

"یہ تصویر دیکھیے یہ تب کی تصویر ہے جب ہم لان میں پودے لگا رہے تھے، آپ اور حیدر کی شروع سے نہیں بنتی تھی یہاں پر بھی آپ لوگوں بیچ سے جھگڑ رہے تھے۔"پہلی تصویر فاطمہ

اور حیدر کی تھی جو ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے بیج کے پیکٹس اٹھائے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ فاطمہ مسکرادی۔

"یہ دوسری تصویر آپ کی ہمشیرہ یعنی سیدہ طاہرہ کی ہے۔ کم گو، کم بولنے والے اور سنجیدہ سی طاہرہ اپنے خول میں رہنا زیادہ پسند کرتیں تھیں۔ اپنے حصار کیے گئے دائرے میں ہی زندگی کے رنگوں کو جینے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔" تصویر میں موجود ہستی کی بات کرتے کرتے زکر کہاں سے کہاں چلا گیا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے سیدہ، طاہرہ اور حیدر کی بہت دوستی ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ دونوں مزاج کے الٹ تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے رازو نیاز سے واقف ہوا کرتے تھے۔ جو بات گھر میں کسی کو پتہ نہیں ہوتی تھی وہ ان دونوں کے پاس کسی خفیہ خانے میں دفن ہوتی تھی۔ طاہرہ کہا کرتیں تھیں کہ کیا ہوا اگر اللہ نے انہیں بھائی جیسی نعمت سے نہیں نوازا حیدر بھی تو ہے ناں یہ بھائی سے کم تھوڑی ناں ہے ہر کمی ہر حسرت حیدر کی صورت مکمل تھی ان کی سوائے ان حسرتوں کے جن کی نا تکمیل انہیں قبر تک لے گئی۔" اعظم بھائی سمیت فاطمہ کی آنکھوں میں بھی نمی تھی۔

"ایسی کون سی حسرت تھی آپا کی جس کی تکمیل ناممکن تھی۔" فاطمہ بے قراری سے بولی۔

"یہ تو میں نہیں جانتا سوائے حیدر کے کیونکہ اپنے آخری ایام میں وہ حیدر کے زیادہ نزدیک رہی تھیں۔"

"اعظم بھائی کہیں حیدر ہی ان کی۔۔۔۔"

"نہیں بیٹا حیدر اور طاہرہ ایک دوسرے کے تمام رازوں سے واقف ضرور تھے لیکن ایک دوسرے کے غم کی وجہ کبھی نہیں بنے اب یہ صرف حیدر کی بتا سکتے ہے کہ ان کی آخری حسرت کیا تھی جن کا پورا نہ ہونا انہیں قبر تک لے گیا اور ان کی خودکشی کی وجہ بنی"

"لیکن اعظم بھائی۔۔۔"

"فاطمہ بیٹے مجھے آپ اپنا بھائی سمجھتی ہیں ناں مجھ پر یقین رکھے اور صرف میرے کہنے پر حیدر کو سچے دل سے پرکھے کہ کیا وہ طاہرہ کے حق میں برا تھا تو آپ اسے سزا دیں۔ اگر ایسا کچھ محسوس نہ ہو تو اپنا رشتہ خراب نہیں کریں بیٹے۔ مجھے بھائی مانتی ہیں تو مجھ پر یقین رکھے کہ میں آپ کو کبھی بھی غلط گائیڈ نہیں کروں گا" فاطمہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اسے مکمل اس نہج پر سوچنے پر مجبور کر گئے تھے۔ فاطمہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گئی تھی۔ نجانے کتنے ہی سوالات تھے جن کے جواب محض حیدر کے پاس تھے۔

Episode 5

تمام شب بے چینی و بے قراری نے ڈیرہ جمائے رکھا تھا۔ آپا کی خودکشی سے پہلے کے تمام مناظر اسے ازبر تھے کیونکہ اس دن اس کا اور حیدر کا نکاح ہوا تھا۔ نکاح کو یاد کرتی ہر پل ذہن کے سکرین پر چلنے لگا تھا۔

"سیدہ فاطمہ شاہ بنت سید داود علی شاہ آپ کا نکاح سید حیدر علی شاہ ابنِ سید دلاور علی شاہ کے ساتھ سکہ رائج الوقت حق مہر پانچ لاکھ ایک روپے میں طے پایا ہے کیا آپ کو قبول ہے؟"

مولوی صاحب کی آواز پر اس کا روم روم لرز رہا تھا۔ دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ گھونگھٹ کیے وہ ہاتھوں کو مسلتی اپنے اندر ہوتی ہل چل کو چھپانے کی سعی کر رہی تھی جو چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

"فاطمہ میری جان" اپنے کندھے پر اپنی بہن کے ہاتھوں کا دباؤ محسوس کیا اور اس کی جانب دیکھا۔ غیر معمولی نقوش کی حامل طاہرہ شاہ لبوں پر مسکان سجائے فاطمہ کو ہاں کہنے کا بول رہی تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی صاحب کی پھر سے آواز گونجی۔ فاطمہ نے سختی سے آنکھیں بند کیں۔ کل شب طاہرہ کا حیدر کے کمرے سے نکلنا اور اب اسے نکاح میں قبول کرنا بہت مشکل تھا۔

"بیٹے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی صاحب اب تشویش سے پوچھ رہے تھے۔ اپنی بہن اور اپنے ہونے والے شوہر کا دھوکہ کھانے کے باوجود اس کے لب بند تھے۔

"قبول ہے۔" دو لفظی اقرار کرتے وہ کئیں آنسوؤں کو اندر ہی اتار گئی تھی۔ مولوی صاحب کے پھر سے دو بار پوچھنے پر وہ قبول ہے کرتی شاہ پیلس میں خوشیاں بکھیر گئی تھی جبکہ خود کے اندر ہوتی توڑ پھوڑ کے باوجود اسے حیدر کے قبول ہے کہنے پر عجب سی سرشاری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ محبت پر یقین کرنا چاہتی تھی لیکن آنکھوں دیکھی باتیں کوئی بھی بھلا نہیں سکتا اور وہ کوئی فرشتہ نہیں تھی جو بھلا دیتی۔

نکاح کے بعد اس کی ابھی تک حیدر سے ملاقات نہیں ہوئی تھی مہندی سے سجی ہتھیلیوں کو دیکھتے بیس سالہ فاطمہ کل رات کے منظر کو یاد کر رہی تھی جب حیدر کے کمرے میں طاہرہ کو جاتے دیکھا تھا کئیں لمحے وہ گنگ کھڑی رہ گئی تھی اس کمرے کے بند دروازے کی حقیقت کیا تھی وہ نہیں جانتی تھی لیکن جب کتنے منٹوں کے بعد طاہرہ کمرے میں لوٹی تو فاطمہ نے سرسری اس کے غائب ہونے کا پوچھا۔ جس کے بدلے میں طاہرہ نے جھوٹ سے کام لیا اور فاطمہ کتنے ہی پل اپنی بہن کو دیکھتی رہ گئی جس کے وجود کا ہر حصہ بے چین تھا۔ جس کے چہرے سے اس کتاب اضطراب دیکھا جاسکتا تھا۔ فاطمہ خاموش تھی وہ اب بھی خاموش تھی جب اس کا نکاح حیدر سے ہو چکا تھا۔ اپنی بہن اور اپنے شوہر کا کس طرح کا تعلق تھا وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ جب گھر میں مچی بے ہنگم سی چیخ و پکار پر کمرے سے نکلی۔ تو سامنے کا منظر پیروں تلے زمین نکال گیا۔ طاہرہ خون میں لتھڑی ہوئی موجود تھی۔ فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جانے کا بھی کوئی فایدہ نہیں ہوا۔ طاہرہ کی خودکشی ایسا معمہ تھی جو سوائے حیدر کے کوئی حل نہیں کر سکتا تھا اور حیدر خاموش تھا۔ اس کے نکاح والے دن ہی اس کی بہن کا جنازہ تھا۔ شاہ پیلس میں جہاں خوشیاں تھیں اب وہی پر سوگ نے ڈیرے ڈال لیے تھے۔ طاہرہ کو دفنانے کے بعد حیدر جیسے ہی گھر آیا فاطمہ اور اس کا جھگڑا ہوا۔ فاطمہ اسے قصوروار سمجھتی رہی کہتی رہی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے حیدر اس کی بات مانتا گھر سے بے گھر ہوتا اسلام آباد چلا گیا۔ پانچ سال گزر گئے لیکن نہ تو طاہرہ کی خودکشی کا معمہ حل ہوا اور نہ فاطمہ کے دل سے یہ خلش نکلی۔

کروٹ بدلتے اور ماضی کی یادوں کو یاد کرتے کرتے اس کی کب آنکھ لگی اسے معلوم نہیں ہوا۔

اپنے چہرے پر کسی کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے اس نے آنکھیں کھولیں تو سامنے حیدر کا پر تفکر لیے چہرہ موجود تھا۔

"میں نے سنا ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حیدر کو دیکھتے وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"شائد" فاطمہ نے یک لفظی جواب دیا۔ حیدر نے دیکھا اس کے چہرے پر زردیاں تھیں آنکھوں کے پپوٹے سوجن زدہ تھے۔

"کوئی بات ہوئی ہے؟" حیدر اس کے پاس برابر میں بیٹھتے تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں"

"لیکن آپ کی آنکھیں تو بہت کچھ کہہ رہی ہیں" اس کی آنکھوں پر پلکوں کو چھوتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں" فاطمہ بیڈ سے اٹھنے لگی جب حیدر نے اسے کلائی سے تھام کر واپس اپنے پاس بٹھایا۔

"آپ کو معلوم ہے فاطمہ ہے جب ہم سکول جاتے تھے اور آپ کو کبھی گڈ یا شاباش نہیں ملا کرتا تھا تو آپ پریشان ہوتی تھیں اس پریشانی کا نتیجہ اکثر بخار کی صورت نکلتا تھا۔ آپ کی پریشانی اور بیماری کا تعلق بہت گہرا ہے۔" ہاتھ کو سہلاتے مدھم لہجے میں کہتا وہ فاطمہ کو خود کی جانب دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"کتنا جانتے ہیں ناں آپ ہمیں" فاطمہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بولی۔

"آپ کو آپ سے بھی زیادہ بہتر انداز میں جانتا ہوں" حیدر نے اس کالے ہاتھ پر دباؤ ڈالتے مسکرا کر کہا فاطمہ اس کے کہنے پر مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"آپ کب آئے ہیں؟"

"جب آپ ریسٹ کر رہی تھیں"

"چلیں پھر فریش ہو جائیں ہم کھانا لگواتے ہیں" فاطمہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں میں ابھی کھانا نہیں کھاؤں گا ریسٹ کرنی ہے مجھے اور آپ بھی ریسٹ کریں۔" حیدر اس کے بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولا اور صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

"حیدر آپ یہاں پر ہی سو جائیں" جھجک کر اس نے بیڈ کی جانب اشارہ کیا حیدر حیران ہوا۔

"نہیں میں۔۔۔"

"ہمیں کوئی مسئلہ نہیں آپ ادھر ہی ریسٹ کر لیں آپ ڈسٹرب ہونگے ہم باہر چلے جاتے ہیں" فاطمہ باہر جانے لگی حیدر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں آپ کی وجہ سے کبھی ڈسٹرب نہیں ہوا۔" حیدر نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود متحیر سا بیڈ پر دوسری جانب بیٹھا اور اس کی پشت کو دیکھنے لگا۔

"آج یہ معجزہ کیسے ہو گیا؟" حیدر کہے بغیر نہ رہ پایا۔

"بس ہو گیا ناں اب ریسٹ کریں" حیدر کی حیران آواز پر فاطمہ مسکراتے ہوئے بولی۔ حیدر بھی مسکرا دیا۔

"میں نے آپ کو بہت مس کیا فاطمہ" فاطمہ کو اپنی پشت پر حیدر کی نزدیکی کا احساس ہوا۔

"کیا آپ نے بھی مجھے مس کیا؟" فاطمہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بول رہا تھا اور فاطمہ بس خاموش لیٹی ہوئی تھی۔

"چلیں کوئی نہیں نہ بتائے میں جانتا ہوں آپ نے بھی مجھے مس کیا ہے جس کا ثبوت آپ کے گلے میں موجود پینڈنٹ ہے" اسے اپنے حصار میں لیکر کہتے وہ آنکھیں موند گیا فاطمہ بس ساکت اس کی محبت کو محسوس کر رہی تھی۔

شادی کا واویلا، شور شرابہ اور بارات کی آمد آمد کی نوید ہر سوں چھائی ہوئی تھی۔ سیدہ زیبا کے نکاح کے بعد دعوت بعام شرع ہوئی اور اس کے بعد رخصتی کا شور اٹھا۔ دلہن اپنے عزیز رشتوں سے ملتی زوار زیدی شاہ کے گھر میں اس کے کمرے میں اس کے بیڈ پر بیٹھی اپنے بنے محرم رشتے کا انتظار کر رہی تھی۔ لیکن وہ آنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ چہرے پر گھونگھٹ بہت دیر سے تھا اور اب اسے گھبراہٹ ہونا شروع ہو چکی تھی اس نے گھونگھٹ اٹھانا چاہا تو ویسے ہی کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھولا گیا۔ زیبا نے جلدی سے گھونگھٹ واپس چہرے کے سامنے کر لیا۔ اپنے قریب ہی اسے زوار کی موجودگی کا احساس ہوا تو ہاتھوں میں پسینے ابھرنے لگا تھا۔

"اتنا عرصہ گھونگھٹ ہی ڈالے رکھا ہے اج نہ ڈالتی آپ" زوار نے گھونگھٹ اٹھاتے ہوئے کہا گھونگھٹ تو اٹھ گیا اور زوار یک ٹک زیبا کی بند انکھوں کو دیکھے گیا۔ جو گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ زوار نے مسکرا کر چہرہ دوسری جانب کر لیا۔

"میری محبت کو کی اللہ نے میرا محرم بنا دیا اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اب آپ نے تو کچھ بولنا نہیں ہے اس لیے یہ رہی آپ کی منہ دکھائی" زوار محبت پاش نظروں سے زیبا کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔ اس کی جانب ایک چھوٹا سا کیس بڑھایا زیبا نے کھولا تو ایک خوبصورت سا بریسلٹ پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ زیبا کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"زیبا میں کوئی عہد وپیمان نہیں کروں گا، بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ ہمیشہ مجھ پر اعتبار کرنا کیونکہ ایک رشتہ اعتبار اور یقین پر ہی قائم ہوتا ہے اور جب یقین نہیں رہتا تو رشتے ہوں یا نہ ہوں کوئی فرق نہیں پڑتا" زوار اس کی کلائی میں بریسلیٹ پہناتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں آپ پر ہمیشہ یقین کروں گی اپ کی ہمیشہ وفادار بن کر رہوں گی اور ایسی ہی وفاداری کی امید میں آپ سے بھی رکھوں؟"

"جی بلکل رکھ سکتی ہو لیکن سب سے پہلے تو اب تم چینج کرو" زیبا کو بیڈ سے اترنے میں زوار نے مدد کی اور زیبا واش روم کی جانب چل دی بند ہوتے دروازے کے ساتھ زوار کی آواز ابھری۔

"جلدی آئیں میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں" زوار کی آواز پر زیبا مسکرا دی تھی۔ اور اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی۔۔

فاطمہ کمرے میں سنگھار میز کے سامنے کھڑی اپنے لمبے بالوں میں برش کر رہی تھی ساتھ کچھ سوچنے میں مشغول تھی۔ حیدر کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا اسے۔ کچھ یاد آنے پر جلدی سے چادر اوڑھتے اپنے پورشن کی جانب بڑھتی طاہرہ کے تالہ لگے کمرے کے دروازے کو کھولیے اندر داخل ہوئی۔ جہاں ہر جانب پانچ سال پہلے کی چیزیں اسی ترتیب کتے ساتھ پڑی تھیں۔ فاطمہ خود پر ضبط کرتی الماری کی جانب بڑھی۔ الماری کو مکمل چیک کر لیا سائیڈ ٹیبل کمرے میں موجود ہر چیز کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ لیا لیکن آپا کی سفید کور والی ڈائری نہ مل پائی۔

"کہاں جاسکتی ہے؟" پیشانی پر ہاتھ رکھ کر وہ پریشانی سے مزید کچھ سوچ رہی تھی۔ جب ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔

"حیدر" الٹے قدموں واپس کمرے سے نکلی اور اپنے پورشن تک ہر کسی سے حیدر کے متعلق پوچھتی گئی۔ جس سے بھی پوچھا حیدر کمرے میں بتایا گیا۔

کمرے کا دروازہ کھولا تو واش روم سے پانی گرنے کی اواز پر اس نے شکر کا سانس لیا۔ وہ ڈائری حیدر کے پاس تھی۔ ہونی بھی چاہیئے تھی کیونکہ آپا کی ڈیتھ کے بعد ان کے کمرے میں سوائے حیدر کے اور کوئی نہیں گیا تھا۔

"کیا ہوا آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" ٹاول سے گیلے بال صاف کرتے وہ حیران سا فاطمہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولا جو دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"حیدر ہم آپ سے ایک بات پوچھے ؟ ہمیں سچ سچ بتائیے گا" فاطمہ اس کے روبرو ہوتے ہوئے بولی تھی۔حیدر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"ہاں جی پوچھے" حیدر نے بلآخر اجازت دی۔

"آپا کی ڈیتھ کے بعد ان کے کمرے میں سوائے آپ کے اور کوئی نہیں گیا تھا ہے ناں ؟" فاطمہ کے سوال پر حیدر نے سر ہلایا۔

"جی میں ہی گیا تھا آپ کیوں پوچھ رہی ہیں ؟" حیدر نے سوال کیا۔

"آپا کے پاس سفید کور والی ایک ڈائری ہوا کرتی تھی وہ آپ کے پاس ہے ؟" فاطمہ کی بات پر حیدر چن پل گنگ رہ گیا تھا۔فاطمہ سے اس سوال کی امید اسے کبھی نہیں ہوئی تھی۔سفید کور والی ڈائری یعنی سچائی۔

"حیدر ہم سے غلط بیانی کرنے کی کوشش نہیں کیجئے گا ہمیں معلوم ہے وہ ڈائری آپ کے پاس ہے۔" فاطمہ نے اسے خاموش کھڑے دیکھ کہا تھا۔حیدر نے سر جھٹکا۔

"ہاں آپا کے پاس ڈائری تھی میں نے بہت مرتبہ دیکھی تھی ان کے پاس لیکن۔۔۔"

"تو کیا وہ ڈائری آپ کے پاس ہے ؟" فاطمہ بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں وہ ڈائری ان کی ڈیتھ کے بعد میں نے کبھی نہیں دیکھی" حیدر نے کہہ کر رخ تبدیل کیا۔ایک نیا جھوٹ بول کر چہرے کے تاثرات کو چھپانے کے لیے وقت درکار تھا

"حیدر آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" فاطمہ نے اس کا رخ اپنی جانب کیا۔

"میں بلکل سچ کہہ رہا ہوں فاطمہ "اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور جھوٹ پر سچ کی مہر ثبت کرنے کی کوشش کی۔

"اس محبت کی قسم جو آپ ہم سے کرتے ہیں" فاطمہ کی قسم کھانے اور وجہ قسم پر حیدر کے ہاتھ اس کے چہرے پر سے ہٹے تھے۔ چہرے کے تاثرات کئیں حد تک بدلے۔ رنگت متغیر ہوئی تھی۔

"اس محبت کی قسم اس ڈائری کا مجھے علم نہیں" حیدر کے قسم کھانے پر فاطمہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی۔

کئیں پل خاموشی کی نذر ہوئے۔ حیدر خود کو ریلیکس کر رہا تھا۔

"فاطمہ!"

"حیدر آپا کی موت کی وجہ آپ تھے یا نہیں؟" حیدر ابھی ایک جھٹکے سے سنبھلا نہیں تھا کہ فاطمہ نے ڈائریکٹ پوچھا۔ حیدر اب پریشان ہوا اٹھا تھا۔

"فاطمہ ہوا کیا ہے پہلے آپ ڈائری کا پوچھ رہی تھیں ایسا کیا ہے اس ڈائری میں؟ اور اب آپ یہ سوال؟" حیدر اب تشویش سے پوچھنے لگا۔

"جو ہم نے پوچھا ہے وہ بتائیں کیا آپ آپا کی موت کی وجہ ہیں؟ ان کو خودکشی پر مجبور کیا؟ ہاں یا نہ؟" حیدر نے تھوک نگلا۔

"میں وجہ نہیں ہوں سیدہ وہ مجھے بہت عزیز تھیں ماں کے پیار کی طرح مجھے پیار کرتی تھیں ان کی رسپیکٹ سچے دل سے کرتا تھا میں ان کی موت کی ان کی خودکشی کی وجہ میں نہیں ہوں" فاطمہ

کے شانوں کو تھام کر وہ اسے قریب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ فاطمہ اس کے سینے پر سر رکھتے بے ساختہ رو دی تھی۔ حیدر نے اس کے گرد حصار باندھتے اس کی کمر کو نرمی سے سہلانے لگا۔

"پھر کیا وجہ تھی جس نے مجبور کر دیا آپا کو خود کشی پر، حیدر کی حسرت تھی جو حسرت ہی رہی، ہماری بہن مر گئی حیدر نجانے کیسا دکھ تھا انہیں جوان کی برداشت سے باہر تھا۔" غلط فہمیوں کی گرد ہٹی تو اس کی سینے سے لگی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتی اس کا بوجھ بڑھا گئی تھی۔

"سب کچھ کلئیر ہو گا سب راز افشاں ہو گے جن سے ایک طرف تکلیف ہو گی تو دوسری جانب دل بے قرار بھی ہو گا۔ ہر حقیقت عیاں ہو گی ہر ڈھکی حقیقت کا پردہ چاک ہو گا" گہری سوچ کے زیر اثر وہ بولا تو لہجے میں ایک ڈر تھا۔ حقیقت کھلنے پر خوف تھا۔ وہ خوف اس کی تگ رگ میں لہو کے ساتھ بہتا اسے لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔ دل اندیشوں کا شکار ہوا تھا لیکن کبھی ناں کبھی تو حقیقت کو آشکار ہونا تھا۔ کبھی تو سب کو آگاہ کرنا تھا۔ کسی کا حق دلانا تھا کسی کو حق دینا تھا۔

Episode 6

زیبا فریش ہو کر واش روم سے نکلی ہی تھی کہ دروازے پر ہوتی دستک نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔ سر پر دوپٹہ اوڑھتے دروازہ کھولا تو سامنے نورین کھڑی تھی۔

"گڈ مارننگ" غیر معمولی نقوش کی حامل چھوٹی سی پیاری لڑکی 'نورین' زیبا کو دیکھ کر بولی تھی۔

زیبا نے مسکرا کر جواب دیا اور اندر آنے کا راستہ بھی دیا۔

"کیا حال چال ہے بھئی ؟طبیعت کیسی ہے ؟"نورین کی بات پر دروازہ بند کرتی زیبانے گہرا سانس لیا۔

"الحمداللہ بلکل ٹھیک ہوں۔"اپنے نئے رشتے کی شروعات وہ ماضی کی کسی بات کو دہرا کر نہیں کرنا چاہتی تھی۔خاص کر پہلی صبح کو مد نظر رکھتے وہ خوش دلی سے جواب دے رہی تھی۔

"ماشاءاللہ ہمیشہ خوش رہیں،اور یہ ابھی تک سویا ہوا ہے ؟"اسے دعا دینے کے بعد وہ بیڈ پر بلینکٹ اوڑھے زوار کی جانب بڑھی۔

"زوار اٹھو کیا پورا اسطبل بیچ کر سوئے ہوئے ہو ؟"سوئے زوار سے بلینکٹ ہٹاتے وہ بولی تو زیبا کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

"زوار اٹھو بھئی "اب کی بار نورین نے اس کا کندھا ہلاتے اسے اٹھانا چاہا تھا۔زیبا کی مسکراہٹ غائب ہوئی اب اس کی جگہ حیرانی نے لے لی تھی۔

"کیا ہے نوری آج تو بخش دو صبح صبح پہنچ گئی ہو"کروٹ بدل کر واپس سے بلینکٹ اوڑھتے بولا۔

"میں تمہیں کبھی بھی نہیں بخشوں گی اب اٹھو تم لوگوں کو خالہ جان بلا رہی ہیں اٹھو"مکمل بلینکٹ ہٹائے وہ بولی تو زوار نے اپنی آنکھیں کھول کر غصے سے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ اب میں شادی شدہ ہوں"زوار بیٹھتے بولا نظر زیبا پر اٹھی جو سنگھار میز کے سامنے کھڑی نم بال سلجھانے کے لیے تیار تھی۔

"اوہ ہو مسٹر شادی شدہ جلدی سے اٹھو خالہ جان کب سے ویٹ کر رہی ہیں "نورین اس کے پاس بیٹھی۔زیبا کے ہاتھ سے برش زمین بوس ہوا۔چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے جنہیں وہ سنبھال نہیں پا رہی تھی۔دونوں اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"معذرت وہ۔۔۔"برش اٹھاتے وہ بوکھلا سی رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں دھیان سے چوٹ نہیں لگ جائے "زوار بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس آتے ہوئے بولا۔

"میں فریش ہو جاؤں پھر نیچے چلتے ہیں۔نوری ماں جی سے بولو ہم آرہے ہیں "زوار نے محبت پاش نظروں سے زیبا کے نکھرے وجود کو دیکھا اور نورین سے کہتا ہوا واش روم چلا گیا۔جبکہ نورین زیبا کے پاس آتے اس کے بالوں سے اٹھتی مہک کو سونگھنے لگی تھی۔

"خوشبو بہت اچھی آرہی ہے کونسا شیمپو استعمال کرتی ہیں آپ؟"زیبا نے برش میز پر رکھا اور اپنا رخ اس کی جانب کیا۔

"جو شیمپو میں استعمال کرتی ہوں وہ تمہیں راس نہیں آئے گا میری جان "اس کے حجاب کے لئیر کو ٹھیک کرتے زیبا کا لہجہ دبا سا تھا۔چہرہ بغیر کسی بھی تاثر کے سرد تھا۔نورین کے چہرے پر حیرانگی تھی۔

"ہاں جی یہ اس لیے ہوتا ہے کہ الگ الگ بالوں کے لیے الگ الگ شیمپو کنڈیشنرز وغیرہ ہوتے ہیں تو اس لیے۔۔"اس کی متحیر اور ناسمجھ نظروں کو دیکھتے زیبا وضاحت سے بولی تھی۔

"ہاں جی ٹھیک ہے۔ چلیں آپ لوگ آجائیں میں چلتی ہوں" نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے نورین وہاں سے چلی گئی اور زیبا سر جھٹکتی اپنے اندر برپا اشتعال کو گہرے سانس سے کم کرنے لگی۔

"مجھے محبت ہو گئی ہے۔ کیا سچ میں مجھے محبت ہو گئی ہے؟ اس کا کسی اور کی طرف دیکھنا، کسی اور سے بات کرنا، کسی اور کی مدد کرنا، کسی سے مسکرا کر بات کرنا، میرے اندر عجب سی بے چینی کو جنم دینے لگا ہے۔ وہ مجھ سے بات کرے تو دل چین میں رہتا ہے۔ وہ میرے ساتھ مسکرائے تو میری روح مسکرا اٹھتی ہے۔ وہ میرے آس پاس ہو تو میں پر سکون رہتی ہوں۔ وہ بولے تو لفظ مہکتے ہیں۔ اس کی آواز میری سماعت کو معطر کر دیتی ہے۔ میرا دل اس کی جانب ہمکنے لگا ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ میرے پاس رہے۔ میرے قریب رہے۔ انتہائی قریب۔۔" سفید ورک پر قرطاس کی مانند اترے لفظوں سے بینائی کو سکون بخشتے سفید کور والی ڈائری کو بند کر رہے تھے۔ جس کے پہلے صفحے پر 'سید زادی' کے عنوان کو حسرت سے چھوتے دل میں اتر جانے والی خاموشی کو روح تک محسوس کرتے بے بس تھے۔

"میں سید زادی ہوں۔ عطرت وطہارت ہم پر اتاری گئی ہے۔ پردہ داری ہم سے چلی ہے۔ میں کیسے نظر باز ہو گئی ہوں؟ میں پردے میں رہ کر پردے کی پاکیزگی کو کیسے بھول گئی ہوں؟ میں

نظروں کا گناہ کیسے کر گئی ہوں ؟ میرے دل میں اندھیرا اتر گیا ہے اور اس اندھیرے میں دیواروں سے ٹکراتی پھر رہی ہوں۔ میں نظر کا گناہ کر چکی ہوں۔ کیا صرف نظر کا گناہ؟ میں گناہ کبیرہ کر چکی ہوں، میں گناہگار مرتکب ہو چکی ہوں" اجلے ورک پر بکھرے لفظ اور آنسوؤں کے مٹے نشانات اعظم کے دل کو چھلنی کر رہے تھے۔ عین اس جگہ ان کی آنکھ سے آنسو گرا جہاں پہلے سے خشک آنسو کا نشان تھا۔ سفید کور والی ڈائری کو بند کرتے وہ سینے میں بھینچ گئے تھے۔

"مجھے معاف کر دیں سیدہ، مجھے معاف کر دیجئے، آپ گناہگار نہیں بلکہ میں مجرم ہوں، آپ کا مجرم، مجھے معاف کر دیجئے" ویران اسٹڈی روم میں گونجتی ان کی ہچکیوں کی آوازیں دل کو چیر رہی تھیں۔ کہ دفعتاً دروازہ پر ہوتی دستک انہیں حال میں پٹخ گئی تھی۔ ڈائری کو دراز میں رکھ کر لاک کیا اور آنسو صاف کرتے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو پرسکون کرتے دروازے پر دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"اعظم ؟" عظمیٰ بھابھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں اعظم کے چہرے پر مدھم مسکراہٹ سج گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں ؟" اعظم کی جانب قدم بڑھائے وہ فکر مندی سے کہہ رہی تھیں۔ اعظم کی زخمی مسکراہٹ، سوجن زدہ پپوٹوں، سرخ انگارہ آنکھوں میں پنہاں ضبط دیکھتی وہ اپنی جگہ ٹھہر سی گئیں۔

"میں ٹھیک ہوں" اعظم کی آواز پر انہوں نے ایک ایک قدم پیچھے کو لینا شروع کیا۔ اعظم اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"عظمیٰ میں۔۔۔۔"

"مجھے رشک آتا ہے اس کی قسمت پر" عظمیٰ کی رخسار پر آنسو لڑی در لڑی بہنے لگے۔

"عظمیٰ آپ۔۔۔۔۔"

"میں اس کی جگہ کبھی لے نہیں پائی" اعظم ان کی جانب قدم بڑھا رہے تھے۔ آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔

"عظمی تمہاری جگہ کوئی۔۔۔"

"اپنی جگہ بنا نہیں پائی" عظمیٰ کے لہجے کا دکھ اعظم کو بے بس کر رہا تھا۔

"میرا ساتھ آپ کی بے چینی کو کم نہیں کر پاتا اعظم، میرا ہونا نہ ہونا برابر ہے، میں چاہ کر اس محبت کو چھو نہیں پائی جو آپ کو ہے، میں کبھی اس جگہ نہیں پہنچ سکتی جو اس کی ہے، آپ میرے ہو کر میرے نہیں، میں چاہ کر اس کی طرح نہیں" ان کے لہجے کی اذیت ان کے چہرے پر رقم تھی دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گئی۔ جبکہ اعظم بند دروازے سے پیشانی ٹکائے کتنے ہی آنسو اندر اتار گئے تھے۔

گاڑی میں ہنوز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حیدر سنجیدگی سے ڈرائیونگ کرتے ایک نظر فاطمہ کو بھی دیکھ لیتا جو سیاہ ابائے میں سیاہ حجاب و نقاب کیے کندھوں پر سیاہ ہی چادر ڈالے ونڈو سے باہر

دیکھنے میں مشغول تھی۔اس کا ہاتھ گود میں دھرا ہوا تھا۔جسے تھامنے کی شدت سے چاہ ہونے کے باوجود حیدر تھام نہیں پا رہا تھا۔بار بار ہاتھ بڑھاتا اور واپس گئیر پر رکھ لیتا۔

"سیدہ کبھی ایسا ہو کہ ایک خونی عزیز رشتے سے جڑا ایک حسین تعلق آپ کے سامنے ہو تو آپ کیا کریں گی؟"ہمت کرتے حیدر نے سوال کر ہی دیا۔فاطمہ اس کے سوال پر چونک سی گئی۔نقاب میں چھپے چہرے پر پھیلی حیرانی اور نظر آتی آنکھوں میں حیرت واضح تھی۔

"کیا مطلب ہم سمجھے نہیں"فاطمہ واقع حیران تھی۔حیدر کا سوال الجھا ہوا تھا۔جو فاطمہ کو الجھا گیا تھا۔حیدر نے تھوک نگلا۔فاطمہ اس کی جانب متوجہ تھی۔

"مطلب یہ کہ جو رشتہ ہم سے کھو جائے اس سے قریب تر جڑا ایک تعلق ہمارے روبرو اچانک سے پیش ہو تو ہمارے کیا تاثرات ہونگے؟اس بارے میں آپ کیا کہتی ہیں؟"حیدر نے اس کی حیرانگی کو بھانپ کر کچھ آسان لفظوں میں اپنی بات پہچانی چاہی تھی۔فاطمہ نے سمجھ کر سر کو مثبت انداز میں جنبش دی۔کچھ دیر وہ خاموش رہی جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔حیدر اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"جو رشتہ ہمیں عزیز ہو اور ہم سے بچھڑ جائے اس سے جڑا تعلق ہمیں خود سے بھی زیادہ پیارا ہو گا حیدر"فاطمہ کے لہجے میں عجب طرح کی اداسی تھی۔منفرد تڑپ تھی۔انوکھا سا احساس حیدر کو اپنا وجود جکڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"اور اگر کبھی ایسا ہو کہ آپ کے کسی عزیز رشتے سے جڑا کوئی تعلق جس سے آپ ناآشنا ہوں وہ یوں اچانک آپ کے سامنے ہو تو آپ کیا کریں گی؟" اسٹیرنگ پر حیدر کی گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔ لہجہ گہری داستان چھپائے ہوئے تھا۔ لفظ غیر معمولی سے تھے۔

"تو ہم بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیں گے، خود میں اس قدر پوست کر لیں گے کہ سانس الگ ہو جائے لیکن وہ نہیں۔ خود کی ذات سے بڑھ کر اہمیت دیں گے، محبت کریں گے، احساس دلائے گے کہ ہم ہیں ان کے ساتھ جس سے وہ اب کبھی دور نہیں ہو سکتے ہم جانے ہی نہیں دیں گے اپنے پاس رکھ لیں گے" فاطمہ کے غیر آشنا الفاظ، انجانے میں حیدر کے بے لگام دل کی دھڑکن کو اعتدال پر لا رہے تھے۔ پر شکن صبیح پیشانی سے سلوٹیں غائب ہو رہی تھیں۔ چہرہ پر سکون ہو رہا تھا کیونکہ دل کو یک گونہ سکون مل رہا تھا۔ اسٹیرنگ پر گرفت نرم پڑ رہی تھی۔

"بن دیکھے، بن جانے، بن سمجھے بے لوس محبت، انتہا کی چاہت کیسے؟" حیدر نجانے کیا کچھ اور سننا چاہتا تھا۔ فاطمہ نے گہرا سانس لیکر سر سیٹ پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ حیدر نے اسے دیکھا۔ چہرے پر سوال لیے اس کی آنکھیں منتظر تھیں جواب کے لیے۔۔۔۔

"جب ہمارے اپنے ہم سے بچھڑ جائیں تو ان کی آخری نشانی کو ہم بہت سنبھال کر رکھتے ہیں وہ اشیاء، وہ رشتے وہ تعلق جو کبھی ان کے ہوتے ہمارے لیے قابل قبول نہ تھے اب ہم انہیں کو سینے میں کہیں چھپا کر رکھ لینا چاہتے ہیں کیوں؟ کیونکہ ہمیں ان سے عزیزوں کو یاد آتی ہے۔ ان کی خوشبو کو محسوس کرتے ان کو تاحیات اپنے پاس رکھ لینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان سے محبت ہوتی ہے۔ بے انتہا محبت، بے لوس چاہت، بے تحاشا اپنائیت" محبت و عقیدت سے پر لب و لہجے میں کہتی حیدر کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ محبت پاش نظریں خود پر محسوس کرتے اس نے حیدر کی جانب

دیکھا۔گاڑی سڑک کنارے ساکت تھی۔اسے احساس نہیں ہوا کب گاڑی رکی؟کب حیدر اس کو دیکھنے میں محو ہوا؟

"کیا ہوا؟گاڑی کیوں روک دی؟"ارد گرد دیکھتے وہ متحیر انداز میں سوال کرتی حیدر کو سامنے دیکھنے پر مجبور کر گئی۔

"آپ کو پتہ ہے آپ کے یہی منفرد الفاظ مجھے آپ سے والہانہ محبت کرنے پر بے بس کر دیتے ہیں؟"گود میں دھرے اس کے ہاتھوں کو آخر کار تھام کر حیدر اسے نظریں جھکانے پر مجبور کر گیا۔چلمن لرز رہی تھی۔نقاب کے باوجود بھی وہ دیکھ سکتا تھا کہ گھبراہٹ سے رخ یار تر تھا۔ جس کا ثبوت قابل بصیرت حصے پر شبنمی قطروں کا رونما ہونا تھا۔

"ہمیں دیر ہو رہی ہے۔زیبا انتظار کر رہی ہوگی"ہاتھوں کو چھڑانے کی کوشش کیے بغیر وہ نرمی سے بولی وقت کے ضیاع کا احساس دلا رہی تھی۔

"اور جو میں انتظار کی ازیت سے گزر رہا ہوں آپ کو اس کی شدت کا اندازہ ہے؟"فاطمہ کے ہاتھوں پر مدھم سا دباؤ بڑھائے وہ فقط لفظوں سے اسے احساس دلانے لگا۔فاطمہ کے الفاظ گم ہوئے۔گزری شب تمام تر غلط فہمیوں کو دور کر گئی تھی۔تب سے یہ شخص جو اس کے شوہر کے رتبے پر فائز تھا کی ایسی باتیں اس کے الفاظ گم کرتی اس کے اعصاب میں گھبراہٹ بھر رہی تھیں۔

"ایسی باتوں پر لب کشائی کرتے ہیں ناں کہ خاموشی اختیار کرتے ہوئے منتظر شخص کی ازیت میں مزید اضافہ "ہاتھوں کو چند پل کے لیے لبوں سے مس کرتے وہ فاطمہ کی گھبراہٹ میں اضافہ کرتا ہاتھ چھوڑ گیا۔

"جہاں اتنے برس انتظار کی ازیت سہہ لی ہے وہاں کچھ مزید صحیح "واپس رخ ونڈو کی جانب کرتے وہ مدھم لہجے میں بولتی اسے حیران کر گئی۔

"جب پتہ ہو انتظار ختم ہونے والا ہے پھر وہ وقت گزرتے نہیں گزرتا "خوشگوار حیرت کے سنگ کہتے وہ گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا۔فاطمہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔نقاب کے باعث اس کی مسکراہٹ حیدر دیکھ نہیں پایا اور یہ فاطمہ کے لیے پلس پوائنٹ تھا کہ حیدر ابھی اس کی اچھوتی خواہشات کے بارے انجان رہے۔

Episode 7

وہ لوگ شاہ ہاؤس میں داخل ہوئے تو گہری خوشی کے ساتھ ان کا استقبال کیا گیا۔ماموں، ممانی، زوار اور زیبا کے علاوہ خوش شکل سی نورین بھی ان کی آمد پر پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"اسلام علیکم فاطمہ آپا "فاطمہ کے گلے لگ کر خوش دلی سے بولتی وہ فاطمہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔اس کے انداز میں گرم جوشی تھا۔

"وعلیکم السلام چھوٹی سی لڑکی ہم بلکل ٹھیک ہیں اور آپ بھی ماشاءاللہ سے چھکتی ہوئی تروتازہ اور خوبصورت دکھائی دے رہی ہیں" گلابی حجاب میں لپٹے گلابی چہرے پر پھولے اور نرم رخساروں والی لڑکی فاطمہ کے دل کے انتہائی قریب تھی۔

"ہاں جی بہت شکریہ آپ کا، دیکھ لو مسٹر شادی شدہ آپا مجھے خوبصورت کہہ رہی ہیں" فاطمہ کے بازو کے حصار میں موجود وہ حیدر سے بغلگیر ہوتے زوار سے بولتی زیبا کی مسکراہٹ کو چھین گئی تھی۔

"رحم کریں سیدہ اسے خوبصورت کہہ دیا آپ نے یہ خوبصورتی کی توہین ہے" زوار نظریں جھکائے فاطمہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے نوری کو دیکھ کر بولا جس کے تاثرات افسوس کے تھے۔

"نہ آپ ہماری گڑیا کی معصومیت کی توہین کر رہے ہیں سید صاحب یہ بلکل غلط بات ہے" فاطمہ نے حیدر کے دائیں جانب محبت لیتی زیبا کو دیکھا پھر نورین کو جو بائیں جانب کھڑی تھی۔

"دیکھ لیں حیدر بھائی اتنی پیاری شریکِ حیات ہونے کے باوجود یہ شخص مجھ سے کتنا جلتا ہے" نورین نے اترا کر کہا۔ سبھی کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا۔

"بہت ہو گئیں باتیں آ جائیں اندر" زیبا نورین کو مسکراتے دیکھ عجب انداز میں کہتی اندر بڑھ گئی۔ سبھی اس کی تقلید میں چلتے اندر پہنچ گئے جبکہ فاطمہ کی مسکراہٹ زیبا کے بدلے انداز پر پھیکی پڑی۔ اس کا کھچا کھچا سا رویہ کسی اور نے تو شائد نہیں لیکن فاطمہ محسوس کر رہی تھی۔

"خالہ جان اپنے بیٹے کو سمجھائے میری پلیٹ سے کھانا چرانے کی عادت چھوڑ دے" ناشتے کی میز پر نورین کی پلیٹ سے زوار کو اپنا ناشتہ اچکتے دیکھ نورین غصے سے بولی۔ زیبا نے ہاتھ روک کر زوار کو دیکھا جو کندھے اچکائے مزے سے نورین کا چھوڑا ہوا پراٹھا کھانے میں مصروف تھا۔ زیبا کا دل اُچاٹ ہوا۔ فاطمہ نورین کے ساتھ بیٹھی تھی۔ جس نے اپنے سامنے بیٹھی زیبا کا ہر تاثر دیکھا۔

"زوار بھئی اب ہماری بیٹی کی پلیٹ سے تم کھانے کی کوئی چیز نہیں چراؤ گے اب تمہاری اپنی بیوی آگئی ہے تو باہمی رضامندی اختیار کرو اور بیشک ایک پلیٹ سے کھاؤ ہمیں اعتراض نہیں لیکن میری بیٹی کی پلیٹ سے کھانا چھوڑ دو" زوار کی ماں بیٹے کی مخالفت کرتے بھانجی کا ساتھ دیتے ہوئے گھور کر بولی۔ زوار کے والد مسکرا دیئے۔ مسکرا کر سر نفی میں ہلاتے ناشتے میں محو رہے۔ ہر روز کا معمول ہر روز کی کہانی اور ہر روز کی باتیں ریپیٹ ٹیلی کاسٹ ہوتی تھیں۔

"ماں یہاں بہوؤں کے آتے ہی ماؤں کو فکر لاحق ہو جاتی ہے کہ بیٹے نہ بدل جائیں لیکن یہاں اگر بیٹا ہی پرانا رہنا چاہتا ہے تو آپ بہو کے آتے اسے بدلنا چاہ رہی ہیں۔ عجیب بات نہیں ہے کیوں بابا؟" زوار نے پراٹھا چھوڑ کر زیبا کو دیکھا جو مصنوعی مسکراہٹ لبوں سے چپکائے بیٹھی تھی۔ زوار کے والد نے کندھے اچکائے۔ حیدر نے ان کی بحث کو دلچسپی سے دیکھا۔

"میری خالہ جان روایتی ساسو جیسی ہر گز نہیں ہیں۔ یہ بہت خاص ہیں جن کا مقابلہ بھی کسی ٹیپیکل ساس سے کرنا ان کی محبت کی توہین ہے تو آپ نے کیسے کر لی ہاں؟" میز پر دونوں ہاتھ رکھتے نورین نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ زوار نے اس کو کاپی کیا۔ زیبا نے اشتعال کو چھپانے کے لیے لرزتے ہاتھوں سے منہ کو پانی کا گلاس لگایا۔

"یااللہ توبہ یہاں تو آدم خور موجود ہیں۔" زوار کی بات پر سب کا قہقہہ گونجا۔ وہی پر نورین کا منہ صدمے سے کھل گیا۔

"تم سے اللہ پوچھے زوار کے بچے" کوئی اور موقع ہوتا تو اسے کبھی نہ چھوڑتی۔ اسی لیے دعا مانگتے وہ اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

"میرا ناشتہ ہو گیا میں کمرے میں جا رہی ہوں۔ بھابھی آپ آئے گی؟" جب معاملہ برداشت سے باہر ہوا تو میز سے اٹھتے وہ فاطمہ کو دیکھ کر بولی جو ب سے جوس کا گلاس لبوں سے لگائے بیٹھی تھی۔ زیبا کے پوچھنے پر سر کو مثبت انداز میں ہلائے اس کی تقلید میں چل دی۔

"کیا بات ہے زیبا اس طرح کا رویہ کیوں اختیار کیا ہوا ہے تم نے؟" کمرے کا دروازہ بند کرتے فاطمہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی جو صوفے پر سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی۔

"آپ نے دیکھا نہیں بھابھی کس طرح وہ مجھے چڑانے کے لیے حرکتیں کر رہی ہے؟ کس طرح وہ زوار کی توجہ حاصل کرتی ہے؟ کس طرح گھر والوں کو اپنی انگشت پر نچاتی ہے؟ کس طرح اس گھر پر حکمرانی کرتی ہے؟ آپ نے کچھ نہیں دیکھا جو مجھ سے پوچھ رہی ہیں؟" زیبا حیرت و غصے کے ملے جلے تاثرات کے سنگ بولتی فاطمہ کو پل بھر میں متحیر کر گئی تھی۔

"آج تمہاری شادی کا پہلا دن ہے زیبا!!" فاطمہ صدمے سے بولتی اس کے پاس صوفے پر بیٹھی۔

"جی مجھے یاد ہے میری شادی کا پہلا دن ہے آج" زیبا نے رخسار پر بہتے آنسو کو رگڑ کر صاف کیا۔

"پہلے دن ہی تم اس قدر منفی رویہ اختیار کر گئی ہو تو باقی کی زندگی کیسے گزرے گی؟" فاطمہ اس جذباتی لڑکی کی جذباتیات سے اچھی طرح واقف تھی۔ جو دل میں ہوتا وہی منہ پر، کسی کا ادھار تو وہ رکھ ہی نہیں سکتی تھی۔

"میں نے منفی رویہ اختیار نہیں کیا بھابھی آپ نے دیکھا ہے کہ وہ کس طرح زوار سے کلام کرتی ہے کس درجے کی فرینکنس ہے دونوں میں کہ ایک پلیٹ میں ایک دوسرے کی چھوڑی ہوئی چیزیں تک کھا لیتے ہیں دونوں" زیبا کی آواز میں غصے کے باعث کپکپاہٹ تھی۔ فاطمہ نے گہرا سانس خارج کیا۔

"تو اس میں کونسا بڑی بات ہے؟" فاطمہ نے شانے اچکائے نرمی سے کہا۔

"ہم نے تو ایسا کبھی نہیں کیا، کزنز کے ساتھ تو دور کی بات ہم نے کبھی اپنے بھائیوں کے ساتھ یوں رویہ اختیار نہیں کیا بھابھی اور یہاں پر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہیں" ہاتھوں کو اٹھائے وہ فاطمہ کے اطمینان پر حیرانگی سے کہہ رہی تھی۔

"ہر گھر کا ماحول الگ کہانی رکھتا ہے زیبا ضروری نہیں جیسا ماحول ہمارے گھر میں تمہیں ملا ویسا یہاں پر بھی ملے اسی لیے اپنی جذباتیات کو ایک جانب رکھ کر خود کو پر سکون کرو اور اس گھر کا ماحول بھی پر سکون رہنے دو۔ روایتی محاذ شروع نہیں کرو۔ ساس بہو کے جھگڑے، نند بھاوج کی

لڑائیاں اچھی اور سمجھدار لڑکیاں اس قسم کے فتنوں سے خود کو کوسوں دور رکھتی ہیں" اس کے چہرے کو تھامے وہ اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی سعی کرنے کے ساتھ ساتھ اسے سمجھا بھی رہی تھی۔

"نند اور بھاوج کی لڑائی وہاں شروع ہوتی ہے بھابھی جہاں ایسا کوئی رشتہ ہو" زیبا کی ہنسی اور اس کا انداز فاطمہ کو بلکل پسند نہیں آیا تھا۔

"تو پھر کونسا رشتہ ہے یہاں پر؟" فاطمہ زیبا کی بات پر خود پر ضبط کرتی خود کو کچھ سخت کہنے سے باز رکھے ہوئے تھی۔

"سوتن کا"

"زیبا" زیبا کے کہنے پر فاطمہ غصے سے اس کا نام بلند آواز میں لیکر اسے کچھ بھی کہنے سے روک گئی تھی۔

"تمہاری شادی سے پہلے ہم نے تمہیں کیا سمجھایا تھا؟ کچھ یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو ایسی بات فضول ہے اور اگر نہیں یاد تو اسے یاد رکھو۔ اپنی محبت پر یقین کرنا سیکھو، اس کو اور اس سے جڑے رشتوں کو مان بخشو ان سے محبت اور ان کی عزت کرو گی تو ہی تمہاری زوار بھائی سے محبت قائم رہے گی" غصے سے دبے لہجے میں وہ زیبا کو خاموش کروا گئی۔ زیبا خاموش ہو کر خود پر ضبط کرنے لگی۔

"بھابھی میں کچھ غلط نہیں کہہ رہی میں زوار سے محبت۔۔۔"

"شادی کی پہلی صبح تم سے ایسے رویے اور اس طرح کی بے بنیاد باتوں کی توقع نہیں تھی ہمیں بہت مایوس کیا ہے تم نے بہت مایوس زیبا، اپنی انہیں بیوقوفانہ حرکات سے بہت جلد تم زوار بھائی کو کھو دو گی پھر کہاں کا رشتہ اور کہاں کی محبت؟" فاطمہ کو اس کی ایسی بات پر ہی غصہ بہت آ رہا تھا۔ اس لڑکی کو کتنا سمجھا بجھا کر بھیجا تھا لیکن یہاں وہ کیا کرتی پھر رہی تھی۔

"بھابھی آپ جانتی ہیں میں زوار کی محبت کو لیکر بہت حساس۔۔۔"

"فاطمہ آپا! حیدر بھائی بلا رہے ہیں کہتے ہیں ایمر جنسی ہے گھر چلنا ہے جلدی آئیں" نورین دروازے پر دستک دیتی گھبرائی سی جلدی میں اندر آتی اپنی بات کہتی زیبا کی بات ٹوک گئی تھی۔

"آپ چلیں ہم آرہے ہیں" نرمی سے نورین کو کہا وہ سر ہلاتے چلی گئی تو فاطمہ نے اپنا رخ زیبا کی طرف کیا۔

"ہو سکے تو ہماری باتوں کو پھر سے سوچنا زیبا ہم نہیں چاہتے تمہاری بیوقوفی تمہارے رشتے کو خراب کرے" دبے لہجے میں وارن کرتی وہ بھی کمرے سے نکل گئی اور زیبا گہرے سانس لیتی دروازے کو تکنے لگی۔

"ماں میں سیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" ماں کے گھٹنے کے ساتھ لگ کر بیٹھا اعظم ہلکی آواز میں کہتا ماں کو حیران کر گیا تھا۔

"اعظم؟" ماں نے تسبیح ایک جانب رکھی۔اس کا سر اٹھایا۔چہرہ اپنے سامنے کیا۔چہرے پر تذبذب تھا۔

"آپ دادی حضور سے بات کیجئے ماں، مجھے سیدہ طاہرہ سے شادی کرنی ہے اور جلد از جلد کرنی ہے۔" اعظم کے لہجہ ضدی تھا۔جیسے من پسند کھلونے کو دیکھ حاصل کرنے کے لیے بچہ ضد کرتا ہے۔

"تم جانتے ہو ناں عظمیٰ تمہاری منگ ہے۔" ماں کی آواز میں تنبیہ تھی۔اعظم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اس منگ کی دینی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں میں سیدہ سے جائز نکاح کرنا چاہتا ہوں" اس کی بات پر جہاں ماں خاموش ہوئیں وہی پر دروازے پر کھڑے باباجان متحیر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے حواس بحال ہیں اعظم کس قسم کی خواہش اور کس کے لیے کر رہے ہو تمہیں اندازہ ہے؟" دروازہ سرعت سے بند کرتے انہوں نے اعظم کو اپنے روبرو کھڑا کیا۔

"جی باباجان میں مکمل ہوش و حواس میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مجھے سیدہ طاہرہ سے حلال رشتہ قائم کرنا ہے اور جلد از جلد کرنا ہے" اعظم کا سر جھکا ہوا تھا۔باباجان نے ماں کہ طرف دیکھا۔

"بیگم آپ کے بیٹے کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ سمجھائے اسے کہ سیدہ بیٹی زوار کی منگ ہے اور عنقریب ان کا نکاح ہونے والا ہے۔جبکہ ان صاحب بہادر کی متوقع شریکِ حیات عظمیٰ بیٹی

ہیں۔" باباجان کی حیرت اب غصے میں بدل رہی تھی۔اعظم نے سختی سے آنکھیں بھینچ لی۔گہرا سانس خارج کیا۔

"باباجان میری شریکِ حیات سوائے سیدہ کے اور کوئی مستور نہیں بنے گی۔" اعظم اپنے مؤقف پر ڈٹا تھا۔باباجان غصے سے گہرے سانس لیتے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"اعظم اتنی ضد کیوں کر رہے ہو بیٹا؟ پہلے تو کبھی نہ کیا ایسا تو پھر اب کیوں؟"ماں کو تو اپنے بیٹے کا باغی اور ضدی انداز ہی ہضم نہیں ہو پا رہا تھا۔

"واہ خوب بیگم، آپ اپنی بھانجی سے منسوب حق کا دفاع ہی نہیں کر پا رہی ہیں؟" باباجان اعظم کے غصے کا ملبہ اب ماں پر انڈیل رہے تھے۔وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اعظم ان کا فرمانبردار بیٹا ان کی بھتیجی کے بارے بات کر رہا ہے۔

"ایسی بات نہیں ہے شاہ جی، میں اپنی بھانجی کے حق کا دفاع کر لوں لیکن پہلے اپنے بیٹے کو تو سمجھ لوں۔آخر اتنی ضد وہ کیوں؟ کس کے لیے کر رہا ہے؟" اعظم نے بے بسی سے ماں کی جانب دیکھا۔جن کی گہری اندر تک اترتی نظریں اعظم کو جانچ رہی تھیں۔

"آپ کے بیٹے کو سرکش کر دیا ہے یونیورسٹی کی تعلیم اور آزاد ماحول نے، اعظم تمہاری ایسی اعلیٰ تعلیم سے کیا حاصل جو کسی اور کی عطرت کی عزت کرنا نہ سکھا سکے، جو یہ بھلا ڈالے کہ امانتوں میں خیانتیں نہیں کی جاتیں، جو زبانوں سے کیے عہد و پیماں کو نبھانے میں ناکام رہ جائیں وہ زندگی میں کبھی اپنے پاؤں پر اپنے زورِ بازو سے کھڑے نہیں ہو پاتے" باباجان کے لب و لہجے میں حد

درجہ رنجیدگی کی جھلک تھی۔اعظم نے لب دبائے۔دکھ سے باپ کی جانب دیکھا۔نظروں میں کسی کے امید وابستہ کے ہاتھ بندھے دکھائی دیئے۔اعظم لمحوں میں فیصلے پر پختہ ہوا۔

"اسی زبان سے کیے عہد کو مکمل کرنے کے لیے آپ سے عرضی کر رہا ہوں باباجان، میں جلد از جلد سیدہ کو اپنے نکاح میں قبول کرنا چاہتا ہوں۔دادی حضور سے بات کر لیجئے نہیں تو یہ فریضہ بھی میں خود ہی انجام دے لوں گا۔ابھی چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔اپنا خیال رکھئے گا۔"مضبوط انداز میں کہتا وہ کمرے سے چلا گیا۔ماں اور باباجان اس کی ہٹ دھرمی پر اس کی چھوڑی ہوئی جگہ کو تکتے رہ گئے۔

"یہ کہا کہہ گیا ہے بیگم؟ کیا سیدہ بیٹی سے کوئی عہد و پیماں؟"

"نہیں شاہ جی، سیدہ میرے ہاتھوں کی پلی بڑھی ہے اور اعظم میرا بیٹا، میں ان دونوں کی رمزوں سے آشنا ہوں۔" باباجان کے متوقع سوال پر یقین سے کہتی ان کا کہنا سچ تھا۔

"تو پھر کبھی آتے جاتے۔۔۔؟" باباجان ماں کے پاس بیٹھتے فکرمندی سے پوچھ رہے تھے۔

"وہ دونوں الگ شہروں میں الگ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں شاہ جی، ایک دوسرے کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے یہ ہمارے گھرانوں کی تربیت نہیں"ماں وثوق سے کہتیں باباجان کے سوالات پر بندھ باندھ گئی تھیں۔باباجان خاموشی سے کسی گہری سوچ میں غرق ہوئے تھے۔ماں اس سوچ میں تھیں کہ ان کا فرمانبردار بیٹا آیا اتنا ضد وہ بھی اچانک سے کیوں کرنے لگا ہے۔معاملہ جو ہے وہ عیاں نہیں وہ پوشیدہ ہے۔کچھ تو ہے جس کی پردہ داری کی جا رہی ہے۔

"چند ماہ ہیں میرے پاس سیدہ، آپ فکر نہیں کریں، میں ہر مسئلے کو سلجھا لوں گا۔ مجھ پر کامل یقین رکھئے" سرمئی سڑک کے کنارے ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اس گاڑی میں مکمل حجاب و نقاب جس سے وجود کی چمڑی کا کوئی حصہ قابلِ بصیرت نہیں تھا ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کا رخ ونڈو کی جانب تھا۔ سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا ہوا تھا۔ اعظم کی بات پر طاہرہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں، میری غلطیوں کے باعث ہر معاملہ خراب ہو چکا ہے۔ اب سوائے طنز و نشتر اور رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہیں" سیدہ طاہرہ اپنے وجود میں رونما ہوتی مختلف تبدیلیوں کو محسوس کرتی کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری ہو کر کہتی اعظم کا جگر ہلا گئی تھی۔

"رسوائی آپ کا مقدر نہیں سیدہ، آپ سے غلطی ہوئی شرمندہ ہیں آپ لیکن میرا وعدہ ہے میں اس غفور و رحیم کی صفت 'معاف کرنے والا' کو اپنا کر طنز و نشتر اور رسوائی کا رخ آپ کی جانب سے موڑ دوں گا۔ سید اعظم علی شاہ کا عہد ہے۔" گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد اسٹیئرنگ گھماتے وہ مضبوط اور سچے لہجے میں کہتا طاہرہ کو اپنی جانب متوجہ کر گیا تھا۔

"میں اس لائق تو نہیں" طاہرہ کی آواز مدھم تھی۔ اعظم نے لب بھینچے۔ اس کی شرمندگی پر پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی تسلی کوئی دلاسہ موجود نہ تھا۔ گہری خاموشی میں مدھم سی

سسکیاں خاموشی کے راج کو مانند کرتی اعظم کو بے چین کر گئی تھیں۔ وہ اختیار نہیں رکھتا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے چن لیتا۔ اس نے اسٹیئرنگ پر جمے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو خالی تھے۔ ارد گرد کے مناظر دھندلانے لگے تھے۔ اس کی مدھم سسکیاں اب سماعت سن نہیں پا رہی تھی۔ جبکہ اپنی سسکیاں وہ بخوبی سن سکتا تھا۔ بھیگی پلکیں آنکھوں سے جدا کیں تو حال کا منظر روشن ہوا۔ سامنے دروازہ تھا جس سے سر جوڑے وہ ماضی کے چند پلوں کو انتہائی نزدیک محسوس کرتا اب بھی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

"میں اس لائق نہیں تھا سیدہ جو آپ کا ہمسفر بننا میرا مقدر بن جاتا" دروازے سے سر ہٹا کر وہ کتاب خانے سے ملحق غسل خانے میں خود کو تازہ دم کرنے کے چند منٹوں بعد دروازے کے پاس اسے کھولنے کے لیے ہی کھڑا تھا جب دستک پر دھیرے سے دروازہ کھولا۔ سامنے گھبرائی سی سدرہ کھڑی تھی۔

"اعظم بھائی پلیز جلدی چلے بھابھی کی طبیعت صحیح نہیں ہے" سدرہ کی بات پر کچھ حیرانگی اور تشویش سے تیزی کے ساتھ اپنے کمرے میں پہنچا جہاں عظمیٰ بیڈ پر نڈھال سی نیم دراز تھی۔ ماں اور نور چاچی اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو مسل رہے تھے۔

"اعظم، عظمیٰ کے دردزہ شروع ہو گیا ہے بیٹا ہمیں اسے فوری ہسپتال لے جانا ہو گا" دادی حضور اسے دیکھتے لمحہ بھی ضائع کیے بغیر بولی۔ اعظم پریشانی سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے سر ہلا گیا۔ آدھے گھنٹے کی مسافت کی بعد عظمیٰ کو ہسپتال پہنچا کر وہ بے صبری سے لیبر روم سے چند میٹر کے فاصلے پر کھڑا دل سے دعا کر رہا تھا۔

"پیشنٹ کا بی پی بہت ہائی ہے، جو کہ بہت ٹینشن اور سٹریس کے باعث ہے۔ ان کا بی پی جیسے ہی نارمل ہو گا ہم اپنا پروسیجر شروع کریں گے۔ زچہ و بچہ کی جان خطرے میں ہے آپ لوگ دعا کیجئے" لیبر روم سے ایک ڈاکٹر نکلتی ان کا دل لرزا گئی تھی۔ وہاں پر موجود سبھی کی نظریں اعظم کی جانب اٹھیں جو نظریں کھلا کر اعترافی سند سے نواز گئے تھے۔

Episode 8

"مبارک ہو بیٹی پیدا ہوئی ہے" اعظم اس کے والدین عظمیٰ کے والدین، فاطمہ اور حیدر ہسپتال کے کوریڈور میں کھڑے تھے۔ ہاتھوں میں ننھا سا وجود اٹھائے نرس شاہ خاندان کی طرف آتے ہوئے بولی تھی۔ سب کے چہروں پر ایک ساتھ مسرت و خوشی پھیلی تھی۔

"میری مسز کیسی ہیں ؟" اعظم کے لہجے میں بے قراری تھی۔ نرس اس کی فکر پر مسکرائی تھی۔ بچی کو اس کے اشارے پر ماں کی طرف بڑھایا۔

"وہ بلکل ٹھیک ہیں بی پی بھی نارمل ہے ابھی سٹچز ہو رہے ہیں کچھ دیر تک انہیں روم میں شفٹ کر دیا جائے گا" ننھے سے وجود کو ماں کی گود میں دیتے وہ مسکرائی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"ماشاءاللہ اللہ نصیب اچھے کرے میری پوتی کے" بچی کو گود میں اٹھائے ماں کے نم لہجے سے الفاظ ادا ہوئے تھے۔ مسکرا کر بچی کو دادا کی طرف کیا۔

"اللہ ہر بری نظر سے بچائے اللہ نصیب اچھے کرے" نانی اور نانا نے بھی خوب پیار کیا۔ حیدر اور فاطمہ نے بھی اچھے نصیب کی دعا کرتے نومولود کو اس کے بابا کی گود میں دیا۔ نم آنکھوں سے

بچی کو گود میں لیتے اس کی ذہن کی اسکرین پر کچھ مناظر ابھر کر معدوم ہوئے تھے۔ نومولود کی پیشانی کو لبوں سے چھوتے وہ کتنے ہی آنسو اپنے اندر اتارتا چلا گیا۔

"بھائی؟" اعظم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیدر نے اسے تسلی دی تھی۔ حیدر کی نظروں کے سامنے بھی ویسے ہی مناظر چل رہے تھے۔

"حیدر وہ بھی تو ایسا ہی ہے ناں" بچی کو دیکھتے وہ بھول گئے تھے کہاں کھڑے ہیں اور کن کے درمیان کھڑے ہیں۔ فرط جذبات سے بچی کو کلیجے سے لگائے وہ ٹھنڈک محسوس کرتا ہوا بول رہا تھا۔ ماں، بابا، عظمیٰ کے والدین اور فاطمہ ان کی ہی طرف متوجہ تھے۔ جن کے چہرے پر الجھن تھی۔

"اعظم بھائی سب ہماری جانب متوجہ ہیں، لائے اس شہزادی کو چاچو کی گود میں دیں" اعظم کو موقع کی مناسبت سمجھنے کا کہتا وہ بچی کو اپنی گود میں لے چکا تھا۔

"کس کی بات کر رہا ہے اعظم؟" عظمیٰ کی والدہ کے چہرے پر ابھی بھی الجھن تھی۔ جس کے باعث وہ پوچھے بغیر نہیں رہ پائیں۔ اعظم اور حیدر نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"وہ ممانی جان۔۔۔"

"اسلام علیکم" حیدر کچھ بہانا بناتا اس سے پہلے سماعت میں پڑتی آواز پر اس کی زبان کو بریک لگا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت ہوا تھا۔ پورے بدن میں عجب سی لہر دوڑ گئی تھی۔ اعظم کے حالات بھی مختلف نہیں تھے۔ فاطمہ اچانک اس کی آمد پر نقاب درست کرتی رخ تبدیل کر گئی تھی۔

"وعلیکم السلام آؤ دائم بیٹا دیکھو تو تمہاری ناز و نعم سے پلی بہن کی بیٹی کتنی پیاری ہے" عظمیٰ کی والدہ خوبرو سے مرد کی جانب بڑھی تھیں۔اس کا بازو پکڑ کر حیدر کے سامنے کھڑا کیا تھا۔جس کی نظریں سٹل ایک جگہ دائم پر تھیں۔

"کیسے ہو حیدر؟ کیا مجھے میری بھانجی کو گود میں لینے کا موقع ملے گا؟" رعب دارانہ آواز میں مدھم مسکان کے ساتھ وہ حیدر کی نظروں میں دیکھ کر بولا تھا۔جس کی آنکھوں میں کوئی بھی تاثر نہیں تھا۔اتنے عرصے بعد اسے اپنے روبرو دیکھ اس کے اعصاب بھاری ہو رہے تھے۔

"اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے بیٹا تمہاری اپنی بھانجی ہے جب دل چاہے گود میں لو" ماں نے حیدر کی گود سے بچی کو اٹھا کر دائم کی گود میں ڈالا۔اعظم لب بھینچے کھڑا تھا۔اپنی بیٹی کو اس کی گود میں دیکھ کر ضبط کے باعث اعظم کے اعصاب چیخ رہے تھے۔

"ماموں اپنی بیٹی کے لیے بہت سے تحائف اور ڈھیر سارا پیار لایا ہے" دائم کا لہجہ شفقت سے لبریز تھا۔بھانجی کے لیے محبت مثالی تھی۔اس کی پیشانی کو چومنے کے لیے ابھی وہ جھکا ہی تھا۔

"میری بیٹی کو تمہارے پیار کی ضرورت نہیں ہے۔" آخرکار اعظم کا ضبط جواب دے گیا۔ تبھی اس کے قریب جاتے اس کے شانے کو پکڑ کر منع کیا۔جس پر حیدر نے اعظم کی طرف دیکھا جو شعلہ اگلتی نظروں سے دائم کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے صالم نگلنے کا ارادہ ہو۔

"کیا مطلب ہے اعظم؟ دائم ماموں ہے اس کا حق رکھتا ہے وہ،اسے پیار کرے یا بوسہ دے تم روکنے کا حق نہیں رکھتے" عظمیٰ کے والد نے ناگواری سے پوچھا تھا۔اعظم نے ایک نظرا نہیں

دیکھا۔لبوں پر بہت سے سوال تھے۔بہت سے راز تھے۔جس کا لاوہ اندر ہی اندر اسے بھسم کر رہا تھا۔

"نومولود بچوں کو بوسہ و کنار نہیں کرتے ماموں جان بھائی اس لیے کہہ رہے ہیں کہ ان دیکھے چھوٹے چھوٹے جراثیم ہوتے ہیں اور بچوں کی سکن حساس تو۔۔۔"حیدر اعظم کے خاموش لب دیکھ کر فوراً سے وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا۔جس پر وہاں سب کھڑے نفوس پر سکون ہوئے تھے یا نہیں یہ تو حیدر نہیں جانتا تھا لیکن اعظم کا شانہ تھام کر اسے اپنے ساتھ لیکر وہ کوریڈور میں آگے بڑھ گیا۔

"بھائی کیا کر رہے ہیں آپ؟آپ کو ذرا سا بھی احساس ہے؟"کوریڈور سے باہر نکلتے ہی حیدر اسے کھڑا کرتے ہوئے ناراض لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیٹی کو اپنی گود میں اٹھانے کی؟اس پر حق جتانے کی؟"اعظم حیدر کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کمال ضبط سے دبے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔آنکھوں کی سرخی میں یکدم اضافہ ہوا تھا۔

"بھائی پہلے تو آپ ریلیکس ہو جائیں اس طرح بلاوجہ کا غصہ۔۔۔"

"بلاوجہ کا غصہ ہے یہ؟"اعظم نے اسے آنکھیں دکھائیں۔دانت بھینچ کر حیدر نے خود کو پر سکون کیا۔

"بھائی پلیز۔۔۔۔"

"بچوں کو محبت کبھی ضرورت کے لیے نہیں کرتے اعظم بچے حق رکھتے ہیں کہ انہیں محبت دی جائے" حیدر کچھ بولتا اس سے پہلے دائم کی آواز پر اعظم نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تمہاری محبت کی ضرورت نہیں ہے وہ میری بیٹی ہے اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے" اشتعال سے اعظم، دائم سے کہتا رخ موڑ گیا۔ حیدر نے بالوں میں ہاتھوں کو پھیرا۔

"ماموں ہوں اس کا"

"اور میں باپ ہوں اس کا لہذا میرے خون سے، میری اولاد سے دور رہو" انگشت دکھاتے سرخ نظریں اس وجیہہ چہرے پر گاڑ کر اعظم نے کہا۔ دائم کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ معنی خیز مسکراہٹ۔ بہت راز لیے ہوئے مسکراہٹ۔ بہت کچھ سے آشنا مسکراہٹ۔ گہرے راز سموئے ہوئے مسکراہٹ۔ استہزائیہ مسکراہٹ۔

"اپنے قول کو یاد رکھنا اعظم تمہارا قول تمہیں، تم لوگوں کو بہت مہنگا پڑے گا۔ میرا خون اور میری اولاد" پتھریلے تاثرات سجائے وہ ابھی انگشت دکھائے دونوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ اس کے پتھریلے تاثرات اور سخت الفاظ پر حیدر اور اعظم تلملا اٹھے تھے۔

"اپنی بکواس بند کرو اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا سنا تم نے نکل جاؤ یہاں سے" ہسپتال میں کھڑے ہونے کے باعث اعظم کی آواز بلند نہ ہونے پائی تھی۔ دوسری جانب حیدر نے اس کی بازو کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔

"لگتا ہے پرانے زخموں کو مندمل نہیں ہونے دیا تم نے سید اعظم علی شاہ"

"پلیز دائم شاہ آپ چلے جائیں یہاں سے، اس سے پہلے کہ ہم اپنا ضبط کھو دیں اور معاملہ مزید بگڑ جائے آپ کا جانا مناسب ہے" اعظم کو اپنا آپ کھوتا دیکھ حیدر اپنے چٹختے اعصابوں کو کمال حیرت سے ضبط کرتے بولا تھا۔ جس پر اعظم نے اپنے کوٹ کے بٹن کو بند کیا۔

"تمہاری سیکورٹی کسی کام کی نہیں۔ کل میں اپنے بیٹے سے ملا ہوں۔ وہ بہت محبت سے ملا مجھ سے اس کے گلے لگانے میں بہت شدت اور تڑپ تھی۔ کیا تم اس کا بہتر خیال نہیں رکھتے حیدر؟" چہرے پر فکر اور مدھم سا غصہ سجائے وہ اعظم اور حیدر کا خون خشک کر گیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی" حیدر سے خود کو چھڑاتے اعظم نے بنا جگہ کا سوچے دائم پر ہاتھ اٹھایا جسے ہوا میں ہی معلق رہنا پڑا۔

"ہاتھ اٹھاؤ گے تو توڑنے کا ہنر میں بھی رکھتا ہوں۔ لہٰذا انہیں قابو میں رکھو" دائم اس کا ہاتھ ایک جھٹکے سے جھٹک کر گویا ہوا۔ چہرے پر غصہ جھلکنے لگا تھا۔ حیدر تو ابھی تک حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ ارد گرد دیکھتے ہوئے وہ اعظم کو سنبھال رہا تھا جو آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

"بہت کر لی تم لوگوں نے اپنی من مانی، اب مزید نہیں، اب تم لوگوں کو معلوم ہو گا سید دائم علی گیلانی کی طاقت کا جب تم لوگوں کے باندھے حصار کو توڑ کر میں اپنا بیٹا تمہاری نظروں کے سامنے اپنے نام لکھواؤں گا۔ بہت جلد ملاقات ہو گی کورٹ میں اپنا ہوم ورک تیار رکھنا۔" ان دونوں کو انگشت دکھا کر وہ ہسپتال سے نکل گیا اور پیچھے حیدر اور اعظم شاہ کے زیرِ اثر کئیں لمحے کچھ بولنے کے قابل نہ رہے تھے۔

"اعظم بھائی، بھابھی کو روم میں شفٹ کر رہے ہیں" فاطمہ کی آواز پر وہ دونوں چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے جو کہہ کر چلی گئی۔

"طوفان سر پر ہے حیدر، بہت کچھ غلط ہونے کا وقت ہوئے چاہتا ہے" اعظم کے لہجے میں آنے والے وقت کو لیکر اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔

"خود کو ذہنی و جسمانی طور پر پر سکون رکھے بھائی۔ فلحال کچھ بھی نہیں سوچنا یہاں اس معاملے سے فارغ ہو کر سوچتے ہیں اس طوفان کو کیسے روکنا ہے۔" اعظم کے شانے کو تھپتھپا کر حیدر نے تسلی دی اعظم سر ہلا کر اندر بڑھ گیا جس کی تقلید حیدر نے بھی کی۔

زیبا اور زوار کے ولیمے میں گھر سے بہت کم افراد نے شرکت کی تھی اور زیبا کو گھر لے آئے تھے۔ رات گزر کر دن کا سورج سر پر چڑھ آیا تھا۔ اعظم کے مشورے پر حیدر اسلام آباد جانے کے لیے تیار تھا اور دادی حضور اس کے اکیلے جانے پر خفاسی ہو رہی تھیں۔ تبھی فاطمہ کو حیدر کے ساتھ جانے کا حکم دے چکی تھیں جس پر حیدر انکاری تھا۔ مہمان خانے میں فاطمہ کی ماں، سدرہ، زیبا اور تایا جان موجود تھے۔

"دادی حضور یہاں پر سیدہ کی زیادہ ضرورت ہے" حیدر چہرے پر پریشانی سجائے اپنی بات پر قائم تھا۔ فاطمہ سر جھکائے خاموش کھڑی تھی۔

"ہم نے تم سے پوچھا نہیں ہے حیدر کہ کہاں کس کی ضرورت ہے۔ تم فاطمہ کو ساتھ لیکر جاؤ بات ختم" دادی حضور مہمان خانے میں صوفے پر بیٹھی اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئی تھیں۔

"سیدہ سے بھی پوچھ لیں وہ کیا کہتی ہیں" حیدر نے تھک ہار کر ہتھیار ڈالے اور سارا معاملہ فاطمہ پر ڈال دیا۔

"آپ بتائے بیٹے آپ کو کوئی اعتراض؟" دادی حضور کے پوچھت پر فاطمہ نے ایک نظر حیدر کو دیکھنے کے بعد سر نفی میں ہلا دیا۔ حیدر نے گہرا سانس لیکر آنکھیں بند کی تھیں۔

"اپنا سامان پیک کریں آج رات تک حیدر کے ساتھ آپ اسلام آباد جا رہی ہیں" ان کی بات پر سر ہلاتے وہ مہمان خانے سے نکلتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ حیدر گھر سے باہر نکل کر باغیچے کی جانب چل دیا۔ باغیچے میں پہنچ کر اس نے اعظم کو کال ملائی۔

"اعظم بھائی، دادی حضور نے سیدہ کو ساتھ لے جانے کا حکم دیا ہے اور چاروناچارا نہیں ساتھ لیجانا ہوگا" حیدر کی پریشانی میں ڈوبی آواز پر اعظم بھی ہسپتال میں بیٹھا پریشان ہوا ٹھا تھا۔

"کسی بھی طرح دادی حضور کنونس نہیں ہو رہی؟"

"نہیں بھائی میں نے ہر طرح سے کوشش کر لی ہے وہ بات سن ہی نہیں رہیں۔" اعظم نے اپنی پیشانی کو مسلا۔

"فاطمہ کیا کہتی ہیں؟" اعظم نے پوچھا۔

"وہ دادی حضور کا حکم کیسے ٹال سکتی ہیں، جب ان کے کہنے پر مجھے وہ برداشت کر سکتی ہیں تو یہاں تو پھر چھوٹی سی بات تھی" حیدر نے گہرا سانس لیا۔

"فاطمہ کے جانے سے بہت سے رازوں سے پردہ چاک ہو سکتا ہے۔" اعظم کے لہجے میں ایک ڈر سا تھا۔

"اس وقت جو حالات بن گئے ہیں بھائی کسی بھی اور طرح سے گھر میں کسی کو معلوم ہو ہمیں خود یہ چند باتیں بتا دینی چاہئے تا کہ کوئی معاملہ بگڑے بھی تو ایٹ لیسٹ گھر والے تو ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو اور سیدہ سے بیسٹ مجھے نہیں لگتا کوئی ہو سکتا ہے وہ بات کو سمجھ جائیں گی ہماری مجبوری سمجھے گی"

"حیدر میں ہمت نہیں ہارنا چاہتا۔ جتنا اس معصوم پھول کو سینچ کر رکھا ہے میں اس پر گہری دھوپ برداشت نہیں کر سکتا اور پھر دائم کا یوں دھمکانا اور اس سے ملنا مجھے سچ میں خوفزدہ کر گیا ہے۔" اعظم کی بات پر حیدر نے سر کے بالوں کو سہلایا تھا۔

"یہ سب تو اب وہاں جا کر معلوم ہو گا کہ کیوں اور کیسے وہ اس سے مل آیا ہے اور میری سیکورٹی اتنی کمزور کیسے ہو گئی؟ بھائی اب میں چاہتا ہوں کہ ہر حقیقت عیاں ہو جائے تا کہ ایک سچ کو چھپانے کے لیے ہمیں مزید جھوٹ نہ بولنے پڑے۔" حیدر کی پر عزم بات پر اعظم محض خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی باتوں میں دم تھا۔ اگر آج حقیقت عیاں ہو جاتی ہے اور غلط انداز میں گھر والوں تک پہنچتی ہے تو ایک نیا انقلاب گھر میں ہی شروع ہو جائے گا اور نقصان کے متحمل وہ نہیں ہو سکتے تھے۔

"ارجنٹ آج رات کی فلائیٹ ملی ہے۔آٹھ بجے ہمیں نکلنا ہے۔کیا پیکنگ ہو گئی ہے؟"کمرے میں داخل ہوتے فاطمہ کو بیگ پر جھکا دیکھ حیدر بولا۔فاطمہ اس کی آواش پر چونک کر سیدھی ہوئی اور بیڈ سے دوپٹہ اٹھا کر سر پر لیا۔

"جی تقریباً" سنگھار میز سے اپنی چند ضرورت کی اشیاء اٹھاتے اس کا لہجہ مدھم تھا۔حیدر جو سائیڈ ٹیبل پر موبائل چارجنگ پر لگانے میں مشغول تھا۔اس نے فاطمہ کی جانب دیکھا۔جو اب بیگ میں چیزیں ڈال رہی تھی۔چہرے پر سنجیدگی تھی۔پلکیں رخسار پر کھلی ہوئی تھیں۔حیدر کو وہ کچھ پریشان سی لگی۔الجھی الجھی پریشان سی۔

"کیا ہوا ہے کوئی بات ہے؟" تکیے کو سیٹ کر کے بیٹھتے ہوئے حیدر نے اپنا لہجہ سرسری سا بنایا تھا۔فاطمہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔واپس سر جھکا دیا۔

"کچھ نہیں ہوا کوئی بات نہیں ہے" بیگ کی زپ بند کرتے فاطمہ کا لہجہ بہت اجنبی سا تھا۔جو حیدر کو شدت سے محسوس ہوا تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"آپ پریشان دکھائی دے رہی ہیں اگر کوئی مسئلہ۔۔۔"

"حیدر آپ ہماری طرف سے بے فکر رہے ہم وہاں آپ کو تنگ نہیں کریں گے۔ہم بھابھی کو اس وقت میں اکیلا چھوڑ کر خود جانا نہیں چاہتے لیکن دادی حضور کا کہا ٹال بھی نہیں سکتے یوں سمجھ لیجئے جیسے ہماری مجبوری ہے۔" فاطمہ نے بیگ اتار کر ایک جانب سنگھار میز پر رکھا۔اور بیڈ

پر اس کے سامنے کھڑے ہو کر سنجیدگی سے وضاحت دی۔ حیدر محض خاموشی سے اس کی وضاحت کو سننے میں مصروف تھا۔

"ایک شکوہ کروں آپ سے ؟" حیدر کے سوال پر فاطمہ کچھ حیران سی ہوئی۔

"جی ؟" نا سمجھی سے حیدر کو دیکھا۔

"آپ کی اہمیت میرے دل اور زندگی میں بہت زیادہ ہے فاطمہ، میری ہمیشہ سے ایک چھوٹی سی خواہش رہی ہے کہ کبھی جو آپ میری چاہت کو سمجھ لیں لیکن شائد میری زندگی ختم ہو جائے اس بات کا یقین دلاتے دلاتے لیکن آپ کو یقین نہیں آئے گا۔" اس کے روبرو کھڑا ہو کر مدھم مسکراہٹ کے سنگ حیدر نے معصوم سا شکوہ کیا اور کمرے سے نکل گیا۔ جبکہ فاطمہ اس کی بات پر سانس نہ لے پائی تھی۔ دم سادھے وہ ابھی تک ساکت کھڑی تھی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ ہوش میں آتی گہرا سانس لیکر اپنے گرد پھیلی حیدر کی خوشبو کو ان ہیل کرنے لگی تھی۔

Episode 9

"ماں سر میں تیل لگا دیجئے پلیز" ہاتھوں میں کٹوری اٹھائے وہ کھلے بالوں کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تو ماں کی جگہ کسی اجنبی چہرے کو دیکھ کر اپنا حلیہ یاد آیا فوراً سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ رخ موڑ گئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا وہ اسے بنا حجاب اور نقاب کے برہنہ سر کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔ طاہرہ کو خود کی بے اختیاری پر شدید غصہ آیا۔

"معاف کیجئے گا مجھے معلوم نہیں تھا" گھبراہٹ سے پورا بدن کانپ رہا تھا۔ حیدر کے بعد پہلی بار کسی غیر مرد کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تھی اس کی گھبراہٹ اور اس کا لرزنا معمولی بات تھی۔

"میں بھی آپ سے معافی چاہتا ہوں بے اختیاری میں آپ پر نظر پڑ گئی دراصل مجھے یہاں خالہ نور لائیں تھیں کچھ سامان تھا جو ممانی جان کے ہاں لے جانا تھا۔" رخ موڑ کر کھڑی لڑکی کے بال اس کے بھورے رنگ کے اوڑھے دوپٹے میں سے بھی نظر آرہے تھے۔ اس کی ایک جھلک کو یاد کرتے دائم کا دل بھی پوری شدت سے دھڑکا تھا۔ اس کا بھی یوں پہلی بار اس گھر کی بیٹی کو دیکھنا اور اس سے بات کرنا بہت عجیب لگا تھا۔ جو وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

"یہ لیجئے دائم بیٹے" ماں جو کچن سے نکلتی ہاتھوں میں کور سے ڈھکی پلیٹ اٹھائے دائم کی جانب بڑھی اور اسے پلیٹ تھمائی۔

"کیا ہوا بیٹے؟ گھبرائے ہوئے کیوں لگ رہے ہو؟" طاہرہ کو ابھی تک انہوں نے نہیں دیکھا تھا دائم کی اڑی رنگت کو دیکھتے وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ دائم نے نظر کی نظر اٹھا کر اس جگہ کو دیکھا جہاں طاہرہ کھڑی تھی لیکن اب وہ جگہ خالی تھی۔

"نہیں کچھ نہیں خالہ جان میں ٹھیک ہوں۔ شکریہ" ان کی بات کا متوازن سا جواب دیتے وہ پلیٹ اٹھائے سیڑھیاں لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

"دائم کہاں جارہے ہو تیزی میں "اسے سرعت سے گیٹ عبور کرتے دیکھ اعظم تحیر سے اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے بولا۔ دائم سختی سے آنکھیں بھینچ کر مسکراتے چہرے سے اس کی جانب پلٹا۔

"نہیں یار کافی دیر ہو گئی ہے تو بس گھر جارہا تھا" اعظم سے مصافحہ کرتے وہ اپنی حالت پر کنٹرول کر چکا تھا۔

"مجھ سے تو ملے نہیں تم خیریت تو ہے کوئی ناراضگی ہے؟" اعظم کی بات پر وہ مسکرادیا۔

"نہیں یار ممانی جان سے ملاقات ہوئی پھر دادو سے بھی مل لیا نور خالہ سے بھی ملاقات ہو گئی تم حیدر اور مومن گھر نہیں تھے تو سوچا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں تو اس لیے"

"چلو آجاؤ اب تو میں آگیا ہوں گپ شپ لگاتے ہیں" اس کا کندھا تھام کر اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے اعظم نے کہا اور اس کی ضد پر چارو ناچار اس کے سنگ اندر کو بڑھ گیا۔ جہاں ممانی جان کے ساتھ بھورے رنگ کا دوپٹہ اوڑھے وہی لڑکی بیٹھی تھی جس کے نام سے بھی وہ ناواقف تھا۔

"افف یا اللہ پھر سے نہیں" دائم دل میں دعا کرتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا اعظم کے سلام بلانے پر وہ تیزی سے کھڑی ہوئی۔ اعظم نے ایک سرسری سی نظر بھی طاہرہ پر نہ ڈالی۔ اور دائم کو لیتا اسٹڈی روم کی جانب بڑھ گیا۔ جانے سے پہلے وہ کافی کا کہنا نہیں بھولا تھا۔

"طاہرہ جائیں بیٹے کافی تو بنا دیجئے اور ملازمہ کے ہاتھ اندر بھجوا دیجئے گا" تائی ماں کی آواز پر وہ سر ہلاتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔ اسٹڈی روم کی جانب بڑھتا دائم اپنی ممانی جان کی آواز باآسانی سن چکا تھا۔

"طاہرہ، سیدہ طاہرہ" دل ہی دل میں سنا نام دہراتے اس کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"سیدہ، دائم ہمارے ساتھ جائیں گے" فرسٹ سمسٹر کے پیپرز کے بعد وہ اعظم اور طاہرہ گھر جا رہے تھے جب اعظم اس کے لیے دروازہ کھول رہا تھا تو اعظم نے کہا جس پر طاہرہ نے چونک کر فرنٹ سیٹ کے پاس کھڑے دائم کو دیکھا جس کی نظریں سٹل اس کی آنکھوں پر تھیں۔ طاہرہ نے گھبرا کر سر اثبات میں ہلایا اور بیک سیٹ پر بیٹھی۔ گاڑی سڑک پر چلنے لگی تو اعظم اور دائم آپسء گفتگو کرنے لگے اور ان دونوں کی آواز میں سے زیادہ پرکشش اور ٹھہراؤ والی آواز دائم کی تھی۔ جتنا وہ خود پرکشش تھا اس کی آواز اس سے زیادہ دل کو لبھا رہی تھی۔ ان دونوں کی کسی بات پر قہقہہ بلند ہوا تو طاہرہ نے چونک کر سامنے شیشے سے دائم کو دیکھا جس کی مسکراہٹ دلکش تھی۔ دائم جب یکدم چپ ہوا تو طاہرہ نے اسے خود کو دیکھتا پایا۔ طاہرہ نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا اور رخ ونڈو کی جانب کر کے بیٹھ گئی۔

یہ ان کی دوسری ملاقات تھی نظروں کے گناہ کے مرتکب وہ دونوں ہو چکے تھے۔دن گزرتے گئے اور اعظم کے ساتھ دائم کا آنا جانا زیادہ ہو گیا۔جس کی واحد وجہ طاہرہ کی پردے میں چھپی وہ دو آنکھیں تھیں جن کے دیدار کے بغیر دائم کا اب گزارا نہیں ہوتا تھا۔طاہرہ کی جانب سے بھی نظریں بے چین رہتی اگر جو دائم کا پرکشش چہرہ اسے دکھائی نہ دیتا۔نگاہیں ملتی رہیں اور جذبات نمو پاتے رہے۔

"مجھے اپنی تربیت پر مکمل یقین ہے وہ کبھی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتیں جس سے میرا سر شرم سے جھک جائے میری بیٹیاں میرا غرور ہیں" طاہرہ اور فاطمہ کی اعلیٰ تعلیم کی پڑھائی کے متعلق کسی رشتے دار کی بات کے جواب میں ان کی ماں نور کا یہ جواب تھا۔طاہرہ کتنے ہی پل بس اس مان کو سوچتی رہی تھی۔

سفید کور والی ڈائری نکال کر میز پر رکھی اور اس پر پنسل گھسیٹنے لگی۔

"مجھے محبت ہو گئی ہے۔کیا سچ میں مجھے محبت ہو گئی ہے؟اس کا کسی اور کی طرف دیکھنا، کسی اور سے بات کرنا، کسی اور کی مدد کرنا، کسی سے مسکرا کر بات کرنا، میرے اندر عجب سی بے چینی کو جنم دینے لگا ہے۔وہ مجھ سے بات کرے تو دل چین میں رہتا ہے۔وہ میرے ساتھ مسکرائے تو میری روح مسکرا اٹھتی ہے۔وہ میرے آس پاس ہو تو میں پر سکون رہتی ہوں۔وہ بولے تو لفظ مہکتے ہیں۔اس کی آواز میری سماعت کو معطر کر دیتی ہے۔میرا دل اس کی جانب ہمکنے لگا ہے۔ میں چاہتی ہوں وہ میرے پاس رہے۔میرے قریب رہے۔انتہائی قریب۔۔"چند سطور لکھ

ے کے بعد ماں کی محبت، تربیت اور مان یاد کرتے اس کے آنسو بہہ نکلے تھے۔ایک بار پھر سے پنسل اٹھائی اور کورے کاغذ پر الفاظ لکھنے لگی۔

"میں سید زادی ہوں۔ عطرت وطہارت ہم پر اتاری گئی ہے۔پردہ داری ہم سے چلی ہے۔میں کیسے نظر باز ہو گئی ہوں؟ میں پردے میں رہ کر پردے کی پاکیزگی کو کیسے بھول گئی ہوں؟ میں نظروں کا گناہ کیسے کر گئی ہوں؟ میرے دل میں اندھیرا اتر گیا ہے اور اس اندھیرے میں دیواروں سے ٹکراتی پھر رہی ہوں۔ میں نظر کا گناہ کر چکی ہوں۔ کیا صرف نظر کا گناہ؟ میں گناہ کبیرہ کر چکی ہوں، میں گناہگار مرتکب ہو چکی ہوں" آنسو بہہ کر قطروں کی مانند ورک پر بکھر رہے تھے۔دل میں عجب سی بے چینی برپا ہو رہی تھی۔ایک شخص کی طلب ہو ہم اسے خود کی دسترس میں دیکھنا چاہتے ہوں اور وہ انسان ہمیں چاند کی طرح انتہائی دور محسوس ہو اس کی ازیت زیادہ ہوتی ہے۔اس درد کو برداشت کرتی وہ بن موت مر رہی تھی۔

"آپا ہم آجائیں؟" دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور حجاب کہے فاطمہ اندر داخل ہوتے پوچھنے لگی۔

طاہرہ نے ڈائری بند کی اور آنسو صاف کرتے اس نے فاطمہ کی جانب مسکرا کر دیکھا۔

"کیا ہوا آپا؟ آپ رو رہی ہیں؟" بیس سالہ فاطمہ فکر مند سی اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر پوچھا۔

جو آنسو ضبط کرتی سر نفی میں ہلا گئی۔فاطمہ نے ایک نظر سفید کور والی ڈائری کو دیکھا۔

"کیا آپ آج کی باتوں کی وجہ سے پریشان ہیں؟ اگر ان کی وجہ سے پریشان ہیں تو نہ ہوں ہم بھی نہیں ہیں کیونکہ ماں نے ہر بات کا جواب بہت بہترین انداز میں جواب دیا اور ان کی بولتی بند کر

دی" فاطمہ خود سے بات یاد کرتے اسے دلاسہ دینے لگی۔طاہرہ اس کی تسلی دینے پر فاطمہ کے گلے جا لگی فاطمہ نے مسکرا کر اس کی کمر کو تھپک دیا۔ بڑی بہنوں کی سی فکر تھی۔اس کی تھپکی ممتا جیسی محسوس ہو رہی تھی۔وہ شروع سے ہی ایسی تھی۔ فکر کرنے والی عزت کرنے والی، احساس کرنے والے، ہمدردسی۔۔۔

چھوٹے چھوٹے واقعات ہی بڑے واقع کا پیشِ خیمہ ہوتے ہیں۔وقت گزرتا گیا اور نظر بازی کی شرمندگی اور ضمیر کی آواز جذبات میں دب کر رہ گئی تھی۔ نظروں کا تصادم اب بات چیت سے بڑھتا اظہار سے ہوتا نکاح تک جا پہنچا تھا۔

"تم اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو جو ایک غیر مرد کے ساتھ گھر سے اندر باہر جاتی اور آتی ہے؟ جو گھر سے باہر پڑھائی کے بہانے کیا کیا کرتی پھر رہی ہے؟ اب ہمیں تو پڑھائی کا بتایا جاتا ہے اب نجانے وہاں کیسے کیسے گل کھلائے ہوں؟" دائم کا اپنی ماں سے طاہرہ کے متعلق بات کرنا انہیں مشتعل کر گیا تھا۔وہ مکمل بات سننے سے قبل ہی بھڑک گئی تھیں۔

"ماں پلیز میری خواہش ہے وہ میں چاہتا ہوں میری زندگی میں میری ہمسفر طاہرہ ہی بنیں مان جائیں پلیز" اپنی ماں کے ہاتھ پکڑ کر وہ التجا کرنے لگا۔

"تم دیوانے ہو گئے ہو دائم اپنی بارعب شخصیت دیکھو اور کسی لڑکی کے لیے تڑپ کر اسے مانگنے کی التجائیں بھی، کیا تم میں اپنی ذات کے لیے کوئی شرم و حیا نہیں رہی؟" اپنے خوبرو بیٹے کو کسی لڑکی کے لیے گڑگڑاتا دیکھ دائم کی ماں کو جتنی حیرت ہوتی کم تھی۔

"ماں میں شادی کروں گا تو صرف اسی سے" التجا پوری نہ ہوتے دیکھ دائم کو غصہ آیا۔ بچپن سے ہر خواہش کو پورا کیا گیا تھا اس خواہش کو مکمل نہ ہوتے دیکھ اسے ضد ہوئی۔

"میں مر کر بھی اسے بہو کے طور پر قبول نہیں کروں گی" ماں کی بات پر اس نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

"آپ کو جو کرنا ہے کریں جو کہنا ہے کہیں شادی تو میں صرف طاہرہ سے ہی کروں گا" انگشت دکھا کر کہتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑی عظمیٰ حیران و پریشانی سے کبھی ماں کو دیکھتی جو شکستہ سی بیڈ پر بیٹھی تھی تو کبھی بھائی کی پشت کو ایک فیصلہ کرتے گھر سے ہی نکل گئے تھے۔

"سیدہ میرے پاس اس وقت کوئی راستہ نہیں ہے ماں سے بات کے دیکھ لی وہ راضی نہیں بابا صاحب بھی رضامندی نہیں دے رہے مجھے سمجھ نہیں آرہی میں اس سچویشن میں کیا کروں؟"

ہوٹل میں ایک جانب چیئر ٹیبل پر سر ہاتھوں میں گرائے وہ اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھنے سے بھی گریز کر رہا تھا۔طاہرہ نقاب کیے خاموشی سے چائے کے کپ کی سطح پر انگلی کو پھیر رہی تھی۔

"آپ خاموش نہیں رہے سیدہ مجھے اندر کہیں گھٹن ہوتی ہے" پانی کا گلاس لبوں سے لگائے وہ اس کی خاموشی کو شدت سے محسوس کرتا ہوئے کہہ گیا۔

"پھر کیا فیصلہ کریں گے آپ؟" طاہرہ نے کرسی سے ٹیک لگاتے پوچھا۔

"کس بارے میں؟" گلاس واپس ٹیبل پر رکھتے دائم نے سوال کیا۔

"ہم لوگ کب تک یوں ملیں گے؟ آپ جانتے ہیں یہ کس قدر گناہ کے زمرے میں آتا ہے" طاہرہ کی بات پر دائم نے ٹھنڈا سانس لیکر لب بھینچے۔

"پھر ہمارے پاس دو راستے ہیں سیدہ"

"کیا؟"

"یا تو ہم الگ ہو جائیں یا نکاح جیسے مضبوط رشتے میں بندھ جائیں" دائم کی سنجیدہ بات پر طاہرہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"محبت کی تڑپ کو میں برداشت نہیں کر سکتی دائم اور نکاح میں بندھنے کے لیے ولی یا سرپرست کی رضامندی شریعت کا حصہ ہے۔" دائم اس کی بات پر متفق ہوا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ حیدر سے بہت قریب ہیں سیدہ ان کو اعتماد میں لیکر بات کیجئے اس سے اور پھر میں بھی بات کروں گا مجھے امید ہے وہ مان جائے گا" کچھ سوچتے ہوئے دائم نے ایک راستہ اسے پکڑایا تھا جس پر طاہرہ نے رضامندی دی۔

"حیدر کے مان جانے پر ہم نکاح کر لیں گے دائم لیکن آپ کے گھر والے کیسے مانیں گے ؟"

ایک نئی پریشانی ان کے سامنے تھی۔

"میں اکلوتا بیٹا ہوں سیدہ میرے خاندان کی نسل مجھ سے چلے گی میری بات نہ مان کر وہ مجھے ہمیشہ کے لیے کھو دیں گے اور وہ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں کہ میں اپنی ضد پر کتنا قائم رہتا ہوں" دائم کا لہجہ انتہائی سرد تھا۔ طاہرہ مزید کوئی بات نہ کہہ پائی تھی۔

"آپا آپ فری ہیں ؟" وہ اپنے کمرے میں دائم کی باتوں کے متعلق سوچتی گم بیٹھی تھی جب حیدر کی آواز پر اسے دیکھا جو سر جھکائے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"ہاں جی میں فری ہوں تم آجاؤ" چادر کو سر پر پھیلاتے ایک کونا منہ میں دبا کر اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ حیدر سر جھکائے چلتا اس سے چند قدم کی دوری پر رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم پریشان ہو حیدر ؟ کیا بات ہے ؟" حیدر کو لفظوں کو تلاشتے دیکھ طاہرہ نے اس کی سوچ کو پڑھا۔ حیدر نے گہرا سانس لیا۔

"آپا میں صرف ایک بات کا جواب چاہوں گا کیا آپ دیں گی ؟" ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو دیکھتے حیدر کا لہجہ پر تجسس تھا۔

"پوچھو ایسی کیا بات ہے جس کا جواب تمہیں چاہیئے" طاہرہ ہمہ تن گوش ہوئی تھی۔

"کیا آپ کسی کو پسند کرتی ہیں ؟" حیدر کے ڈائریکٹ سوال پر طاہرہ چند ثانیے خاموش رہی۔ آنکھوں میں حیرت تو لبوں پر سچائی مچل رہی تھی لیکن وہ حیران تھی کہ اسے کس سے معلوم ہوا۔

"تم ایسا سوال کیوں پوچھ رہے ہو حیدر ؟اور تمہیں کس نے کہا؟" طاہرہ کے جواب میں پوچھے سوال پر حیدر نے نظر بھر کو اسے دیکھا اور واپس سر جھکا دیا۔

"مجھے محسوس ہوتا ہے آپا، آپ پہلے گم صُم نہیں رہتی تھیں" حیدر کی آواز مدھم تھی۔

"تم جانتے ہو میں خود میں مگن رہتی ہوں" طاہرہ نے اس کی جواز کو رد کیا۔

"میں جانتا ہوں لیکن پہلے آپ مجھ سے باتیں کرتی تھیں اپنے دل کی ہر بات بتایا کرتی تھیں اور اب آپ ایسا نہیں کرتی ہیں"

"اور اس سے تمہیں یہ لگا میں کسی کو پسند کرتی ہوں ؟" حیدر نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں جانتا ہوں آپ دائم بھائی کو پسند کرتی ہیں وہ پہلے آپ کے اور اعظم بھائی کے ساتھ نہیں جاتے تھے اب جاتے ہیں ان کا آپ کی طرف دیکھنا میں محسوس کرتا ہوں ان نظروں میں احترام اور محبت دیکھی ہے میں نے" حیدر بہت مناسب لفظوں میں اپنی بات پہنچا رہا تھا اور طاہرہ حیرانگی سے اس کے جھکے سر کو دیکھ رہی تھی۔

"میں آپ سے صرف یہی کہوں گا انہیں کہہ دیں کہ اپنی امی کو بھیج دیں پھر ان شاءاللہ آپ دونوں کا رشتہ حرام سے پاکیزہ ہو جائے گا" حیدر کے لبوں پر مدھم مسکراہٹ تھی۔

"وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں حیدر" طاہرہ نے اپنی ہر بات کا اعتراف کیا۔

"وہ اپنے گھر والوں کو بھیج دیں"

"وہ رضامند نہیں"

"پھر؟" حیدر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"ان کے گھر والے رضامند نہیں ہیں لیکن وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں"

"اگر ان کے گھر والے رضامند نہیں ہیں تو پھر وہ آپ سے نکاح کر کے ان کے ظلم کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں آپ کو؟" حیدر کے لہجے میں بڑے بھائیوں جیسی فکر تھی۔

"نہیں حیدر وہ کہتے ہیں کہ وہ منالیں گے انہیں" طاہرہ اس کے قریب بیڈ کے کورنر پر بیٹھی۔

"جب منالیں گے تب بات کریں نکاح کی" حیدر کا لہجہ دوٹوک تھا طاہرہ نے لب دبائے۔

"انہوں نے کہا ہے کہ ابھی ہم نکاح کر لیتے ہیں اور پھر گھر والوں کو بتائے گے تو مجھے اپنانے کے علاؤہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہو گا اور یہ بات سچ ہے حیدر جب میرا اور دائم کا نکاح ہوا ہو گا تو پھر مجھے ناچاہتے ہوئے بھی وہ لوگ اپنالیں گے" طاہرہ اسے سمجھا رہی تھی جسے خود سمجھنے کی ضرورت تھی۔ حیدر نے سر نفی میں ہلایا۔

"میں آپ کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا آپا" حیدر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"حیدر میں ان سے بہت محبت کرتی ہوں میرا ان کے بغیر جینا دوبھر ہے" طاہرہ کے آنسو رخسار پر بہنے لگے۔

"اور جن کے ساتھ آپ کا رشتہ طے ہے ان کا کیا؟ زوار بھائی کا سوچا ہے آپ نے؟"

"میں دائم کے علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی میں اس معاملے میں بے بس ہوں حیدر خدارا میری مدد کرو" طاہرہ نے اپنے ہاتھ حیدر کے سامنے جوڑ دیئے تھے۔ حیدر نے انہیں تھام لیا۔

"آپا گو کہ یہ گھر والوں کے ساتھ زیادتی ہوگی لیکن میں آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا، مجھے آپ پر یقین ہے کہ آپ نے اگر یہ فیصلہ کیا ہے تو بہت سوچ سمجھ کر کیا ہوگا، مجھے اپنے ساتھ پائیں گی" اس کے پر ہاتھ رکھتے حیدر وہ الفاظ کہہ رہا تھا جو اس کے خود کے لیے باعث تکلیف تھے۔

دائم اور طاہرہ کے نکاح کے بعد حیدر نے دائم کو چھوٹا ہونے باوجود سخت تاکید کی تھی کہ وہ جتنا جلدی ہو سکے اس معاملے کو سنجیدگی سے دیکھے اور اس بات کو گھر والوں تک پہنچائے۔ دائم نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے یقین بھی دلایا۔ حیدر طاہرہ کو چھوڑ واپس کراچی آگیا اس کے خیال میں دائم بھی واپس چلا گیا ہوگا لیکن وہ غلط تھا۔ ان کے نکاح کو تیسرا مہینہ تھا اور ان کی نجانے کتنی ملاقاتیں ہو چکی تھیں جس میں اپنا جائز حق بھی استعمال کر چکے تھے۔ اب بھی ہوٹل کے کمرے میں موجود تھے جب طاہرہ کی بات پر دائم اس کی جانب تیزی سے پلٹا۔

"دائم میں امید سے ہوں"

"تو ابارٹ کروا دو" جس تیزی سے طاہرہ نے بتایا اس تیزی سے دائم نے جواب دیا تھا۔

"یہ ہمارا بچہ ہے" طاہرہ کو اپنی آواز بہت مدھم محسوس ہوئی تھی۔ دائم نے پلٹ کر غصے سے اسے دیکھا۔

"میں کوئی بھی بکواس سننے کے ارادے سے یہاں نہیں آیا۔ میں آج ہی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے رہا ہوں کل کی تاریخ میں یہ تماشا ختم ہو جانا چاہیے" انگشت دکھا کر دائم نے انتہائی سنجیدگی سے کہا طاہرہ کی آنکھیں متحیر انداز میں پھیلی تھی۔ آنکھوں سے آنسو بہہ کر ٹھوڑی سے ٹپک رہے تھے۔

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔ آپ کو جو کرنا ہے کر لیں۔" آنسو صاف کرتے وہ قدم پیچھے ہٹانے لگی۔ دائم نے اس کے لب و لہجے میں بغاوت کو اترتے دیکھا۔

"طاہرہ ابھی میری تعلیم مکمل نہیں ہوئی کچھ ہی مہینے رہ گئے ہیں میرے فائنل پیپر ہو جائیں تو میں خود گھر تمہارے لیے بات کروں گا۔ پلیز میری جان بات کو سمجھو ابھی میں ان سب کے لیے تیار نہیں ہوں ابھی میرے حالات ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ساتھ ساتھ ایک بچے کی زمہ داری اٹھا سکوں" لہجے کو پر سکون بناتے وہ انتہائی پیار اور محبت سے اس کے شانوں کو تھام کر اپنی مجبوریاں بتا رہا تھا۔ اونچا لمبا مرد جس کی شخصیت کی وہ اسیر ہوئی تھی اس کا یوں اچانک بدل جانا اور اپنے بچے کے لیے ایسے الفاظ بولنا طاہرہ کو اندر ہی اندر اذیت دے رہی تھی۔

"یہ سب مجبوریاں اور بیڑیاں آپ کے پاؤں میں تھیں تو تب سوچنا تھا ناں جب میرے قریب آئے تھے مجھے اپنی ساحرانہ شخصیت کا اسیر بنایا تھا جب مجھے محبت نامی فریب میں الجھایا تھا۔" اپنے شانوں سے اس کے ہاتھ ہٹاتے وہ شکوہ کناں لہجے میں بول رہی تھی۔ آنسو بہہ کر دامن میں جذب ہو رہے تھے۔

"طاہرہ تم سمجھ نہیں رہی ہو میری جان میری بات کو سمجھو" دائم نے دانت بھینچ کر اسے سمجھانا چاہا۔

"میں آپ کی بات کو بھی سمجھ گئی اور آپ کو بھی، شرمندہ ہوں میں کہ آپ جیسے بے بس انسان سے میں نے محبت کی اور اس حد تک کی کہ گناہ اور ثواب کو بھلا دیا۔ مجھے صد افسوس ہے دائم بہت افسوس" اس کے اپنی جانب بڑھتے ہاتھوں کو ایک جھٹکے سے جھٹکتے وہ چیخ کر بولی۔

"تمہارا مطلب کیا ہے؟" دائم کا غصہ اب برداشت سے باہر تھا لیکن وہ ضبط کر رہا تھا۔

"وہی جو آپ سمجھ گئے ہیں" طاہرہ نے چادر سر پر اوڑھی۔

"اگر تمہارا یہی فیصلہ ہے میری جان تو یہ بات یاد رکھنا اگر یہ بات دنیا کے سامنے آئی اور اس میں میرا یعنی سید دائم علی گیلانی کا نام شامل ہوا تو تمہیں اور اس بچے کو چاہے وہ اس دنیا میں ہو یا نہ ہو ابدی نیند سلانے میں ایک پل نہیں لگاؤں گا۔ اپنی اور اس بچے کی جان بچانے کا اختیار تمہارے پاس ہے میری جان" اس کو خود کے قریب کرتے چہرے پر ایک انگلی سی لکیر بناتے وہ انتہائی سکون سے اس کے وجود میں دہشت اتار گیا تھا۔ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ پیشانی پر نمودار ہوئے پسینے کی بوندیں بھی لکیر کی صورت چہرے پر بہہ رہی تھیں۔

"آپ کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈروں گی۔ پہلے بہت گناہ کیے ہیں آپ کی بات مان کر اس بچے کی موت کا گناہ بھی سر چڑھا لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو گا اور یہ بات آپ یاد رکھئے گا کہ ہم دونوں کو کھو کر پچھتائیں گے آپ" اس کے ہاتھ کو دھیرے سے ہٹائے وہ چند قدم دور ہوئی۔ سر پر چادر کو پھیلایا نقاب کیا اور کمرے سے نکلنے لگی تھی کہ دائم کی آواز پر رکی۔

"گھر والوں کو اس معاشرے کو کیا بتاؤ گی یہ کس کا خون ہے؟اس کا باپ کون ہے؟" طاہرہ رکی، رک کر مڑی، پلٹ کر دائم کو دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔آنکھوں میں کئیں سوال تھے۔

"میں نے آپ سے زنا جیسا گناہ نہیں کیا دائم تو مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اس کا باپ کون ہے اور یہ کس کا خون ہے آپ مجھے خوف دلا کر میری زبان بند نہیں کروا سکتے اور میرے بچے کا حق نہیں چھین سکتے۔اس کے نام کے ساتھ سید دائم علی گیلانی کا نام ہمیشہ رہے گا۔"

"اور اگر میں انکار کردوں تو؟" دائم کا لہجہ اب بھی پر سکون تھا۔

"آپ کی اولاد کو پیدا کر رہی ہوں یہ میرا ظرف ہے اور اپنی اولاد کے ساتھ حرام کا صیغہ برداشت کرنا یہ آپ کا ظرف"

"طاہرہ پلیز میری بات کو سمجھو یار میں۔۔۔۔"

"میں نے نکاح کیا تھا اپنے بھائی کو یقین دلا کر اس کی اجازت لی تھی کہ مجھے آپ پر یقین تھا لیکن آپ نے میرا یقین توڑ دیا ہے دائم" دائم کے بڑھتے ہاتھ اس نے پھر سے جھٹک دیئے تھے۔

"امی میری شادی ماموں زادی سے کروانا چاہتی ہیں طاہرہ میں انکار کر چکا ہوں اور تمہارے لیے ایک بار نہیں کئیں بار بات کی ہے وہ نہیں مان رہے تمہارا رشتہ زورا کے ساتھ منسلک تھا اس کا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"میرے لیے زبانی کلامی چیز معنی نہیں رکھتی تھی اس لیے نہیں بتایا" طاہرہ اس کے برابر کا چیخی۔

"تم نے غلط کیا طاہرہ"

"اور جو آپ نے غلط کیا ہے میرے ساتھ اس کا کیا؟اور جو کر رہے ہیں کیا وہ غلط نہیں اس بچے کو ختم کرنا چاہتے ہیں آپ ؟اس بچے کو جو ہمارے پیار ے کی نشانی ہے ؟میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔آپ اس قدر گھٹیا نکلے گے۔اس بچے کی حقیقت کے ساتھ ہر ایک کو خبر ہو گی کہ اس کا باپ کون ہے یہ یاد رکھئے گا۔" انگشت دکھا کر اسے وارن کرتے وہ نقاب کرتے باہر بڑھ گئی اور دائم شکستہ سا بیڈ پر بیٹھ گیا۔وہ طاہرہ سے محبت کرتا تھا۔اس یقین کے ساتھ اس نے نکاح کیا تھا کہ گھر والے طاہرہ کو اس کی ضد سمجھ کر مان جائیں گے لیکن وہ غلط تھا۔اپنی اس غلطی کا خمیازہ اسے بھگتنا تھا۔طاہرہ سے دوری کی عوض اور اپنے ہونے والے بچے کی محبت سے دوری کے باعث۔ وہ ڈنکے کی چوٹ پر اپنانا چاہتا تھا لیکن اس کی عزت کو داغدار نہیں کر سکتا۔وہ اپنے بچے کو دنیا سے لڑ کر اپنی گود میں اٹھانا چاہتا تھا لیکن وہ کر نہیں سکتا تھا۔یہ لیکن جہاں لگ جائے وہ معاملات اللہ کے سپرد کر دینے چاہئے وہی اس لیکن جیسے لفظ کو قبولیت کی سند بخش سکتا ہے اور دائم نے بھی یہی کیا تھا۔اب دیکھنا یہ تھا اپنے گناہوں کی سزا وہ کس طرح پاتا تھا۔

Episode 10

"کیا بات ہے طاہرہ جب سے آئیں ہیں تب سے خاموش ہیں" دادی حضور نشست گاہ میں صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ ان کی نظریں ٹی وی پر نظریں جمائے بیٹھی طاہرہ پر تھیں جس کے چہرے کی کشش اور جسامت میں بھی واضح فرق تھا۔

"طبیعت تھوڑی سی خراب ہے یہ خاموشی شائد اسی کا اثر ہے" دادی حضور کی گہری نظریں محسوس کرتے وہ اپنے گرد پھیلائی چادر کو ٹھیک کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"تو کوئی دوائی وغیرہ لے لیتی بیٹے ایسے تو طبیعت زیادہ خراب ہو جائے گی" دادی حضور کے لہجے میں فکر تھی۔

"میں لے لیتی ہوں" ان کی گہری نظروں کی تاب نہ لاتے وہ آہستہ آہستہ چلتی نشست گاہ سے باہر نکل گئی دادی حضور نے اس کی طبیعت کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ جہان دیدہ عورت تھیں ان کی زیرک نگاہوں میں پریشانی ابھر رہی تھی انہیں اپنی طاہرہ پر یقین تھا لیکن اس کے حالات کو دیکھ کر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی تھیں۔

"کیا ہوا اماں جی آپ پریشان ہیں؟" ماں (نور) کی آواز پر دادی حضور نے انہیں دیکھا۔

"نور بہو اپنی بیٹی کو ڈاکٹر کے ہاں لیکر جاؤ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں" دادی حضور نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ماں الجھ گئیں۔

"جی میں نے دوائی کھانے کو بولا تھا نہیں کھائی ہو گی میں پھر سے دیکھتی ہوں"

"نور بہو!!" وہ جانے لگی تھیں جب دادی حضور کی آواز پر رک گئیں۔

"جوان بیٹی کو باہر پڑھنے بھیجتی ہو تو چیل کی نظر رکھا کرو، زرا سی غفلت برتی تو نظروں کے سامنے عزت کے جنازے نکلے گے جو کہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے خاندان کی عزت پر آنچ بھی نہیں آنی چاہئے۔" دادی حضور کا لہجہ مبہم سا تھا ماں انہیں الجھن زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے بات کا مطلب جاننا چاہتی ہوں لیکن جب دادی حضور نے اپنی ختم کرتے ہوئے

سر جھکا لیا تو وہ مزید کچھ بھی پوچھے بغیر نشست گاہ سے نکلتی طاہرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ جو ڈاکٹر کے پاس جانے سے صاف انکار کر چکی تھی لیکن ماں کی ضد پر وہ مان گئی لیکن دل لرز رہا تھا۔

"یہ موسم کے باعث بخار ز کام ہے ادروائز کوئی مسئلہ نہیں ہے بچہ بلکل ٹھیک ہے ویکنس ہے آپ کو یہ ملٹی وٹامنز ہیں ان شاءاللہ روزانہ کے استعمال سے کور ہو جائے گی۔" ڈاکٹر کے نسخہ لکھنے اور ساتھ ساتھ ہدایات دینے پر طاہرہ سختی سے آنکھیں بھینچ گئی جبکہ ماں سکتے کے عالم میں ڈاکٹر کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھیں جیسے سمجھ نہیں آ رہی ہو کہ آخر وہ کہہ کیا رہی ہے؟

"یہ لیجئے یہ کچھ ٹیسٹ لکھے ہیں۔ ان کا کروانا ضروری ہے تاکہ زچہ بچہ کی پراپر کنڈیشن معلوم ہو جائے" ماں نے لرزتے ہاتھوں سے اس کاغذ کو تھاما اور قدم باہر بڑھا گئیں۔ ہسپتال سے نکلے تو حید رسامنے کھڑا تھا۔ ماں کو سکتے کیفیت میں گاڑی میں بیٹھتا دیکھ وہ پریشانی سے طاہرہ کی سمت بڑھا جو مجرموں کی طرح سر جھکائے ہوئے تھی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے بٹھایا اور خود بیٹھا۔ وہ پوچھنا چاہتا تھا لیکن پوچھ نہیں پایا۔ اسی خاموشی کے ساتھ گاڑی سٹارٹ کرتے وہ کچھ ہی دیر میں گھر پہنچ چکے تھے۔ شکر تھا کہ دادی حضور تایا جان ہے پورشن میں تھیں تبھی طاہرہ کا ہاتھ تھام کر اس کے کمرے میں لیجا کر دروازہ لاک کرتے وہ اس کی جانب بڑھی جو بیڈ کے قریب کھڑی رو رہی تھی۔

"لوگوں نے کہا نور اپنی اولاد کی ہر خواہش کو پورا نہ کرو بیٹیاں ہیں عادت ہو گئی تو سسرال میں مسئلے ہونگے، لوگوں نے کہا نور اپنی بیٹیوں کو گھر سے باہر نہ نکالو باہر جانے سے خود اعتمادی پیدا ہو گی اور خود اعتمادی کبھی کبھی بڑے نقصان پہنچاتی ہے، لوگوں نے کہا نور اپنی بیٹیوں کو پڑھاؤ

نہیں پڑھائی سے شعور آتا ہے اور شعور خطرناک ہوتا ہے۔لوگوں نے کہا نور بیٹیوں کو اگر پڑھانا ہی ہے تو گھر سے اتنی دور نہ بھیجو کہ ان پر نظر ہی نہ رکھ سکو اور اس کا خمیازہ بھگتو" بیڈ پر سیاہ چادر کو سر سے ہٹائے وہ ساکت سی بیٹھی زمانے کے ستم بتا رہی تھیں طاہرہ کے آنسو روانی سے چہرے پر بہہ رہے تھے۔

"میں نے اپنی اولاد کی ہر خواہش کو پورا کیا، نقصان کا سوچے بغیر باہر بھیج کر خود اعتماد بنایا، پڑھایا لکھایا شعور دیا اس کا یہ صلہ ملا ہے مجھے" ماں کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلا۔

"تم لوگوں کے بابا کے مرنے کے بعد میں نے بہت مشکل سے پالا ہے تم لوگوں کو بہت سی قربانیاں دی ہیں میں نے، حرام کو منہ لگاتے تمہیں میرا خیال نہیں آیا طاہرہ؟ میری قربانیاں یاد نہیں آئیں؟ میں لوگوں سے کہتی رہی کہ میری بیٹیاں میرا غرور ہیں کیونکہ مجھے اپنی تربیت پر مکمل یقین تھا کہ میری بیٹیاں ایسا کوئی کام نہیں کریں گی جس سے میرا سر شرم سے جھک جائے" ان کی باتیں طاہرہ کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل رہی تھیں۔

"تم نے میرا غرور خاک کر دیا ہے طاہرہ، میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ میں خود کو کیسے یقین دلاؤں کہ میری بیٹی، میرا غرور مجھے منہ کے بل گرانے میں کامیاب ٹھہرا ہے؟ میں گھر والوں کو کیا بتاؤں گی میں ماں جی کو کیسے بتاؤں گی ان کی لاعلمی پوتی کے کارنامے کے بارے میں کہا" سر ہاتھوں میں گرائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔طاہرہ ماں کے قدموں میں بیٹھی ان کے گھٹنے پر سر رکھ کر رو رہی تھی۔

"میں نے زنا نہیں کیا ماں، یہ بچہ زنا سے وجود میں نہیں آیا مجھ سے غلطی ہو گئی ماں میں نے اس شخص پر اندھا یقین کیا اس سے نکاح کیا اس بھروسے پر کہ وہ مجھے اپنا لے گا لیکن اس نے مجھے

جھوٹاثابت کر دیا۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ماں "ماں کے ہاتھوں کو تھامے وہ اپنے اندر کا درد سناتے ان کا جگر مزید چھلنی کر رہی تھی۔

"کس سے نکاح کیا ہے تم نے؟ کون ہے اس بچے کا باپ؟" آنسو صاف کرتے وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔ طاہرہ نے سر جھکایا۔ دائم کی دھمکی یاد آئی۔ ایک ماں کمزور پڑ رہی تھی۔ چہرے پر تکلیف کے ساتھ ساتھ خوف بھی عیاں تھا۔

"طاہرہ مجھے بتاؤ وہ کون ہے جس نے تمہیں بیوقوف بنایا ہے؟ تمہیں بیوقوف بنا کر اپنا مفاد حاصل کیا اور تمہیں رسوا ہونے کے لیے چھوڑ دیا۔ مجھے بتاؤ کون ہے وہ؟" اپنے گھٹنوں پر رکھے اس کے ہاتھوں کو ہٹائے وہ غصے سے بولی تھیں۔ طاہرہ کے منہ بند تھا۔ آنسو بدستور بہہ رہے تھے۔ ماں نے غصے سے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔ تھپڑ کی شدت کے باعث طاہرہ دائیں جانب بیڈ پر گری۔

"نکاح ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا، اتنا تو تمہیں پتہ ہے، پھر کس کی اجازت سے تم نے نکاح کیا ہے؟ کسی کی اجازت نہیں لی تو یہ کیسا نکاح ہے؟" اسے بیڈ سے اٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ طاہرہ ہچکیوں سے روتی ماں کے سامنے ہاتھ باندھ رہی تھی۔

"مجھے بتاؤ کس کی اجازت سے تم نے نکاح کیا؟ اور اس بچے کا باپ کون ہے؟" شانوں سے پکڑ کر ماں نے اسے جھنجھوڑ دیا۔ طاہرہ کی خاموشی نہیں ٹوٹی۔

"ٹھیک ہے اگر تم مجھے اس کے باپ کا نام نہیں بتاؤ گی تو ہم کل ہی اس بچے کو تمہارے وجود سے الگ کرے گے "اس کی خاموشی کو توڑنے کے لیے ماں نے سر کو ہلاتے ہوئے پتھر پر لکیر کی صورت اٹل لہجے میں فیصلہ سنایا۔ طاہرہ نے تڑپ کر ماں کو دیکھا۔

"نن نہیں ماں پلیز مجھے میرے بچے سے دور نہیں کریں" پیٹ پر رکھتے وہ چند قدم دور ہوئی تھی۔ آنسو اپنا رستہ بناتے چہرے سے بہہ رہے تھے۔

"پھر مجھے بتاؤ اس کے باپ کا نام تاکہ معاشرے کے سامنے حرام زادے کی جگہ حلال زادہ کہلائے "ماں نے جس لفظوں کا چناؤ کیا طاہرہ نے لب بھینچے۔ اپنے بچے کا مستقبل اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی اس کے بچے کے نام کے ساتھ حرام جیسا لفظ لگے۔ طاہرہ روتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی۔

"سید دائم علی گیلانی ہے اس بچے کے باپ کا نام" سر جھکائے وہ اعتراف کر گئی۔ ماں چند لمحے کچھ بول نہ پائی۔ دائم جیسا فرمانبردار لڑکا؟

"مجھے شروع سے بتاؤ طاہرہ تم کب کہاں اور کیسے ملی، یہاں تک حالات کیسے پہنچے؟" طاہرہ کا چہرہ اوپر کرتے وہ وضاحت طلب کر رہی تھیں۔ طاہرہ نے آنکھیں بند کرتے انہیں شروع سے لیکر اب تک کی بات بتادی۔ ماں سر تھامے اس کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

"اس نے تم سے نکاح کیا ہے اب تم اس کی اولاد کو پیدا کرنے والی ہو اسے تمہیں قبول کر کے وہ مقام دینا ہوگا جو تمہارا اور تمہارے اس بچے کا حق ہے۔" ماں نے ساری کہانی سننے کے بعد بس اتنا کہا تھا۔ طاہرہ نے ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

"ماں مجھے معاف کر دیجئے ماں میں آپ کے دکھ کی وجہ نہیں بننا چاہتی تھی مجھے معاف کر دیجئے ماں" قدموں پر گرتے طاہرہ کے آنسو ماں کے دل پر نیزے گہرے گھاؤ لگا رہے تھے۔

"تمہارا جرم اتنا بڑا ہے طاہرہ کہ میں چاہتے ہوئے بھی تمہیں معاف نہیں کر سکتی۔" اس کے سر کو ہٹاتے وہ کمرے کا دروازہ کھولتے باہر چلی گئیں۔ طاہرہ گھٹنوں میں سر دیئے بے اختیار رو دی تھی۔ فاطمہ کالج اور سدرہ سکول گئی ہوئی تھی جس کے باعث ان کی آپسی ہوئی بحث کا علم کسی کو نہیں تھا۔ دادی حضور سے ماں نے جھوٹ بول دیا کہ موسمی اثرات ہیں تبھی وہ بیمار ہے۔ دادی حضور ان کی بات پر پر سکون ہو گئی تھیں۔ اگر جو وہ سوچ رہی تھیں وہ ہو جاتا تو ان کا خاندان کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔ سید گھرانے کا وہ خاندان ایک الگ رتبہ رکھتا تھا جن کی عزت کرنے والوں کی لمبی فہرست تھی۔

کچھ ہی دنوں میں دائم کو انہوں نے اپنے پاس بلایا اور اسے طاہرہ کو قبول کرنے کا کہا جس پر وہ پریشان ہوتا اپنی مجبوریاں بتانے لگا تھا۔ ماں کے بے حد اصرار پر بھی وہ نہیں مانا۔ ماں نے اپنی بیٹی کے محفوظ مستقبل کے لیے ہاتھ تک جوڑ دیئے تھے۔

"خالہ جان ماں کبھی نہیں مانے گی آپ کے کہنے پر اور اس بچے کو نام دینے کی مجبوری پر میں طاہرہ کو قبول کر بھی لوں تو بھی میں اسے وہ رتبہ وہ مقام نہیں دلا پاؤں گا جو اس کا حق ہے۔ میرا مسئلہ سمجھے پلیز اور طاہرہ سے کہیں کوئی میڈیسن یوز کر لے۔ اتنی جلدی یہ سب میں ہینڈل نہیں کر پاؤں گا۔" ماں افسوس سے اس مجبور مرد کو دیکھ رہی تھیں۔ جو اپنی ہی مجبوریاں بتا کر اپنی اولاد کو مارنے کا مشورہ دے رہا تھا۔

"اور میری بیٹی کا کیا ہو گا؟ جس حالت میں اس کا حمل ہے وہ کوئی بھی دوا استعمال کرے گی تو مر بھی سکتی ہے۔اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے مار دوں؟"ماں اب کی بار غصے سے بولی تھیں۔

"میں نہیں قبول کر سکتا مہربانی فرما کر میری مجبوری کو سمجھیے۔میں چاہ کر بھی اپنا نہیں سکتا۔"

دائم کہتا ہوا وہاں سے جانے لگا تھا جب حیدر کو نشست گاہ کے دروازے پر کھڑا دیکھ وہ گھبرا گیا۔

"آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی انہیں اس حالت میں پہنچا کر مکرنے کی؟"حیدر غصے سے دھاڑتا ہوا دائم کو گریبان سے تھام گیا تھا۔ماں اپنی جگہ سے اٹھی۔طاہرہ نے حیدر کی آواز پر دیوار سے ٹیک لگائی۔آنسو بہہ رہے تھے جو کہ اب اس کا مقدر تھا۔

"کیا یہ دن دیکھنے کے لیے آپ کے نکاح کا گواہ بنا تھا میں؟"ایک زوردار گھونسا دائم کے جبڑے پر مارا دائم زمین بوس ہوا۔حیدر کا مکا اس کے اعصاب میں خلل کا باعث بنا تھا۔ماں تیزی سے حیدر کی سمت بڑھی تھیں۔

"حیدر چھوڑ دو اس مکار شخص کو"ماں نے دائم کو مسلسل تھپڑ رسید کرتے حیدر کو ہٹایا۔دائم کا چہرہ بری طرح سے زخمی ہو چکا تھا۔

"تم نے جو کیا ہے ناں حیدر اس کا بھگتان تمہیں بھگتنا پڑے گا"چکراتے سر کو سنبھالتے وہ بامشکل بول رہا تھا۔لبوں کے کنارے سے رستا خون اس کی داڑھی سے ٹپک رہا تھا۔

"ایک مجبور شخص جو اپنی اولاد کو اپنا نہیں سکتا وہ کیا کر بگاڑ لے گا میرا؟دفع ہو جائیں یہاں سے، میں تمہاری گھٹیا شخصیت کا سایہ بھی یہاں برداشت نہیں کر سکتا"نشست گاہ کے دروازے کی جانب اشارہ کرتے حیدر کا لہجہ دبا سا تھا۔دائم خون اگلتے دروازے کے سمت دیکھا

"اعظم !" دائم کی حیران آواز پر ماں سمیت حیدر نے بھی دروازے کی سمت دیکھا۔ دائم کی آواز پر طاہرہ بھی نشست گاہ میں داخل ہوتی دائم کو دیکھ چکی تھی۔ چہرے پر حیرانگی، پریشانی اور غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔ بھینچے جبڑے اس کے ضبط کی گواہی تھے۔

"تمہیں میں دوست سمجھتا تھا دائم اور تم دوستی کی آڑ میں میرے گھر کی عزت کو پامال کرتے رہے" نشست گاہ میں داخل ہوتے اعظم کا لہجہ سخت تھا۔ مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔

"میں بھی دوستی ہی نبھار ہا تھا اور اگر عزت اتنی ہی پرواہ تھی تو اسے سنبھال کر رکھتے" آنسو بہاتی طاہرہ کی جانب اشارہ کرتے دائم کا لہجہ انتہائی ہتک آمیز تھا۔ اعظم انتہائی غصے میں اس کی جانب بڑھتا اسے گریبان سے پکڑ گیا۔

"تمہاری اتنی اوقات نہیں ہے دائم کہ تمہاری گھٹیا زبان سے میری عزت کے متعلق کوئی حرف نکل سکے" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ غرا کر بولا تھا کہ اس کے غصے سے دائم بھی خوب واقف تھا۔

"اعظم پلیز" طاہرہ کے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے اعظم نے ایک نظر اس پر ڈالی جو بکھرے بالوں میں ملگجا سا حلیہ بنائے بہتے آنسوؤں سے اسے روک رہی تھی۔ اعظم نے ایک جھٹکے سے دائم کو گریبان چھوڑا۔

"اس سے پہلے کہ میں تمہاری اوقات تمہیں باور کرواؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ" دروازے کی سمت دائم کو دھکا دیتے اعظم غصے سے بولا۔ دائم صوفے کو ٹھوکر مارتے ہوئے چلا گیا۔ اعظم نے

طاہرہ کی سمت دیکھا جو صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ چہرے پر کرب اور شرمندگی کے آثار تھے۔ اعظم نے نظریں ہٹالیں۔ حیدر اور ماں کی سمت دیکھا۔ حیدر نے کچھ وقفے سے تمام حالات سے اسے روشناس کروایا۔

"اس بارے میں گھر میں کسی کو آگاہی حاصل نہ ہونے پائے۔ اب جو کرنا ہو گا میں خود کروں گا۔" گہری سوچ میں مبتلا اعظم ٹھہر کر بولا تھا۔

"دائم سزا کا مستحق ہے بھائی" حیدر بولا۔

"سزا کا فیصلہ سیدہ کریں گی۔ وہ مظلومہ ہیں اور اپنے ظالم کو سزا بھی وہی دیں گی۔" اعظم نے حیدر کی بات کو رد کیا حیدر سر ہلا گیا۔ طاہرہ نشست گاہ سے باہر کمروں کی جانب جاتی راہداری میں ک دیوار سے ٹیک لگائے بے بسی کی تصویر بنی بیٹھی رہی۔ اس شخص کی جھوٹی محبت پر اس نے یقین کیا تھا جو سر راہ تماشا بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ ماں باپ کا بھروسہ توڑنے والی صنفِ نازک کچھ اسی طرح تباہی کا شکار ہوتی ہے۔ جیسے وہ ہو گئی تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی ہو گئی تھی۔ اس کا اعتبار کرنا اسے توڑ گیا تھا۔ توڑا بھی کس نے؟ جس پر سب سے زیادہ اعتماد کیا۔ اللہ اسی کے ہاتھوں توڑتا ہے جسے ہم اپنی ذات کا مان بخشتے ہیں۔ دل توڑ کر وہ اپنی عظیم رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ٹوٹے ہوئے دل سے وہ نور انسان کے اندر داخل ہوتا ہے اور انسان کے سیاہ اندر کو اپنے نور سے معطر کر دیتا ہے۔

"یہ آپ نے کیا کیا آپا؟ جس مان سے میں نے آپ کے نکاح کی اجازت دی تھی اس مان کو کیوں توڑ دیا آپ نے ؟" وہ اپنے کمرے میں بیڈ کی پائنتی سے ٹیک لگائے ٹھنڈے فرش پر بیٹھا تھا۔ طاہرہ بھی اسی کی طرح کمر بیڈ سے لگائے سر بیڈ پر رکھے خاموش بیٹھی تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ ان بند آنکھوں سے بہتے آنسو کنپٹی سے لکیر بناتے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

"میں بھٹک گئی تھی، بہک گئی تھی، اندھا یقین کر لیا تھا۔ جھوٹ بولنا بھی سیکھ گئی تھی۔ باتوں کو چھپانا بھی حفظ کر لیا تھا۔ اب اس گناہ کی سزا کاٹ رہی ہوں۔ کسی کا مان توڑ کر، کسی کی عزت نیلام کر کے، کسی محبت کو دھتکار کر، کسی کی فکر و عاجزی کو ٹھکرا کر میں اپنے گناہ کی سزا کاٹ رہی ہوں حیدر" حیدر کی تکلیف زدہ آواز پر وہ سسک پڑی تھی۔ حیدر نے اس کی سسکیوں پر شدت سے ضبط کیا تھا۔

"میں بیوقوف تھا آپا، مرد کو دوسرے مرد کی نیت بہترین انداز میں معلوم ہوتی ہے اور میں کیسا مرد ہوں جو اس کی نیت کو پہچان نہیں پایا؟ اور بد نیت مرد کو اپنی بہن سونپ دی" کتنی خوبصورتی سے وہ طاہرہ کا گناہ اپنے سر لے رہا تھا طاہرہ نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ جو سر جھکائے نادم سا بیٹھا تھا۔

"فاطمہ بہت خوش نصیب ہے حیدر تم اس کے نصیب کا جگمگاتا اور روشن ستارہ ہو" فاطمہ کے نام پر حیدر نے سرعت سے آنکھیں بند کیں۔ دل میں اس کا نام سن کر عجب سی خواہش مچل اٹھی تھی۔

"اب کیا کرنا ہے آپا؟ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی کہ کیسے گزرے گا یہ وقت؟" حیدر کی پریشانی پر طاہرہ نے سرد سانس کھینچا۔

"رسوائی، ذلالت، بدکرداری کی تہمت تو اب میرا مقدر ہے حیدر جو کہ میں نے خود اپنے نام کے ساتھ لگائی ہیں۔"

"نہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہوگا آپا میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے جیسے آپ کا ماضی پاکیزہ اور شاندار تھا اسی طرح آپ کا حال اور مستقبل بھی بغیر کسی تہمت کے پاکیزہ ہے اور پاکیزہ رہے گا ان شاءاللہ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے" حیدر کی بات پر طاہرہ مسکرا دی۔

"اب چھوڑو بھی اسے، نجانے قسمت کیا دکھاتی ہے؟ جو ہوگا اب وہ میں سہنے کے لیے تیار ہوں "کمرے کی چھت پر لٹکتا فانوس روشن تھا۔ان روشنیوں کو دیکھتے طاہرہ کو رشک آیا تھا۔جو بغیر کسی ڈر اور خوف کے روشن تھیں لیکن طاہرہ کا نصیب اب سیاہی لیے ہوئے تھا۔

طاہرہ کے حمل کا چوتھا ماہ چل رہا تھا اور ماں کی ہدایات پر وہ حیدر کے ساتھ اسلام آباد پرانے گیسٹ ہاؤس میں شفٹ ہوگئی تھی۔گھر میں سوائے ماں، اعظم اور حیدر کے علاوہ اس بات کا علم کسی کو بھی نہیں تھا۔طاہرہ کو پڑھائی میں مصروفیات کے باعث کچھ عرصہ کے لیے ہاسٹل مستقل رہنا تھا یہ جھوٹ تھا جو گھر والوں کو مطمئن کرنے کے لیے بولا گیا تھا۔اعظم بھائی اور دائم کے لاسٹ ائیر کے پیپرز ہوگئے تھے تبھی انہوں نے چچی جان کے کہنے پر طاہرہ کی زمہ داری حیدر کو سونپ دی تھی لیکن وقتاً فوقتاً وہ گیسٹ ہاؤس کا چکر لگاتا رہتا تھا۔حیدر کی ایم ایس سی کا فرسٹ پارٹ شروع ہوگیا تھا۔ایک ہفتے بعد وہ اسلام آباد کا چکر لگاتا اور طاہرہ کی خیریت دریافت کرتا رہتا۔کبھی کبھی ماں اس کے پاس آجاتی۔گیسٹ ہاؤس میں طاہرہ کی دیکھ بھال کے لیے مستقل

ایک ملازمہ رکھی گئی تھی جو اپنا کام خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھی۔اعظم ماں سے اجازت لیکر گیسٹ ہاؤس طاہرہ سے ملنے آیا تھا۔اس کو شکستہ دیکھ وہ اس کے موڈ میں تبدیلی کے لیے باہر لیکر آ گیا۔کچھ مناظر اس کے زہن کی سکرین پر چلنے لگے تھے۔

"ماں میں سیدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" ماں کے گھٹنے کے ساتھ لگ کر بیٹھا اعظم ہلکی آواز میں کہتا ماں کو حیران کر گیا تھا۔

"اعظم ؟" ماں نے تسبیح ایک جانب رکھی۔اس کا سر اٹھایا۔چہرہ اپنے سامنے کیا۔چہرے پر تذبذب تھا۔

"آپ دادی حضور سے بات کیجئے ماں، مجھے سیدہ طاہرہ سے شادی کرنی ہے اور جلد از جلد کرنی ہے۔" اعظم کے لہجہ ضدی تھا۔جیسے من پسند کھلونے کو دیکھ حاصل کرنے کے لیے بچہ ضد کرتا ہے۔

"تم جانتے ہو ناں عظمیٰ تمہاری منگ ہے۔" ماں کی آواز میں تنبیہ تھی۔اعظم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اس منگ کی دینی اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں میں سیدہ سے جائز نکاح کرنا چاہتا ہوں" اس کی بات پر جہاں ماں خاموش ہوئیں وہی پر دروازے پر کھڑے بابا جان متحیر نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تمہارے حواس بحال ہیں اعظم کس قسم کی خواہش اور کس کے لیے کر رہے ہو تمہیں اندازہ ہے؟" دروازہ سرعت سے بند کرتے انہوں نے اعظم کو اپنے روبرو کھڑا کیا۔

"جی باباجان میں مکمل ہوش و حواس میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مجھے سیدہ طاہرہ سے حلال رشتہ قائم کرنا ہے اور جلد از جلد کرنا ہے" اعظم کا سر جھکا ہوا تھا۔ باباجان نے ماں کہ طرف دیکھا۔

"بیگم آپ کے بیٹے کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ سمجھائے اسے کہ سیدہ بیٹی زوار کی منگ ہے اور عنقریب ان کا نکاح ہونے والا ہے۔ جبکہ ان صاحب بہادر کی متوقع شریکِ حیات عظمیٰ بیٹی ہیں۔" باباجان کی حیرت اب غصے میں بدل رہی تھی۔ اعظم نے سختی سے آنکھیں بھینچ لی۔ گہرا سانس خارج کیا۔

"باباجان میری شریکِ حیات سوائے سیدہ کے اور کوئی مستور نہیں بنے گی۔" اعظم اپنے مؤقف پر ڈٹا تھا۔ باباجان غصے سے گہرے سانس لیتے اس کو دیکھ رہے تھے۔

"اعظم اتنی ضد کیوں کر رہے ہو بیٹا؟ پہلے تو کبھی نہ کیا ایسا تو پھر اب کیوں؟" ماں کو تو اپنے بیٹے کا باغی اور ضدی انداز ہی ہضم نہیں ہو پا رہا تھا۔

"واہ خوب بیگم، آپ اپنی بھانجی سے منسوب حق کا دفاع ہی نہیں کر پا رہی ہیں؟" باباجان اعظم کے غصے کا ملبہ اب ماں پر انڈیل رہے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اعظم ان کا فرمانبردار بیٹا ان کی بھتیجی کے بارے بات کر رہا ہے۔

"ایسی بات نہیں ہے شاہ جی، میں اپنی بھانجی کے حق کا دفاع کر لوں لیکن پہلے اپنے بیٹے کو تو سمجھ لوں۔ آخر اتنی ضد وہ کیوں؟ کس کے لیے کر رہا ہے؟" اعظم نے بے بسی سے ماں کی جانب دیکھا۔ جن کی گہری اندر تک اترتی نظریں اعظم کو جانچ رہی تھیں۔

"آپ کے بیٹے کو سرکش کر دیا ہے یونیورسٹی کی تعلیم اور آزاد ماحول نے، اعظم تمہاری ایسی اعلیٰ تعلیم سے کیا حاصل جو کسی اور کی عطرت کی عزت کرنا نہ سکھا سکے، جو یہ بھلا ڈالے کہ امانتوں میں خیانتیں نہیں کی جاتیں، جو زبانوں سے کیے عہد و پیماں کو نبھانے میں ناکام رہ جائیں وہ زندگی میں کبھی اپنے پاؤں پر اپنے زور بازو سے کھڑے نہیں ہو پاتے" بابا جان کے لب و لہجے میں حد درجہ رنجیدگی کی جھلک تھی۔ اعظم نے لب دبائے۔ دکھ سے باپ کی جانب دیکھا۔ نظروں میں کسی کے امید وابستہ کے ہاتھ بندھے دکھائی دیئے۔ اعظم لمحوں میں فیصلے پر پختہ ہوا۔

"اسی زبان سے کیے عہد کو مکمل کرنے کے لیے آپ سے عرضی کر رہا ہوں بابا جان، میں جلد از جلد سیدہ کو اپنے نکاح میں قبول کرنا چاہتا ہوں۔ دادی حضور سے بات کر لیجئے نہیں تو یہ فریضہ بھی میں خود ہی انجام دے لوں گا۔ ابھی چلتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔ اپنا خیال رکھئے گا۔" مضبوط انداز میں کہتا وہ کمرے سے چلا گیا۔ ماں اور بابا جان اس کی ہٹ دھرمی پر اس کی چھوڑی ہوئی جگہ کو تکتے رہ گئے۔

"یہ کیا کہہ گیا ہے بیگم؟ کیا سیدہ بیٹی سے کوئی عہد و پیماں؟"

"نہیں شاہ جی، سیدہ میرے ہاتھوں کی پلی بڑھی ہے اور اعظم میرا بیٹا، میں ان دونوں کی رمزوں سے آشنا ہوں۔" بابا جان کے متوقع سوال پر یقین سے کہتی ان کا کہنا سچ تھا۔

"تو پھر کبھی آتے جاتے۔۔۔؟" باباجان ماں کے پاس بیٹھتے فکرمندی سے پوچھ رہے تھے۔

"وہ دونوں الگ شہروں میں الگ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں شاہ جی، ایک دوسرے کو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے یہ ہمارے گھرانوں کی تربیت نہیں" ماں وثوق سے کہتیں باباجان کے سوالات پر بندھ باندھ گئی تھیں۔ باباجان خاموشی سے کسی گہری سوچ میں غرق ہوئے تھے۔ ماں اس سوچ میں تھیں کہ ان کا فرمانبردار بیٹا آیا اتنا ضد وہ بھی اچانک سے کیوں کرنے لگا ہے۔ معاملہ جو ہے وہ عیاں نہیں وہ پوشیدہ ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری کی جا رہی ہے۔۔۔

اپنے والدین کی سوچ کو پڑھ کر وہ گھر سے نکلا تھا اور اب طاہرہ کے پاس بیٹھا لفظ تلاش کر رہا تھا۔

"چند ماہ ہیں میرے پاس سیدہ، آپ فکر نہیں کریں، میں ہر مسئلے کو سلجھا لوں گا۔ مجھے پر کامل یقین رکھئے" سرمئی سڑک کے کنارے ایک گاڑی کھڑی تھی۔ اس گاڑی میں مکمل حجاب و نقاب جس سے وجود کی چمڑی کا کوئی حصہ قابلِ بصیرت نہیں تھا طاہرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کا رخ ونڈو کی جانب تھا۔ سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا ہوا تھا۔ اعظم کی بات پر طاہرہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں، میری غلطیوں کے باعث ہر معاملہ خراب ہو چکا ہے۔ اب سوائے طنز و نشتر اور رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہیں" سیدہ طاہرہ اپنے وجود میں رونما ہوتی مختلف تبدیلیوں کو محسوس کرتی کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری ہو کر کہتی اعظم کا جگر ہلا گئی تھی۔

"رسوائی آپ کا مقدر نہیں سیدہ، آپ سے غلطی ہوئی شرمندہ ہیں آپ لیکن میرا وعدہ ہے میں اس غفور ورحیم کی صفت 'معاف کرنے والا' کو اپنا کر طنز و نشتر اور رسوائی کا رخ آپ کی جانب سے موڑ دوں گا۔ سید اعظم علی شاہ کا عہد ہے۔" گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد اسٹیئرنگ گھماتے وہ مضبوط اور سچے لہجے میں کہتا طاہرہ کو اپنی جانب متوجہ کر گیا تھا۔

"میں اس لائق تو نہیں" طاہرہ کی آواز مدھم تھی۔ اعظم نے لب بھینچے۔ اس کی شرمندگی پر پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی تسلی کوئی دلاسہ موجود نہ تھا۔ گہری خاموشی میں مدھم سی سسکیاں خاموشی کے راج کو مانند کرتی اعظم کو بے چین کر گئی تھیں۔ وہ اختیار نہیں رکھتا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں سے چن لیتا۔ اس نے اسٹیئرنگ پر جمے اپنے ہاتھوں کو دیکھا جو خالی تھے۔ طاہرہ کی مدھم سسکیاں گاڑی میں گونج رہی تھیں۔

"اگر اس بچے کی پیدائش کے بعد میں آپ سے نکاح کرنا چاہوں تو؟" اعظم کی مدھم آواز پر طاہرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ یکدم اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہوئی تھی۔ سانس جیسے بند ہو رہا تھا۔ ونڈو کا شیشہ نیچے کرتے وہ اپنا نقاب بھی ٹھوڑی تلے لے آئی تھی۔ اعظم اس کی کیفیت جانتا تھا۔ تبھی ایک بھی نظر اس کی سمت نہیں دیکھا۔

"میں نے کوئی غیر مناسب بات نہیں کی سیدہ، میں جانتا ہوں یہ فیصلہ تھوڑا مشکل ہے اور یہ حالات ایسی بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن میں آپ کو اپنانا چاہتا ہوں آپ کے وجود سے جڑا ہر رشتہ مجھے عزیز سے عزیز تر ہے۔ بس مجھے آپ کی اجازت چاہئے سیدہ" دور سڑک پر نظریں دوڑاتے اس کا لہجہ بہت مضبوط اور چاہت لیے ہوئے تھا۔ طاہرہ کے آنسوؤں میں روانی آئی تھی۔

"میری آپ کی زندگی میں کوئی وقعت ہے تو مہربانی فرما کر ایسا سوچیے گا بھی نہیں اعظم، میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں آپ میرے لیے قابل احترام ہیں۔ان کٹھن حالات میں آپ نے میرا بہت ساتھ دیا ہے میں نہیں چاہتی میری زات کے باعث آپ کی زندگی میں کوئی الجھن رونما ہو۔آپ کی شادی عظمیٰ سے طے ہے اور ان کا ساتھ آپ کے ساتھ جڑا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ میرے متعلق کچھ بھی سوچے اس لیے پلیز اب یہ بات کہہ دی ہے دوبارہ نہیں کیجیے گا۔" طاہرہ کے سخت الفاظ پر اعظم لب بھینچ گیا تھا۔اس کے خاموش جذبات اندر ہی اندر طلاطم برپا کر رہے تھے۔لب خاموش تھی۔ عزت رکھنی تھی۔مان سلامت رکھنا تھا۔

دائم کا دوبارہ شاہ پیلس نہ تو چکر لگا اور نہ اس نے دوبارہ رابطہ بحال کرنے کی کوشش کی۔ یہ تک جاننا گوارہ نہیں کیا کہ جس کو رسوائی کے دہانے پر چھوڑ آیا تھا اب وہ کیسی تھی؟ دائم کی شادی اس کی ماموں زاد سے طے پائی تھی ایک ہفتے کے گیپ سے اعظم کی شادی دائم کی بہن عظمیٰ سے قرار پائی۔ان کی شادی اور ولیمے کے بعد فاطمہ شاہ اور حیدر کا نکاح رکھا گیا تھا۔

جس دن دائم کی شادی تھی اسی دن اس کا شدید برا ایکسیڈنٹ ہوا اور مخصوص رگ دب جانے سے وہ تاحیات باپ بننے سے محروم ہو گیا اور دوسری جانب اسی دن ہسپتال کے لیبر روم کے تخت پر درد سے تڑپتی وہ دائم کے بیٹے کو دنیا میں لا چکی تھی۔ روتا بلکتا سخت مند بچہ طاہرہ کی گود

میں تھا جسے حیدر اور ماں روتے ہوئے پیار کر رہے تھے۔ طاہرہ کسی بت کی مانند بس اپنے بیٹے کو گود میں اٹھائے اس کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

"ماں، حیدر، مجھ سے وعدہ کیجئے اس کے متعلق گھر میں اور گھر کے باہر کسی کو معلوم نہ ہو حتیٰ کہ اس کے باپ کو بھی نہیں" طاہرہ کی سپاٹ آواز پر ماں اور حیدر نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

"میں جانتی ہوں آپ دونوں نے اس مشکل حالات میں میرا بہت ساتھ دیا ہے اور میں بے حد مشکور بھی ہوں۔ جہاں اتنا ساتھ دیا ہے وہاں کچھ مزید صحیح" بیٹے کی ننھی سی رخسار کو سہلاتے وہ اپنی ماں کا کلیجہ چیر رہی تھی۔

"میں تمہاری ماں ہوں طاہرہ مجھ سے جو بن پڑا میں نے وہ کیا اور میں اپنی آخری سانس تک اس راز کی حفاظت کروں گی" طاہرہ کی پیشانی چوم کر ماں نے محبت سے اس کی پیشانی سے سہلائی۔ حیدر نے بھی سر ہلا کر ایک عہد کیا۔

"اعظم کی شادی کب ہے؟ اور تمہارا اور فاطمہ کا نکاح؟" ماں بچے کو تھام کر ایک جانب بینچ پر بیٹھ گئیں تو طاہرہ نے چھت کو گھورتے ہوئے حیدر سے پوچھا۔ آواز مدھم تھی جو صرف حیدر سن پایا۔ حیدر نے پروگرام کے حساب سے بتایا۔

"ٹھیک ہے میرے بیٹے حمزہ علی کی زمہ داری اب سے تمہاری ہے حیدر، میں چاہتی ہوں میرے بیٹے کو تم سنبھالو" نجانے طاہرہ کے دل و دماغ کیا چل رہا تھا۔

"ہم مل کر سنبھال لیں گے آپا" حیدر نے اسے تسلی دی وہ خاموش ہو گئی تھی کچھ تھا جو اس کے دماغ میں چل رہا تھا۔ جس سے شاہ پیلس کی در و دیوار نے لرز جانا تھا۔ ایک ہفتے کے بعد وہ اپنے بیٹے کو بھروسے مند ہاتھوں میں سونپ کر کراچی چلی آئی تھی جہاں اسے دائم کے بارے میں بھی معلوم ہوا تھا۔ وہ سب جان کر بھی اس کے تاثرات سرد تھے۔ جیسے اب اس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ خاموش تھی۔ دوسروں کے ساتھ خوشیوں میں خوش تھی۔ فاطمہ کی خوشیوں میں شریک تھی۔

اعظم کی مہندی کی رات جب وہ پہنچی تو سبھی کی نظریں اس کے کمزور وجود پر تھیں۔ اس کے چہرے پر پھیلی زردی اس کے حالات کو واضح کرتی کئیں زہنوں میں سوال کو جنم دے گئی تھی۔ زوار اور اس کے نکاح کی بات چلی تھی لیکن وہ ماں کی وجہ سے دب گئی کہ ابھی طاہرہ کے پیپرز ہو جائیں پھر مکمل نکاح اور رخصتی کریں گے۔ اس لیے فلحال سبھی خاموش تھے۔ اعظم کی بارات پر وہ چاہ کر بھی نہ جا سکی۔ ولیمے کے فنکشن کے بعد اور حیدر اور فاطمہ کے نکاح سے پہلے طاہرہ اور حیدر کی گفتگو طویل تھی۔ وہ کیا گفتگو تھی یہ حیدر اور طاہرہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

Episode 11 – Part 1

حالیہ شب۔

وہ جو جانے کے لیے تیار کھڑے تھے نشست گاہ میں داخل ہوتے دائم کو دیکھ حیدر کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔فاطمہ دائم کو آتے دیکھ سرعت سے نشست گاہ سے نکلتی کچن کی جانب بڑھ ھی تھی۔ماں الگ حقارت آمیز نظروں میں غصہ دبائے اسے دیکھ رہی تھیں۔وہاں باقی سب نارمل تھے۔دادی حضور تخت پر براجمان تھیں،تایاابو،ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اب تو دائم بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔خوش اخلاقی اور خوب سیرتی کا نقاب اوڑھے وہ ذلیل شخص بے حد ڈھٹائی کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ایک اچٹتی نظر ماں اور حیدر پر بھی ڈال لیتا جو سرد تاثرات لیے اس نجانے کس ضبط سے برداشت کر رہے تھے۔

"اب تو خیر خیریت سے اعظم کے ہاں بھی صحت منداولاد ہوگئی ہے دائم بیٹا نہیں تو جانتے ہی ہو کتنی مشکلات اور ایک بچے کی موت کے باعث عظمیٰ کاقدر ڈرتی رہی ہے اس دفع لیکن خدا کا شکر ہے سب ٹھیک ہو گیا ہے۔اب تم بھی کوئی خوش خبری سنادو ماشاءاللہ سے پانچ سال ہو گئے ہیں شادی کو" وہ تخت کے ساتھ صوفے پر براجمان تھا جب دادی حضور کی بات پر پہلو بدلتا مسکرا دیا۔

"جی بلکل جب رب کی رضا ہوئی" وہ اس سوال سے بہت غیر آرام دہ لگتا تھا۔

"ماں جی اولاد تو مرد کی قسمت کی ہوتی ہے ناں اور رزق عورت کے نصیب کا، نعمتوں کی فراوانی ہے تمہارے گھر میں تمہاری عورت کی وجہ سے" ماں کے چہرے پر مسکراہٹ تھی لہجہ کٹیلا تھا۔ دائم کا چہرہ پل بھر میں تاریک ہوا تھا۔ حیدر نے اسے دیکھا جو لب بھینچے بیٹھا۔

" بلکل بہو، اولاد تو مرد کی قسمت کی ہوتی ہے دینے والا وہ بے نیاز رب ہے جب چاہت جسے عطا کردے" دادی حضور کا لہجہ نرم تھا۔

" دائم بیٹا جزاء وعطا کا دارومدار نیت پر ہے، اپنی نیت اور عمل صالح بنالو ان شاءاللہ تمہیں بھی صاحب اولاد کردے گا" نظروں میں شعلے بھڑک رہے تھے لبوں پر مسکراہٹ اور لفظوں میں درشتگی تھی۔

"جی خالہ" جبری مسکراہٹ سے ماں کو دیکھ کر سر ہلایا تھا۔ اور جانے کے لیے کھڑا ہوا۔

"آپ کی یہ دعا بہت جلد پوری ہو جائے گی خالہ جان ان شاءاللہ اب خدا مجھے جلد صاحب اولاد سے نواز دے گا" کوٹ کا بٹن بند کرتا وہ لبوں پر مسکراہٹ سجائے ماں کو مخاطب کرتا ان کا جگر ہلا گیا تھا۔ وہ تو چلا گیا لیکن ماں کو پریشان کر گیا۔

"آپ پریشان نہیں ہوں، میں حمزہ کہ حفاظت کے لیے ہی اسلام آباد جا رہا ہوں" ماں کو پریشان دیکھ حیدر نے انہیں تسلی دی تھی۔ اسی وقت فاطمہ نشست گاہ میں داخل ہوئی تو دادی حضور کو کچھ یاد آیا۔

"نور بہو تمہارے پاس وہ سونے کے کنگن ہیں ناں انہیں فاطمہ بیٹے کو دے دو ان کی سونی سی کلائیاں ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتی" غائب دماغ بیٹھی ماں نے فاطمہ کی کلائیوں کی جانب دیکھا جو برقعہ پہنے تیار کھڑی تھی۔

"فاطمہ میرے کمرے کے دراز میں ایک چھوٹا سا ڈبہ ہے بیٹا وہ نکال لاؤ" چابی اس کی جانب بڑھاتے ماں کا لہجہ کھویا سا تھا فاطمہ سر ہلاتے چابی پکڑے گھر کے دوسرے پورشن میں ماں کے کمرے میں گئی۔۔۔۔۔۔۔المادی کا پٹ کھولا اور چابی سے دراز کھولتے وہ ڈبہ اُٹھائے دراز بند کرنے کو تھی جب نظر کچھ بوسیدہ سے میٹر نٹی ہوم کی فائل پر لکھے لفظوں پر پڑی۔

۔۔۔۔۔۔فاطمہ کچھ حیرانی سے ان کاغذات کو نکالتے سرسری سا دیکھنے لگی۔۔۔۔۔۔۔

فائل کھولتے وقت وہ نارمل تھی فائل کھولی تو الٹرا ساؤنڈ کا ایک چھوٹا سا سیاہ پیج اس کے سامنے آیا۔۔۔۔۔۔اسے ہٹا کر پیشنٹ کا نام پڑھتے وہ ساکت ہوئی۔۔۔۔۔۔باقی کی لکھائی کو پڑھتے وقت وہ بار بار پیشنٹ کا نام بھی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔تاریخ آج سے تقریباً چھ سال قبل کی تھی۔۔۔۔۔۔وہ صرف ایک ہی پیج نہیں تھا ویسے پورے نو پیج تھے جن پر نو ماہ کی زچہ بچہ کی پراگریس رپورٹ تھی۔۔۔۔۔۔اور آخر میں ڈیلیوری ڈیٹ جو طاہرہ کی خودکشی سے دو ہفتے پہلے کی تھی۔۔۔۔۔۔فاطمہ کے ہاتھ سے سونے کے کنگن والا باکس زمین بوس ہوا تھا۔۔۔۔۔۔آنکھوں میں حیرانگی تھی۔آنکھیں حیرت و پریشانی سے مکمل حجم میں کھلی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔۔المادی کو پکڑ کر خود کو گرانے سے بچاتے وہ اپنے حواس کھو رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔ تبھی کمرے کا دروازہ تیزی سے کھلا اور حیدر اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔۔ نظر فاطمہ پر اٹھی جو شکستہ سی المادی کے سہارے کھڑی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔۔اس کے ہاتھ میں

کاغذات کا پلندہ دیکھ وہ سانس لینا بھول گیا تھا۔۔۔۔۔ٹانگیں لرزنے لگی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔وہ چل کر اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن ٹانگیں چلنے سے انکاری تھیں۔قدم من من کا بوجھ اٹھائے بھاری ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔کندھے ڈھلک گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلے میں ابھر کر معدوم ہوتی گلٹی بہت کچھ خراب ہونے کے باعث تھی۔۔۔۔فاطمہ کی متحیر نظریں حیدر کے سفید پڑتے چہرے پر ٹکی تھیں۔۔۔۔لب پھڑ پھڑا رہے تھے لیکن کوئی لفظ زبان سے ادا نہیں ہو رہا تھا۔۔۔۔حیدر کے پیچھے ابھرتا ماں کا عکس دیکھ وہ مزید شکستہ ہو کر زمین پر گری تھی۔۔۔کاغذات زمین پر بکھر گئے تھے۔۔۔

بلکل اس کے یقین کی طرح۔۔۔ماں اس کی جانب بڑھی تھی۔

"فاطمہ!!!"ماں نے اس کے بے جان ہوتے وجود کو دیکھ کر پکارا۔۔۔اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھی۔۔۔۔۔اس کا ٹھنڈا ہاتھ تھاما۔۔۔۔۔۔

"میری جان!!!"اس کے ٹھنڈے ہاتھ کو سہلایا۔۔۔آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔۔۔۔۔وہ بے جان مورت بنے یک ٹک ماں کو آنسو بہاتے دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

لب پر قفل لگ گیا تھا۔۔۔۔آنکھیں ساکت ہو گئی تھیں۔۔۔۔۔۔پتلیاں ایک جگہ پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔دماغ سن تھا۔۔۔۔۔۔حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔۔۔۔۔۔۔

"فاطمہ میری جان!!!!ماں کی بیٹی!!!میرا غرور!!!میری سمجھدار بیٹی!!!"اس کے چہرے پر ہلکی ضرب سے تھپڑ لگاتے وہ بول رہی تھیں۔۔۔۔۔اسے ہوش میں لانے کی بھی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔۔پر وہ تو گہرے شاک میں تھی۔۔۔۔۔اس کے حواس جامد ہو گئے تھے۔۔۔۔۔وہ چاہ کر بھی ان کے لفظوں کو پہچان نہیں پا رہی تھی۔۔۔۔۔سوائے ان کے

آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو۔۔۔۔۔۔۔۔جو ٹھوڑی سے قطرہ باقطرہ ٹپک کر دامن میں جذب ہو رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔

"حیدر اسے دیکھو!!!"اسے حواسوں میں نہ دیکھ ماں نے حیدر کو پکارا جو ابھی تک چوکھٹ پر کھڑا تھا۔۔۔۔۔ان کی پکار پر وہ قدم قدم چلتا ان کی جگہ پر آ بیٹھا۔۔۔۔۔۔

ماں زمین پر بکھرے راز کو سمیٹ کر دراز میں رکھ چکی تھی۔۔۔۔۔فاطمہ کی نظر حیدر پر ٹکی تھی۔۔۔۔۔۔۔اور حیدر کی اس پر۔۔۔۔۔ماں کی نظریں حیدر پر تھیں۔۔۔۔۔

"تم سنبھال سکتے ہو حیدر، میری بیٹی کو سنبھال لینا، میں دوسری بیٹی کو نہیں کھونا چاہتی"حیدر کے کندھے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا کر کہتی وہ کمرے کا دروازہ بند کرتے باہر نکل گئیں۔۔۔۔۔۔۔

حیدر کا امتحان شروع ہوا تھا۔۔۔۔گہرے راز عیاں ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔روح تک تکلیف میں تھی۔۔۔۔۔۔

"فاطمہ!!!"حیدر کی آواز میں لرزش تھی۔۔۔۔۔فاطمہ کی سسکی لبوں سے آزاد ہوئی۔۔۔۔۔۔۔

"خود کو سنبھالے!!!"اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں قید کیا۔۔۔۔۔فاطمہ کی آنکھوں میں نمی کی لکیر ابھر رہی تھی۔۔۔۔۔۔

"آپا کے لیے!!!!"اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔فاطمہ کی وحشت ناک سسکیاں ماحول میں گونج اٹھی۔۔۔۔۔آنسوؤں کا ایک ریلہ تھا۔۔۔۔۔جو آنکھوں سے نکل کر رخساروں پر بہہ رہا تھا۔۔۔۔۔۔حیدر نے اس کا سر سینے پر رکھا۔۔۔۔۔۔۔اس کے گرد

مضبوط حصار باندھا۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے ہچکولے کھاتے وجود کو سنبھالا۔۔۔۔۔۔۔وحشت ناک سسکیاں ماحول میں گونج رہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔اس کی کمر کو سہلاتے حیدر اسے سنبھالتے خود بھی بے آواز رو رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔

"کیوں؟؟؟؟"حیدر کے گریبان کو دبوچے وہ ہذیانی انداز میں چیخی تھی۔حیدر نے جواباً سختی سے اس کی پیشانی پر لب رکھ دیئے۔۔۔۔۔مسیحائی کرتے لمس پر وہ مزید تڑپ کر اس کے سینے سے لگی۔۔۔۔۔۔۔اس کے گرد سختی سے بازو باندھ لیے۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے تڑپتے بکھرتے وجود کو حیدر نے سنبھال لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ہمیشہ کی طرح وہ مان رکھ گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

دائم اپنے کمرے میں داخل ہوا تو نظر بیڈ پر آرام کرتی اپنی بیوی پر پڑی جو دنیا سے بے خبر سو رہی تھی۔شوہر باہر کس وقت گیا؟کس وقت آیا؟کھانا کھایا؟یا نہیں اس کا حساب وہ نہیں رکھتی تھی۔وہ من موجی بندی تھی۔انتہا کی صاف گو،ادھار تو وہ رکھتی نہیں تھی۔دائم نے کوٹ اتار کر صوفے پر رکھا اور اس کی جانب بڑھا۔

"سامعہ!اٹھو"اس شانے سے ہلاتے وہ اس کی نیند میں خلل کا باعث بن رہا تھا۔کچی نیند میں اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"کیا ہے؟" اسے دیکھ کر دوبارہ سے آنکھیں بند کرتے وہ بیزار لہجے میں بولی۔ دائم کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔

"میں گھر ابھی آیا ہوں" دائم کے لہجے میں غصہ تھا۔

"تو سو جائیں" کروٹ بدل کر کہتے وہ پھر سے نیند میں ڈوب چکی تھی۔ دائم نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا اور صوفے پر بیٹھ کر بوٹ اتارنے لگا۔

"آپ نے کھانا کھایا؟" مدھم سی اک سرگوشی اس کی سماعت میں گونجی۔ دائم کے ہاتھ ساکت ہوئے۔ آنکھیں بند کرتے سرد سانس کھینچا اور صوفے سے پشت لگائے بیٹھ گیا۔ چہرہ چھت کی جانب تھا۔ فانوس کی مدھم روشنیاں روشن تھی۔

"آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ نہیں کھایا۔" پھر سے سرگوشی۔۔۔ فانوس کی مدھم روشنیوں کو دیکھ کر آنکھیں بند کر گیا۔ کچھ مناظر تھے۔۔۔۔ جواب چلنے لگے تھے۔۔۔۔۔

"کیوں نہیں کھایا؟ ذرا احساس نہیں ہے آپ کو دائم اپنا نہیں تو کم از کم میرا ہی سوچ لیا کریں" وہ دوپٹہ کندھوں پر ڈالے آدھ کھلے بالوں میں کیچر لگائے اس سے خفا سی نظر آ رہی تھی۔ نکاح کے بعد یہ ان کی تیسری ملاقات تھی۔ وہی ہوٹل کا کمرہ تھا۔ جہاں وہ نکاح کے بعد پہلی بار ملے تھے۔۔۔۔۔

"تم واجب المحبت ہو" اس کے چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر اس کی پیشانی کو لبوں سے چھوا۔ طاہرہ شرمگیں مسکراہٹ لبوں پر سجائے اس سے دور ہوئی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے!!!" کمر پر دونوں ہاتھ رکھتے وہ اب بھی کچھ خفا سی تھی۔ دائم اس کے حق جتانے پر سرشار ہوا۔ فوراً کان دونوں ہاتھوں سے پکڑے وہ اٹھک بیٹھک کرنے لگا۔

"اس بندہ ناچیز کی معذرت قبول کرلیں ملکہ بندہ بشر شرمندہ ہے۔" اس کے سامنے دوزانو ہوا۔ لبوں پر مسکراہٹ سجائے وہ معافی مانگ رہا تھا۔ طاہرہ لبوں پر ہاتھ رکھتے بے اختیار ہنس دی۔ ہنسنے سے اس کا روشن چہرہ خوبصورت روشنیاں بکھیر رہا تھا۔

"چلیں کیا یاد کرے گا یہ بندہ ناچیز، ملکہ نے معاف کیا لیکن اس عہد کے ساتھ کہ آپ کبھی بھوکے نہیں سوئے گے وعدہ کریں مجھ سے" اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے طاہرہ اب کچھ سنجیدہ تھی۔ دائم ویسے ہی زانوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں کو تھام کر لبوں سے لگایا۔

"وعدہ ہے، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا اور تم میرے ساتھ!!! تو بھلا میں کبھی بھوکا سو سکتا ہوں؟" وہ دل گیر لہجے میں بولا۔ طاہرہ مسکرا دی۔ دائم نے کھڑا ہو کر اس کا سر سینے پر رکھا۔ اس کے گرد حصار باندھا۔ طاہرہ اس عنایت پر مسکرا دی تھی۔ دائم نے مسکراتے اس کے بالوں کو چوم لیا۔ منظر پھر سے بدلنے لگا تھا۔ روشن فانوس کی روشنیاں جل رہی تھیں۔ دائم نے آنکھیں کھول کر اپنے ارد گرد دیکھا اور نظریں پھر سے فانوس پر جم گئیں۔۔۔۔

"تم ساتھ نہیں ہو پھر بھی ساتھ ہو" دل میں ہوک سی اٹھ رہی تھی۔

"میں وعدہ وفا نہیں نبھا سکا" لبوں سے سرگوشی برآمد ہوئی۔

"تو پھر بھرے پیٹ سو نہیں پایا" صوفے سے اٹھا اور سلیپرز پہن کر واش روم میں چلا گیا۔ آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر ٹھنڈی پانی کے چند چھینٹے جلتی آنکھوں میں پھینکے۔

"اب تو بھوکے سونے کی عادت ہے" شیشے میں نظر آتے عکس کو دیکھا۔ کچھ ہی دیر میں کپڑے بدل کر وہ بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹ گیا۔ ایک نظر بھی اپنی بیوی پر ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ اب اسے ہجر کی آگ نے جلانا تھا۔ نیند ہمیشہ کی طرح کوسوں دور تھی۔ نیند کی دیوی اب اس پر زرا کم ہی مہرباں ہوتی تھی کیونکہ وہ کسی پر مہرباں نہیں ہوا تھا۔۔۔۔

"اتنی ازیت ناک سچائی؟ ہمیں آگاہی نہ حاصل ہوتی، کاش ہم نہ جان پاتے سچائی کو، ہم کیسے سنبھال پائے گے اس راز کو؟ ہم کیسے چھپائے گے؟" حیدر کے تمام سچائی سے آگاہی پر وہ کتنے ہی پل ساکت بیٹھی رہی تھی۔ پھر جب بولی تو لہجے سے ازیت چھلک رہی تھی۔

"جیسے اس آگ کی بھٹی کو برسوں سے ہم دل میں دہکائے بیٹھے ہیں۔۔۔ آپ پریشان نہیں ہوں ،یہ ازیت مل کر اپنی ہے ہم مل کر سنبھال لے گے" فاطمہ کے ہاتھوں کو تھام کر وہ یقین دہانی کروا رہا تھا۔ رونے کے باعث سوجن زدہ پپوٹے اور سرخ انگارہ آنکھوں کی سرخی کو دیکھتے حیدر کو ایک نئی ازیت محسوس ہو رہی تھی۔ اپنی محبت کو ازیت میں دیکھ اپنا بس نہیں چل رہا تھا اس

ازیت کو جڑ سے ختم کر دے، وقت کو واپس موڑ دے اور ان لمحات کو مٹا ڈالے جس کی ازیت میں اس کے پیارے تڑپ رہے تھے۔

"حیدر ہمیں اسے دیکھنا ہے، اس سے ملنا ہے ہمیں لے چلیں ان کے پاس پلیز حیدر ہم پیار کرنا چاہتے انہیں ان ہاتھوں سے چھونا چاہتے ہیں آپا کے لمس کو محسوس کرنا چاہتے ہیں انہیں ہگ کرنا چاہتے ہیں" حیدر کے چہرے کو تھام کر وہ منتیں کرتی اس کے انتہائی نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔

حیدر نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر اپنے سینے پر رکھا۔

"حمزہ علی، اس کا نام حمزہ ہے اور ہم اسی کے پاس اسلام آباد جا رہے ہیں آپ اس سے ملے گی تو معلوم ہو گا کیسا شیطانی بچہ ہے، اتنی شرارتیں کرتا ہے کہ کبھی بور نہیں ہونے دیتا، وہ تو اب سکول بھی جاتا ہے، کاؤنٹنگ، ایلفابیٹس، تین تک ٹیبلز بھی یاد ہیں، کھانے میں وہ حلوہ پوری، کھیر، پیزا، پاستہ اور نوڈلز پسند کرتا ہے۔ کرکٹ، فٹ بال اس کے فیورٹ ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سونے گھر میں داخل ہونے گھر سے جانے کی دعا یاد ہے، الحمد شریف آیت الکرسی مکمل یاد ہے اسے بہت ذہین ہے وہ بہت لائق اور بہت پیارا بچہ ہے۔ وہ واجب المحبت ہے سیدہ" مسکرا کر وہ حمزہ علی کی چند خصوصیات بتا رہا تھا اور فاطمہ تو اشتیاق سے اپنے بھانجے سے جڑی باتیں سن رہی تھیں وہ ان دیکھا، ان چھوا، وجود اس کے لیے کس قدر باعثِ سکون بن گیا تھا کہ وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ پانچ سالوں کی کثافت سچائی سے دور تو ہوئی تھی لیکن ایک ازیت تھی جو روح تک میں سرائیت کر گئی تھی۔ ایک جیتے جاگتے وجود کی موجودگی اس ازیت کو کچھ لحظوں کے لیے بھلا دینے پر مجبور کر رہی تھی۔

Episode 11 – Part 2

کراچی سے اسلام آباد کا بائے روڈ سفر یقیناً تھکا دینے والا تھا جس میں ان پر رات کے سائے ڈھل چکے تھے اور پھر شہر سے کچھ ہی فاصلے پر بنے جدید طرز کے فارم ہاؤس کے مین گیٹ سے گاڑی اندر داخل ہوئی تو گولائی میں بنے لان کے گرد گھومتی کوٹیج کے داخلی دروازے پر رکی۔ فاطمہ نے حیدر کی سمت دیکھا حیدر نے اس کے گود میں دھرے ہاتھوں کو تھام کر ہلکا سا دبایا۔ گاڑی سے اتر کر فاطمہ کی جانب کا دروازہ کھول کر فاطمہ اس کے شانہ بشانہ ہوئی تو ایک ملازمہ ان کے استقبال کے لیے پہلے سے ہی دروازے پر کھڑی تھی۔

"اسلام علیکم صاب اسلام علیکم بی بی جی کیسا ہے آپ؟" شبانہ گول گول رخساروں والی ایک غیر معمولی نقوش کے مالک لڑکی تھی جو اپنے وجود کو مکمل ایک بڑی سی چادر میں مکمل چھپائے ہوئے تھی۔ فاطمہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔ اسے وہ اچھی لگی تھی۔

"وعلیکم السلام، کیسی ہو بچے؟" حیدر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر خیریت دریافت کی۔

"ام ٹیک ہے صاب یہ بی بی جی آپ کا عورت ہے؟" فاطمہ کے نظریں اس پر ہی تھیں جو پٹھانی لڑکی محسوس ہوتی تھی۔ ٹھوڑی، گلے آنکھوں کے سائیڈز پر تین تین ڈاٹس لگائے ہوئے تھے آنکھوں میں گہرا سرمہ تھا اور لہجہ خالص خان صاحب جیسا تھا۔

"یہ میری بیوی ہیں فاطمہ شاہ" فاطمہ کی جانب اشارہ کرتے حیدر کا لہجہ تعارفی تھا اور فاطمہ اس کی زبان سے اپنے نام کیے جانے پر آنکھیں بند کر گئیں تھی۔ کتنا خوبصورت احساس ہوتا ہے ناں

جب محبوب محبت سے آپ کا نام پکارتا ہے۔ سرشاری اور محبت نے فاطمہ کے بے چین دل کو قرار دیا تھا۔

"یہ طاہرہ بی بی کا بین ہے؟" شبانہ نے ایک اور سوال کیا۔ حیدر نے سر کو مثبت ہلایا

"حمزہ؟" حیدر کی بات پر فاطمہ نے بھی شبانہ کی طرف دیکھا۔

"حیدر ماموں جان!!!" ایک نرم مدھم سی خوبصورت آواز پر حیدر اور فاطمہ فوراً اوپر کی جانب دیکھا جہاں سیڑھیاں اترتا ایک گول گوتھنا سا گھنگریالے بالوں والا بچہ پیلی جیکٹ پہنے جوش سے ان کی جانب اتر رہا تھا۔ فاطمہ اپنی جگہ سٹل کھڑی تھی۔ وہ خوبصورت بچہ اس کی آپا کا بیٹا تھا۔ طاہرہ آپا کا بیٹا تھا۔

"دھیان سے" تین چار سیڑھیاں چڑھ کر حیدر نے اسے گود میں اٹھالیا اور بالوں پر بوسہ دے کر خود میں بھینچا۔

"میرا شہزادہ کیسا ہے؟ حمزہ نے ماموں کو مس کیا؟" بالوں میں ہاتھ پھر کر انہیں سہلاتے وہ لاڈ سے گال سے اپنی داڑھی کو مس کرتے ہوئے بولا۔ ایسا کرنے سے حمزہ کو گدگدی سی ہوئی اور وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ فاطمہ نقاب کے پیچھے سے ہی نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

"حمزہ نے ماموں کو بہت مس کیا۔ ہم تو کہہ رہے تھے ہمیں ہمارے ماموں کے پاس لے چلو ہم بہت اداس ہو گئے تھے" کھلکھلا کر ہنستے وہ حیدر کے گرد بازو حائل کر گیا تھا۔

"اوہ میرا شہزادہ" حیدر نے پھر سے اس کے رخسار کو مس کرتے ہوئے پیار کیا اور وہ پھر سے ہنس دیا۔

"ان سے نہیں ملو گے ؟" حیدر نے حمزہ کا رخ فاطمہ کی جانب کیا جو اس کی طرف بڑھی۔

"نہیں" اس کے رخ پھیرنے پر فاطمہ کے بڑھتے قدم رک گئے۔ دل میں عجیب سی تکلیف ہوئی تھی۔

"کیوں ؟" حیدر حیران ہوا تھا۔ فاطمہ کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں نمی لیے حمزہ کو والہانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی گود میں اٹھانے اور پیار کرنے کو بیتاب تھی۔

"ان کا پورے پانچ سال انتظار کیا ہے ہم نے اور یہ اب آئی ہیں !" حمزہ کی ناراضگی پر فاطمہ نے متحیر نظروں سے حیدر کو دیکھا جو اس کی بات پر مسکرا دیا۔

"ماموں نے ہی ساتھ لانا تھا ناں شہزادے" حیدر نے اسے پچکارا۔

"پھر تو آپ سے بھی خفا ہونا چاہئے" اب وہ بھی خفگی بھری نظروں سے حیدر کی گود میں چڑھا اسے گھور رہا تھا۔

"اچھا ناں یار آئی ایم سوری دیکھو اب تو ہم نے کان پکڑ لیے ہیں ہے ناں سیدہ ؟" حیدر نے اپنا کام پکڑ لیا اور فاطمہ کی بھی رائے لی جس نے نقاب میں سے ہی کان پر ہاتھ رکھ لیے اور سر ہلایا۔

"چلیں پھر ہمیں نیچے اتارے ہم اپنی خالہ سے تو ملے" حیدر کی رخسار پر بوسہ دیتے اب وہ اتاولا ہوا اور حیدر کی گود سے اترتا فاطمہ کی جانب بڑھا جو گھٹنوں کے بل ہوتی اس کے دیکھے بھالے خوبصورت نقوش کو ہاتھ کی پوروں ہر محسوس کرنے لگی۔ کئیں آنسو آنکھوں سے بہتے نقاب میں ہی جذب ہو رہے تھے۔ اس کے بالوں کو چھوتے، کندھوں کو چھوا پھر اس کے گول مٹول ہاتھوں کو تھام لیا۔ ایک ہاتھ سے نقاب اتار کر پھر سے اس کا ہاتھ تھام کر انہیں لبوں سے لگایا۔

"خالہ جان، حمزہ نے آپ کا بہت انتظار کیا ہے، آپ بہت دیر سے ہمارے پاس آئیں" فاطمہ کے بہتے آنسوؤں کو اپنی ننھی ہتھیلی سے صاف کرتے وہ بے ساختہ اس کی پیشانی کو چومتا اس کے گرد باہیں ڈال گیا تھا۔ فاطمہ بھی زمین پر بیٹھتی اس مضبوطی سے اپنے سینے میں بھینچ گئی تھی۔ کتنے ہی آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پر پھسلے اور حمزہ کی پیلی جیکٹ میں جذب ہوئے تھے۔ ایک ٹھنڈک فاطمہ کے دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کو اپنے وجود میں پچھلے چند سالوں کی ازیت کا اخراج محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے تحاشا اسے چوم رہی تھی۔ حیدر کو دیکھتی جو نم نظروں سے سینے پر بازو باندھ کر ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو ایک دوسرے کے بہتے آنسوؤں کو خود ہی صاف کر رہے تھے۔

پانچ سال کی تڑپ کا اس قدر خوبصورت انعام اس نے پایا تھا کہ اب وہ اس انعام کی ٹھنڈک پورے وجود میں محسوس کر رہی تھی۔

"اب تو دیکھے آنکھیں سویل ہو گئی ہیں اتنا نہیں روتے پھر ناک بہتی ہے" فاطمہ کے آنسوؤں کو صاف کرتا وہ اس کی چھوٹا سا ہیرہ پہنے ناک کو بھی صاف کر گیا تھا اور فاطمہ اس کے فکر پر مسکرا اٹھی۔ ایک بوسہ اس کی پیشانی پر دیا۔

"خالہ کی جان، خالہ کا بیٹا، خالہ کا بچہ میری جان حمزہ" اس کے ہاتھوں کو چومتے وہ اب وہ زبان سے بھی نرم الفاظ بولتی حمزہ کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"خالہ جان آپ فوٹوز سے زیادہ خوبصورت ہیں" اس کے چہرے کو چھوتے حمزہ بڑے لاڈ سے بولا۔ حیدر نے فاطمہ کی جانب دیکھا جو سرخ چہرہ لیے روئی سی سرخ آنکھوں کے گرد چہرے پر سیاہ حجاب کیے واقع خوبصورت لگ رہی تھی۔

"خالہ کی جان بھی اپنے نام کی طرح بہت پیاری ہے" فاطمہ نے اب کے اس کے چہرے کو سہلایا۔

"چلو بھئی اب جذباتی سین کو ختم کرو چلو بھئی حمزہ جلدی سے فریش ہو کر آئے اور خالہ کو بھی فریش ہونے دیں پھر اکٹھے بیٹھ کر ڈنر کرتے ہیں۔" حمزہ کے گھنگریالے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہا جس پر وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"ہم ساتھ چلتے ہیں" اپنی تھکاوٹ کا سوچے بغیر وہ حمزہ کے ساتھ چل دی تھی اس کا ہاتھ منہ دھلوا کر نرم سے کپڑے سے صاف کیا ہاتھوں کو چوما اور ڈائینگ ٹیبل پر اس کے ساتھ بیٹھی۔ فاطمہ اور حمزہ ہی تھے حیدر تو تھا ہی نہیں۔ فاطمہ اور حمزہ آپ میں باتیں کرنے میں مصروف تھے اور حیدر کھانا کھاتے ہوئے ان کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ کل صبح کا شاپنگ کا پلین بنا چکے تھے۔ حیدر کو بس بتایا تھا۔ گھر سے باہر بڑے بڑے مالز کے چکر فاطمہ نے کبھی نہیں لگائے تھے لیکن اب وہ حمزہ کے ساتھ باہر جا کر اپنی پسند سے اس کے لیے چیزیں لا رہی اور حمزہ بھی تو خالہ کا چمچا بنا ہوا تھا۔ جو حمزہ کہتا وہ ایک پل کی تاخیر کے بغیر حاضر ہوتا جو حمزہ کی خالہ کہتی وہ حمزہ مکمل کر رہا تھا۔

گزرے ایک ہفتے میں فاطمہ اور حمزہ ایک دوسرے سے انتہائی اٹیچ ہو گئے تھے کہ حیدر بھی بھول جاتا تھا کہ وہ بھی موجود ہے۔ پچھلے ایک ہفتے سے ہی فاطمہ حمزہ کے ساتھ اس کے کمرے میں سو رہی تھی۔ حیدر اکیلا کمرے میں کروٹ پر کروٹ بدلتا رہتا تھا لیکن فاطمہ خوش تھی اور اس کی خوشی کے لیے حیدر کچھ بھی کر سکتا تھا۔

آج تو اس کی بس ہو گئی تھی وہ کھانے کے بعد کمرے میں نائیٹ ڈریس لینے آئی تو حیدر کو کمر پر دونوں ہاتھ رکھے لڑاکا عورتوں کی طرح کھڑے پایا۔فاطمہ حیران ہوئی۔

"آپ کو کیا ہوا ہے؟"فاطمہ حیران سی الماری کی جانب بڑھی ساتھ پوچھ رہی تھی۔

"یہ کیا طریقہ اپنایا ہوا ہے آپ نے؟"حیدر کی سخت آواز پر فاطمہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کونسا طریقہ؟"سوٹ نکال کر بازو پر رکھا اور الماری کا دروازہ بند کیا۔

"یہی!"حیدر کے مبہم جواب پر فاطمہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا یہی؟"فاطمہ اچنبھے سے اس کے سخت تاثرات کو دیکھ رہی تھی۔جو بلاوجہ بنے ہوئے تھے۔

"کہاں جا رہی ہیں آپ؟"

"کمرے میں!"فاطمہ اس کے سوال کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"تو جہاں آپ کھڑی ہیں وہ کیا ہے؟"اب تو حیدر نے سینے پر بازو باندھ لیے تھے۔

"یہ بھی کمرہ ہے"فاطمہ کی حیرت اب کم ہو رہی تھی۔

"کس کا کمرہ ہے؟"حیدر نے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"ہمارا"

"تو پھر وہاں کیوں جا رہی ہیں؟"حیدر اس کے روبرو تھا اتنا کم فاصلہ تھا کہ وہ اسے ہاتھ بڑھا کر چھو سکتا تھا۔

"حمزہ کے پاس سونے کے لیے!!" مسکراہٹ ضبط کرتے وہ سنجیدہ انداز میں بولی تھی۔ جیسے بہت ہی نارمل بات کہی ہو۔

"تو میرے ساتھ کون سوئے گا؟" حیدر کے کان کھڑے ہو گئے۔

"آپ تھوڑی بچے ہیں کہ ایک بندے کو آپ کے پاس سلایا جائے" فاطمہ مسکرا کر بولی تھی۔ وہ جانتی تھی حیدر نظر اندازی کا شکار ہوا ہے۔۔ وہ بھی حمزہ سے مانوس ہونا چاہتی تھی۔

"میں تو چاہتا ہوں ناں کہ آپ میرے پاس سوئے میرے ساتھ میرے حصار میں" اس کے شانوں پر بازو رکھتے دباؤ بڑھاتے بولا۔ حیدر کے کلون کی خوشبو فاطمہ کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔۔۔ چہرہ اس کی باتوں پر لال قندھاری ہوا تھا۔

"خالہ جان!!" دروازے پر فاطمہ کے نام کی دستک ہوئی تھی۔ حیدر نے گھور کر دروازے کو دیکھا پھر فاطمہ کو۔

"حمزہ کو سمجھائے کہ آپ کو صرف خالہ بولا کرے یا خالہ جی خالہ جان نہیں" فاطمہ نے اسے جواباً گھورا۔ بازو ہٹائے وہ دروازے کی سمت بڑھی تھی دروازہ کھولا تو حمزہ نائیٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔

"جی خالہ کی جان آپ چلے خالہ ابھی آتی ہیں" حمزہ کو محبت سے کہتے وہ بھیج چکی تھی۔ پھر سے حیدر کی جانب متوجہ ہوئی۔

"حمزہ ہمیں خالہ جان کیوں نہیں کہہ سکتا؟ وجہ بتائے"

"بکاز آپ خالہ ہو گی اس کی لیکن جان میری ہیں" حیدر کے بے باک جواب پر وہ محض گھور کر رہ گئی تھی۔

"ایک بچے سے جیلس ہو رہے ہیں؟" فاطمہ کو تو یقین نہیں آیا تھا۔

"جیلس نہیں ہو رہا رشک آتا ہے اس کی قسمت پر" حیدر نے منہ بنا کر کہا فاطمہ حیران ہوئی۔۔۔

"آپ کو رشک کیوں آتا ہے؟" فاطمہ نے ہاتھ ہوا میں اٹھ کر کہا۔

"اس لیے کہ وہ سر عام آپ کو جان کہتا ہے اور میں تنہائی میں بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس کی مجھے اجازت ہی نہیں ملی" حیدر کہتے ہوئے بیڈ پر جا بیٹھا تھا فاطمہ کی جانب اس کی پشت تھی۔

فاطمہ اس کے جواب پر لب چبانے لگی تھی۔اس کے معصوم سے شکوے پر وہ حیران بھی تھی اور اس کی خفگی پر تذبذب کا شکار بھی۔

"حیدر؟" فاطمہ اس کے قریب کھڑی ہوئی۔

"آپ پریشان نہیں ہوں پلیز جہاں اتنا انتظار کر لیا ہے وہاں مزید سہی" اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی لڑکی کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا تھا جو اپنے ہاتھوں کو اس کے چہرے کی جانب بڑھاتے تھام گئی تھی۔حیدر نے اس کی جانب متحیر نظروں سے دیکھا۔فاطمہ کے لب اس کی حیرانی پر مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

"ہم آپ کے پاس ہیں آپ کی دسترس میں ہیں ہم پر آپ مکمل اختیار رکھتے ہیں ہمیں جب چاہے جہاں چاہے جو آپ کا دل کرے کہہ سکتے ہیں اس بات کی اجازت طلب کرنے کی

ضرورت نہیں ہے"اس کے مبہم لفظ حیدر کو اپنی روح میں سکون کی لہر کی طرح محسوس ہوئے تھے۔ساری خفگی زائل ہوئی تھی۔فاطمہ کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے وہ فاطمہ کو بٹھا چکا تھا۔

"صرف پکارنے کی اجازت ہے؟"فاطمہ کی پشت کو بیڈ سے لگاتے وہ اس پر حاوی ہوتے ہوئے بولا تھا۔فاطمہ دم سادھے اپنے اوپر حیدر کے وجود کو دیکھ رہی تھی جس کی سانسوں کو وہ گن سکتی تھی۔

"بولے عمل سے ظاہر نہ کروں؟"اب فاطمہ کی حیرانی پر وہ متبسم سا ہوا۔اس کی پیشانی سے اپنے لبوں کو مس کرتے وہ بولتا فاطمہ کو گھبرانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"ح حیدر!"حیدر کے بدلتے تیور پر فاطمہ گھبراتے ہوئے بولی تھی۔حیدر کے ہونٹ اس کی پیشانی کو چھونے لگے تھے۔

"حیدر کی جان"فاطمہ کی ناک پر لب رکھتے وہ مسکرا کر بولا تھا۔اس کی مسکراہٹ کو محسوس کرتے فاطمہ مدھم سا مسکرائی تھی۔اس کے لفظ خوبصورت تھے۔سکون تھا۔سرشاری کی کیفیت تھی۔

"ہم آپ کی جان ہیں اور حیدر کی جان کی جان بستی ہے آپ میں"اس کے چہرے کے نقوش کو انگلی کی پوروں سے محسوس کرتے فاطمہ نے سرگوشی کی تھی۔حیدر اس کی سرگوشی پر مسکایا۔

"سچ کہہ رہی ہیں؟"حیدر پھر سے سننا چاہتا تھا۔فاطمہ نے آنکھیں بند کی۔گہرا سانس لیکر اس کی خوشبو کو محسوس کیا۔حیدر اس دیوانی کے ہر تاثر کو محسوس کر رہا تھا۔جن میں ایک الگ نشہ سا تھا۔

"ہمارے دل و دماغ میں ہمارے وجود میں یہ جذبات یہ احساسات صرف آپ کے نام کے ہیں سید حیدر علی شاہ، نکاح سے لیکر اب تک ہر سانس کے ساتھ خود کو آپ کی امانت سمجھا ہے۔ ہم نفرت کرنا چاہتے تھے لیکن نہیں کر پائے اور دیکھے آج اعتراف کر رہے ہیں کہ فاطمہ شاہ، حیدر علی شاہ سے محبت و عقیدت رکھتی ہے۔ ہم آپ کے تھے ہیں اور تاحیات آپ کے ہی رہے گے "اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر وہ کہتی چہرہ اٹھا کر اس کی پیشانی کو بھی چوم گئی تھی۔ چہرہ ہٹا کر اس کے چہرے کو دیکھا جو متحیر سا بس اس کو دیکھ رہا تھا۔ فاطمہ کو بے اختیار ہنسی آئی تھی۔ وہ جلترنگ سا ہنستی حیدر کو اپنا اسیر کر گئی تھی۔ حیدر بے ساختہ جھک کر اس کی مسکراہٹ کو چھو گیا تھا۔ ہنسی کی آواز مدھم سی ہوئی تھی۔ جہاں قہقہے گونج رہے تھے اب وہاں دلوں کی دھڑکنیں شور برپا کر رہی تھیں۔ سماعت میں گونجتی محبت بھری سرگوشیاں عروج پر تھیں۔ ہر محبت کو زوال نہیں ہوتا۔ کچھ محبتیں خدا کی رضا میں پایا تکمیل تک بھی پہنچتی ہیں۔۔۔۔۔۔

ناشتے کی میز پر ملا عدالتی نوٹس حیدر اور فاطمہ کے تمام احساسات کو منجمد کر گیا تھا وہ بس ساکت سے اس نوٹس کو دیکھ رہے تھے جو دائم نے حمزہ کی کسٹڈی کے لیے عدالت میں کیس پیش کیا تھا اور اب ان کی پیشی فیملی کورٹ میں طلب تھی۔

"کیا ہوا آپ دونوں کو؟ پریشان ہیں؟" کچھ دیر پہلے جہاں وہ دونوں ہنس کر باتیں کر رہے تھے اب ان کے چہرے سنجیدگی اور پریشانی لیے ہوئے تھے جنہیں پانچ سالہ حمزہ محسوس کرتا پوچھ رہا تھا۔

"نہیں میرے شہزادے ہم تو بلکل پریشان نہیں ہیں" حیدر سنبھل کر مسکرایا اور حمزہ کی سرخ رخساروں کو کھینچ کر بولا تھا۔ حمزہ نے فاطمہ کی جانب دیکھا۔

"ہم بھی ٹھیک ہیں خالہ کی جان" فاطمہ بھی مسکرا کر بولی تو وہ مطمئن سا ہوتا سر ہلا گیا تھا۔ تبھی حیدر کا موبائل گونج اُٹھا۔ حیدر نے میز پر دھرے فون کی جانب دیکھا جہاں اعظم بھائی کالنگ لکھا آرہا تھا۔ یقیناً یہ خبر اعظم بھائی سمیت گھر میں بھی معلوم ہوگئی ہوگی۔ حیدر سرد سانس خارج کرتا ہوا فون اٹھائے باہر نکل گیا تھا اور فاطمہ پریشانی کو پس پشت ڈالے حمزہ کی جانب دیکھا جو رغبت سے ناشتہ کر رہا تھا۔

"خالہ کی جان!"

"ہاں جی خالہ جان" جس محبت سے فاطمہ نے اسے پکارا تھا حمزہ نے بھی اسی محبت سے جواب دیا تھا جس پر فاطمہ مسکرا دی۔

"حمزہ خالہ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟" فاطمہ نے ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔ حمزہ نے کچھ پل اس کے سوال پر غور کیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ فاطمہ نے اس کے تاثرات سے کچھ اخذ کرنا چاہا تھا۔

"خالہ سے محبت کتنی ہے یہ بتانے کے لیے سوچنا پڑ رہا ہے حمزہ کو؟" فاطمہ کے سوال پر حمزہ نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں تو ہم سوچ رہے ہیں کہ کیسے بتائے کہ ہمیں کتنی محبت ہے خالہ سے؟" حمزہ کے معصوم سے شکوے پر فاطمہ حیران ہوئی۔ اسے حمزہ پر بے ساختہ بے انتہا پیار آیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر حمزہ کو اپنی آغوش میں لیتے اس کی آنکھیں بے ساختہ چھلک پڑی تھیں۔

"حمزہ تو بہت محبت کرتا ہے خالہ سے، مما کو تو دیکھا نہیں ہم نے ماموں نے بتایا کہ آپ ہماری خالہ ہیں اور خالہ تو مما بھی ہوتی ہیں۔ اس لیے مما سے کتنی محبت ہے یہ تو نہیں بتائی جاتی ناں لیکن پھر بھی ہمیں آپ سے اتنی ساری محبت ہے۔" اس کے آغوش میں سمٹ کر وہ بازو پھیلا گیا تھا یہ اس کی معصومیت کا ترازو تھا جس میں وہ اپنی محبت تول رہا تھا جو سب آشیا سے بھاری تھی۔

"آپ سے خالہ ہمیشہ محبت کریں گی خالہ کی جان، آپ خالہ کے پاس رہے گے ناں؟ خالہ کو چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ خالہ آپ سے بہت محبت کرتی ہیں۔" حمزہ کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو چومتے وہ رو بھی رہی تھی جواب بھی دے رہی تھی اور اس معصوم ذہن سے سوال بھی کر رہی تھی۔

"ہم تو بڑے ہونے تک خالہ کے ساتھ ہی رہے گے" فاطمہ کے آنسو صاف کرتے وہ دل میں سکون پہنچا گیا تھا۔ فاطمہ نے اسے خود میں بھینچ کر پیشانی پر بوسہ دیا۔

"خالہ آپ سے بہت محبت کرتی ہیں" حمزہ نے سر ہلایا۔

"ہم بھی خالہ سے بہت محبت کرتے ہیں" حمزہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"سیدہ ہمیں گھر کے لیے نکلنا ہے دادی حضور کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" حیدر تیزی میں اندر داخل ہوتا بولا تھا۔

"کیا ہوا ہے انہیں؟ وہ ٹھیک تو ہیں؟" فاطمہ بھی پریشانی سے اس کے قریب جاتے پوچھنے لگی۔ حیدر نے حمزہ کی جانب دیکھا جو ناشتے کی جانب متوجہ تھا پھر فاطمہ کو دیکھا جو حیدر کی خاموشی کو بھی سمجھ گئی۔

"حمزہ کو ساتھ لے جانا ہے؟" فاطمہ کے سوال پر حیدر نے سر ہلایا۔

"اب جب حقیقت کھل ہی گئی ہے تو ان حالات کا سامنا کرنا ہی ہوگا اور اسے یہاں پر اکیلا چھوڑنا خطرے سے خالی نہیں ہے دائم کسٹڈی جیتنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے" فاطمہ نے سر ہلایا۔ اور حیدر کے کہنے پر وہ آج دوپہر میں ہی حمزہ کے ساتھ گھر کے لیے نکلے تھے۔ جہاں کچھ نئے سوالات اور حالات کا سامنا کرنا تھا۔

Episode 12

"زاوی یہ لیں یہ آپ کی کافی" ٹرے میں چند کافی کے کپ رکھے وہ کافی جوش سے زوار کی جانب بڑھی تھی جو عام سے حلیے میں سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

"شکریہ، لیکن یہ بنائی کس نے؟" زوار خوشگوار حیرت سے کپ تھام کر بولا۔ ماموں، ممانی اور زیبا نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ زیبا ایک بار پھر ان کی حد درجہ فرینکنس کو دیکھ کر کڑھ کر رہ گئی تھی۔

"ظاہر سی بات ہے میں نے ہی بنایا ہے "نورین ٹرے اٹھائے ماموں اور ممانی کی طرف گئی۔

"میں نہیں مان سکتا چوہیا یہ تم بنا سکتی ہو "زوار کافی کا سپ لیتے اسے چڑانے کے لیے بول رہا تھا۔ حسب معمول وہ چڑ گئی۔

"میرے ہاتھ جیسا ذائقہ اس پورے گھر میں سے کسی کا بھی نہیں مسٹر زوار آپ کی بیگم کا بھی نہیں "زیبا کی جانب ٹرے کرتے وہ مسکرا کر بولی لیکن زیبا کی غفلت کے باعث ٹرے کو ہاتھ لگا اور کافی کے چند قطرے زیبا کے کپڑوں کو گندا کر گئے۔

"آئی ایم سوری بھابھی میں۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ نورین، زبان کم چلانے سے کام بہت بہترین ہوتے ہیں "زیبا تو پہلے ہی کھول رہی تھی اپنا غصہ نکالنے کا بہانہ مل گیا تھا اسے تو وہ کیسے پیچھے رہتی۔ اس کے غصے کو دیکھتے ماموں اور ممانی بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تھے۔

"بھابھی میں۔۔۔ "توہین جانتے ضبط کرتی وہ پھر سے صفائی دینے لگی تھی جب زیبا نے پھر سے اس کی بات جو کاٹ دیا۔

"بکواس بند کرو اپنی"

"زیبا ایسا بھی کچھ نہیں ہوا جتنا تم اوور ری ایکٹ کر رہی ہو اس سے غلطی سے گر گیا وہ سوری کہہ رہی ہے "نورین کے ہنستے چہرے کو یکدم تاریکی کا شکار دیکھ وہ زیبا کو کہے بغیر نہ رہ پایا۔

"میرا اوور ری ایکٹ ہونا دکھائی دے رہا ہے اس کی غلطی دکھائی نہیں دے رہی زوار؟ یا سراسر قصور میرا لگ رہا ہے؟ "نورین کی سائیڈ لینے پر زیبا کو مزید غصہ آیا تھا۔

"اس کی غلطی تھی وہ سوری کہہ چکی ہے اب مزید تماشا کیوں لگا رہی ہو؟" ماموں ممانی نورین کو سنبھالے خاموش کھڑے تھے۔ میاں بیوی کی لڑائی میں وہ کچھ بھی کہہ کر خود سے بدزن نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"تماشا میں لگا رہی ہوں زوار یا چھپن چھپائی والے ڈرامے آپ دونوں لگا رہے ہیں؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر کہتی وہ وہاں کھڑے تمام لوگوں کو حیران کر گئی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟" جوس کا گلاس ٹیبل پر پٹختے وہ ایک ہی جست میں زیبا کی طرف آیا تھا۔

"میں نہ تو بکواس کر رہی ہوں اور نہ ہی میرا دماغ خراب ہے" زوار کے اپنے کندھے پر پڑے ہاتھ کو جھٹک کر کہا۔

"زوار بیٹا بہو کو کمرے میں لے جاؤ" زوار کچھ بولتا ممانی کی بات پر وہ زیبا کا ہاتھ پکڑتا کمرے کی جانب میں لے گیا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا زیبا، تم میرے اور نورین کے بارے میں اس قدر گری ہوئی باتیں سوچتی ہو" زوار نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا اور دبی سی آواز میں اس سے پوچھا جو نفرت سے رخ پلٹ کر اپنے اندر چھپی نفرت اور اشتعال کو بامشکل باہر نکلنے سے روکے ہوئے تھی۔

"یہ گری ہوئی باتیں نہیں زوار، یہ حقیقت ہے اور کتنی حقیقت ہے یہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی" آنکھوں میں غصہ لیے بولتی وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھ گئی تھی۔

"اچھا بتاؤ زرا کیا حقیقت ہے میں بھی جانوں" وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا جبکہ زیبا نے دانت پر دانت جمائے غصے سے اسے دیکھا۔

"جب نورین کا ساتھ آپ کو میسر تھا، جب اس جیسی سگھڑ لڑکی آپ کے لیے میسر تھی جب آپ اسے اور وہ آپ کو پسند کرتی تھی تو پھر مجھ سے شادی کیوں کی زوار؟ صرف خاندانی روایت کو برقرار رکھنے کے ہے اپنی آنا کی تسکین کرنے کے لیے میرے جذبات کا قتل کر دیا؟ آپ کو کس نے حق دیا تھا مجھے کسی دوسری لڑکی کے سر پر زبردستی سوار کریں؟ کیوں کی مجھ سے شادی؟ کیوں میری زندگی برباد کر دی؟" وہ آنکھوں میں غصہ اور آنسو، وحشت اور ہمدردی لیے سوال کر رہی تھی جو حیرت کا مجسمہ بنا کھڑا تھا۔

"تم فضول سوچ رہی ہو، تمہاری ان بے بنیاد باتوں کا میرے پاس قطعاً کوئی جواب نہیں ہے اور نہ میں دینا پسند کرتا ہوں اسی لیے تمہارے حق میں بھی یہی بہتر ہو گا اپنے سوچ وچار کو درست کر لو" انگشت اٹھا کر زیبا کو سمجھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"یہ باتیں بے بنیاد نہیں ہیں سید زوار صاحب، یہی باتیں تو کتنے والی ہیں، جتنا عرصہ مجھے اس گھر میں آئے ہوئے ہو گیا ہے میں نے بہت کچھ دیکھا مگر نظرانداز کر دیا لیکن اب میری بس ہو گئی ہے میں نہ تو آپ کی بے وفائی برداشت کروں گی اور نہ اس بدکردار لڑکی کو اس گھر میں برداشت۔۔۔۔"

"یہ خناس کب سے تمہارے دماغ میں پل رہا ہے؟ اتنی گندگی کب سے تمہارے دماغ کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے؟" وہ ہر لحاظ بھول گئی تھی تو زوار بھی ہر نرمی کو پس پشت ڈالے اس سے جواب طلبی کر رہا تھا۔

"کم از کم میرے دماغ میں گندگی ہے لیکن یہاں، یہاں آپ دونوں کے کردار کی گندگی مجھ سے زیادہ ہے۔ آپ کا کردار بھی گندہ اور اس نورین کا کردار بھی داغدار" پوری قوت سے چیختی وہ زوار کی ضبط کا امتحان لے چکی تھی جوابا زوار نے ایک زوردار تھپڑ اس کی نرم و نازک رخسار پر دے مارا۔

"تمہارے ان گھٹیا الزامات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں، کم از کم اب تمہیں میں اپنے کردار کی گواہیاں نہیں دے سکتا، نکل جاؤ یہاں سے ابھی کے ابھی، تمہاری یہاں، اس گھر میں اور میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں ہے" وہ غصے میں کہتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ زیبا نے غم و غصے کی کیفیت میں رخساروں پر بہتے آنسو صاف کیے اور پر عزم فیصلہ کرتی بیگ میں کپڑے رکھنے لگی سر پر سیاہ چادر اوڑھے نیچے آئی جہاں نشست گاہ میں ممانی اپنے ساتھ ہچکولے کھاتے نورین کے وجود کو لگائے بیٹھی تھیں۔ ماموں سنجیدگی سے زوار کی جانب متوجہ تھے جو کچھ کہہ رہا تھا۔

"باباسائیں میں ہر چیز کی صفائی دینے کے لیے تیار ہوں لیکن اپنے کردار کی نہیں اور اس لڑکی نے سر بازار میرا تماشا بنایا میرے ماں باپ کے سامنے میرا سر شرم سے جھکا دیا اور آپ اب بھی اس کی طرف داری کر رہے ہیں؟" وہ غصے کو کسی حد تک ضبط کرتا آواز کو دبائے بول رہا تھا۔ اس کے لہجے کی بیگانگی اور اس لڑکی کہنے پر زیبا کو خود کا وجود گرا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"وہ ابھی نادان ہے زوار کس موقع پر کیا بات کرنی ہے اسے معلوم نہیں ہے لیکن تم تو سمجھدار ہو تم نہیں جانتے کہ اسے کس طرح سنبھالنا ہے؟ بڑوں کے سامنے بیوی کی عزت کس طرح رکھنی ہے؟" باباجان کی بات پر زوار کی پیشانی کے بل نمایاں ہوئے تھے۔ نظر زیبا کی جانب اٹھی تھی جو بیگ کو تھام کھڑی تھی۔

"وہ کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہے باباجان جو میں اسے سنبھالتا پھروں شادی شدہ ہے وہ اسے معلوم ہونا چاہیئے کب کہاں اور کس موقع پر کیا بات کرنی ہے اور کیا نہیں اگر اتنا شعور نہیں ہے تو پہلے سیکھ آئے پھر گھر بسائے" زیبا کی آنکھوں میں بے اختیار پانی جمع ہوا۔ زوار نے آخری بات اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہی اور اس کے پاس سے گزر کر سیڑھیاں چڑھتا کمرے میں گم ہوا تھا۔ زیبا آنسو پیتی ممانی اور ماموں کو دیکھنے کے بعد نورین پر ایک قہر بھری نظر ڈالی۔ جو آنسو صاف کرتی کمرے میں چلی گئی تھی۔

"میں اب گھرداری نبھانا اور غلط بات پر لب بند رکھنا سیکھ کر آؤں گی" زیبا کہتے ہوئے جانے لگی جب باباجان کی آواز پر رکی۔

"بیٹی یہ آپ کا گھر ہے اور اپنے گھر کو چھوڑ کر نہیں جاتے، سمجھداری اسی میں ہے کہ اپنی جگہ نہ چھوڑی جائے اور حق و باطل میں فرق کو سمجھا جائے غلط فہمی کو دور کیا جائے اور رشتوں میں پنپتی کشیدگی کو ختم کرتے انہیں مضبوط بنایا جائے۔ گھر میں چھوٹی موٹی باتیں ہو جاتی ہیں معاملہ اپنے گھر تک محدود رکھنے میں عقلمندی ہے" زیبا کے سر پر مان سے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بولے تو زیبا نے انہیں دیکھا زیبا کی رخسار پر انگلیوں کے نشان پر وہ شرمندہ ہوئے۔ زیبا نے ممانی کی طرف دیکھا جو سر کو تائیدی انداز میں ہلا رہی تھیں۔ زیبا نے گہرا سانس خارج کرتے کئیں باتوں کو اندر اتارا اور سیڑھیاں چڑھ گئی۔

"زیبا نے جو کیا وہ اچھا نہیں ہے شاہ جی نورین میری بھانجی ہے میری بیٹی ہے چاہے میرے جسم کا حصہ نہیں ہے لیکن میرے بچوں کے حق کے برابر ہے اس کا حق بھی، میری رضائی بیٹی تو ہے" ممانی جان کے لہجے میں عجیب سا دکھ بول رہا تھا۔

"پریشان نہیں ہوتے ہم اپنی اولاد اور تربیت کو پہنچانتے ہیں زیبا، زوار اور نورین کے درمیان جو غلط فہمی ہوئی ہے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے بھی ان تینوں کو ایک جگہ پر ایک ہی چھت تلے رہنا ہوگا۔ بس آپ اپنا دل بدگمان نہ کیجئے زیبا دل کی اچھی ہے تبھی تو جو منہ میں آیا بول دیا"

"دل کا اچھا ہونے سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ سامنے والے کے دل کو دوزخ بنادو" ممانی کی بات پر ماموں مدھم سا مسکرادیئے۔

"مجھ پر یقین رکھئے اور زیبا سے بدگمان نہیں ہوں وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی پر اپنے بیٹے کو سمجھائیے میری بھانجی پر دست درازی نہ کرے ابھی آپ اس سے بات کریں یہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو میں بتاؤں گا اسے کہ بیوی کی عزت کس طرح رکھی جاتی ہے" پرسوچ انداز میں بولتے ممانی کو بھی سوچنے پر مجبور کر گئے تھے۔۔

وہ تینوں گھر میں داخل ہوئے تو سب گھر والے کھانے کی میز پر موجود تھے اور ان تینوں کو دیکھتے ہر سوں سناٹا چھایا تھا۔ حمزہ حیدر کی گود میں تھا نیند سے بھری بوجھل آنکھوں کو بامشکل کھولے وہ کچھ کچھ اشتیاق سے گھر کو بھی دیکھ رہا تھا۔ دادی حضور، باباجان، ماں، فاطمہ کی ماں مومن، سدرہ اور اعظم بھائی ان تینوں کو دیکھ رہے تھے کچھ چہروں پر خوشی کے رنگ بکھرے تھے وہی

پر دادی حضور کے چہرے پر کر ختگی پھیلی تھی۔ناگواری سے حمزہ کو دیکھا جو حیدر کی گود میں چڑھا ہوا تھا۔فاطمہ نے حمزہ کے ہاتھ کو تھام لیا۔احتیاط سے، محبت سے، فکر مندی سے۔۔۔

"اسلام علیکم !"خاموشی میں حمزہ کی باریک سی آواز نے خلل پیدا کیا تھا حیدر کی گود سے اتر تا وہ کھانے کی میز کے قریب جانے لگا تھا۔

"سلام کا جواب دینا چاہیے"ہنوز خاموشی کو محسوس کرتے حمزہ نے شانے اچکا کر کہا تھا۔سب کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔سب نے پیار سے تھوڑے جوش سے حمزہ کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"آپ نانا ابو ہیں" باباجان کے ہاتھ کو تھام کر اس پر بوسہ دیتے ہوئے چھوٹے سے حمزہ نے وہاں بیٹھے سبھی لوگوں کو حیران کیا تھا۔

"آپ نانی امی ہیں"حیدر کی والدہ کے دونوں ہاتھوں کو آنکھوں پر لگاتے محبت سے کہا تو انہوں نے بھی حمزہ کی پیشانی پر بوسہ دیا

"آپ ہماری مما کی مما ہیں اور ہماری اصلی والی نانو ہیں، آپ سے ہی تو ہمیں مما کی اصلی والی مہک ملے گی"طاہرہ اور فاطمہ کی ماں کے اپنی نانی کے سینے سے لگتے وہ اپنی حسرت کو بتاتا ماں کی آنکھوں کو نم کر گیا تھا۔اپنی بیٹی کی آخری نشانی کو سینے میں بھینچے وہ بامشکل آنسو اندر اتار رہی تھیں۔

"ماموں جان کیسے ہیں آپ ؟حمزہ نے آپ کو بہت مس کیا"ماں کے بعد اعظم کے سینے سے لگتے وہ مسکرایا تھا۔

"ماموں کی جان ماموں نے بھی اپنے بیٹے کو مس کیا" اس کی رخسار سے داڑھی کو رگڑتے ہوئے اعظم محبت سے بولا تھا جواب میں داڑھی کی ہوتی چبھن پر حمزہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔ اس کی ہنسی کی گونج دادی حضور کے دل پر دستک دے گئی تھی۔ وہ طاہرہ کی نشانی تھی اس کے جیسا ہنستا تھا۔

"آپ مومن ماموں اور آپ سدرہ خالہ ہیں اور آپ دونوں ٹام اینڈ جیری کی طرح فائیٹ کرتے ہیں" مومن اور سدرہ کو مخاطب کرتے وہ سب کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"لٹل چیمپ تو کس سیارے سے آیا ہے؟" مومن نے اس کے بالوں میں بگاڑ کر کہا تھا۔ حمزہ کا چھوٹا سا منہ پورے جسم سے کھلا تھا۔

"ماموں اتنے بڑے ہیں آپ اور اتنا بھی نہیں جانتے تو تو کر کے بات نہیں کرتے اللہ پاک ناراض ہوتے ہیں" اب آنکھوں کا اپنے جسم سے دگنا زیادہ بڑا ہو کر باہر کو ابلنے کی باری مومن کی تھی۔ اس چھوٹے سے لڑکے نے مومن کو ٹکا کر جواب دیا سبھی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ سب چھوٹے سے حمزہ کی باتوں کی دکان سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ دادی حضور بھی من ہی من میں مسکرا رہی تھیں لیکن ظاہری طور پر وہ ناراض تھیں۔ چہرے پر کر ختگی سجائے وہ کھانے کی میز سے اٹھی اور جانے لگی تھیں جب اچانک اپنے پیروں پر کسی کے نرم ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔

دادی حضور نے دیکھا تو حمزہ جھکا ان کے پیروں کو چھو رہا تھا۔ دادی حضور گومگو کی کیفیت رہی۔ حمزہ نے اپنا سر اُٹھا کر انہیں دیکھا۔ چہرے پر بڑی پیاری معصوم سی مسکان تھی۔ طاہرہ جیسی مسکان سادگی لیے ہوئی سچائی لیے ہوئی۔ دادی حضور کا دل چاہا اس چھوٹے سے بچے کو سینے سے لگا لیں۔

"ہم جانتے ہیں آپ ہم سے خفا ہیں کیوں ہم نہیں جانتے ہم بس ہماری مما کی طرح آپ کے قدم چھونا چاہتے تھے" اپنی ماں کی عادت کا حوالہ دیتے وہ معصوم سے لہجے میں بولتا سبھی کی آنکھوں کو نم کر گیا تھا۔ دادی حضور کو دوزانوں ہونے میں باباجان نے مدد کی۔ حمزہ کے ننھے نرم ہاتھوں کو تھام کر ان پر بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگایا جس سے کچھ نمی سی حمزہ کے ہاتھوں پر لگ گئی۔ حمزہ کی پیشانی پر بوسہ دیتے وہ حمزہ کو خود میں بھینچ گئی تھیں۔ اپنی عزیز پوتی کی اولاد کو سینے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ اپنی مظلوم پوتی کی اولاد کے ہاتھوں کو چوم کر وہ مسلسل اس میں طاہرہ کی خوشبو کو محسوس کر رہی تھیں۔ حمزہ ان کی محبت پر کھل کر مسکرا رہا تھا۔ باقی سب بھی نم آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک چھوٹا سا لڑکا ان کے لیے قابلِ احترام ہستی کو زمین پر بٹھائے ہنس رہا تھا۔

فاطمہ نے آنسو صاف کرتے حیدر کی بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیدر دیکھا، حیدر نے فاطمہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے مسکرا کر اسے دیکھا تھا کتنے خدشات لیکر وہ یہاں آئے تھے لیکن صد شکر تھا حمزہ کی معصومیت نے انہیں کسی سوال کا جواب دینے سے بچا لیا تھا۔

Episode 13

ماموں کی بات مان کر وہ اوپر تو آ گئی تھی اور جس طرح سے آئی تھی یہ وہی جانتی تھی لیکن کمرے میں جانے کی اس میں ہمت نہیں تھی اس لیے کمرے کے دروازے کے سامنے سے گزرتی وہ بالکونی میں چلی آئی تھی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے اس کے اعصاب پر تازگی بیدار کی تھی۔ اپنی

کہی باتوں پر اسے کوئی پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ اس گھر سے زوار سے نورین سے دور چلے جانا چاہتی تھی کہ لیکن ماموں کی بات مان کر وہ رک گئی غصہ اتر گیا تھا۔ طبیعت بوجھل سی کئیں دنوں سے تھی تبھی ٹھنڈی ہوا اس کے اعصاب کو فرحت بخش رہی تھی کھڑی وہ چند پل پہلے ہوئی باتوں کے متعلق سوچنے لگی تھی۔ اس نے غلط باتیں کیں یا نہیں لیکن ماموں اور ممانی جس طرح چپ کر گئے تھے ان کی خاموشی زیبا کو اس وقت چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ انہیں نورین کے حق میں بولنا چاہئے تھا لیکن وہ خاموش تھے اور زوار بول رہا تھا۔ زوار کی باتوں کو سوچتے اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ بے ساختہ ہاتھ رخسار پر گیا تھا جہاں ہلکا ہلکا درد اب بھی ہو رہا تھا۔ اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ زوار نے نا صرف غصہ کیا بلکہ اس پر ہاتھ بھی اٹھا چکا ہے۔ اس نے پلٹ کر کمرے کے دروازے کو دیکھا جو ہنوز بند تھا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اسے امید تھی کہ شائد زوار اس پر اٹھائے ہاتھ کی معافی مانگ لے لیکن اس کی امید ٹوٹ گئی تھی۔ نہ زوار کمرے سے باہر نکلا اور نہ ہی اس کا زیبا سے سامنا ہوا۔ زیبا بالکونی میں پڑی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھ گئی گھٹنے سینے سے لگائے ان پر ٹھوڑی رکھتے وہ سوچوں میں غرق ہوئی تھی۔ بیٹھے بٹھائے کب نیند اس پر مہرباں ہوئی اسے معلوم نہ ہو سکا۔

دوسری جانب زوار کمرے میں ٹھنڈے فرش پر بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا پاس ہی کانچ کا گلاس ٹوٹا ہوا تھا اور خو+ن کے قطرے جا بجا پورے کمرے میں بکھرے ہوئے تھے۔ اپنے ہاتھ کو گھورے وہ نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ ہاتھ سے خو*ن کے قطرے بہہ کر سفید فرش کو رنگ آلود کر رہے تھے۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا زیبا اس کے اور نورین کے رشتے کو اتنا گرا ہوا سوچ گی۔ غصے میں وہ اس پر ہاتھ تو اٹھا چکا تھا لیکن اس کی سزا خود کو بھی دے چکا تھا۔ کمرے میں آتے ہی اس نے گلاس دیوار سے مارا اور اس کے ٹکڑوں کو ہاتھوں میں دبوچ کر خود کو اذیت دینے لگا تھا۔

نجانے کتنی دیر گزر گئی تھی خو*ن خود بخود رک کر خشک ہو چکا تھا۔ فون پر ہوتی بیل نے اسے متوجہ کیا تھا فون کان سے لگائے وہ کچھ مضطرب اور حیران سا ہوتا سیدھا ہوا تھا۔ فون بند ہوا تو کئیں پل وہ بے یقینی کی کیفیت میں بیٹھا رہا تھا۔ احتیاط سے اسی کانچ کو ہٹاتے خو*ن وہ زخم کو دھو کر خشک کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ زیبا گھر سے باہر نہیں گئی ہو گی تبھی کچھ مطمئن سا تھا۔ کپڑے بدلتے وہ کمرے سے باہر نکلا اس کا ارادہ اپنے والدین کے کمرے میں جانے کا تھا لیکن بالکونی کا کھلا دروازہ دیکھ وہ اس جانب چلا آیا جہاں وہ محترمہ بغیر کسی گرم چادر کے اتنی ٹھنڈ میں چیئر پر بیٹھی خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ زوار نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔ وہ چاہے جتنا مرضی ناراض تھا لیکن اسے ٹھنڈ میں بے آرام چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ تبھی احتیاط سے اسے بازوؤں میں اٹھائے کمرے میں بیڈ پر لٹا چکا تھا۔ اس پر بلینکٹ اوڑھانے کے بعد وہ ہیٹر بھی اون کر چکا تھا۔

"تم نے اچھا نہیں کیا زیبا، تم نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اس کی سزا تمہیں ملے گی" اس کی رخسار پر موجود اپنی انگلیوں کے نشانات کو سہلاتے وہ مدھم سے لہجے میں بولتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

"کیا بات ہے امی آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟"

زوار نیچے پہنچا تو اپنی والدہ کو ٹہلتے پایا۔ تبھی پریشانی سے ان کی طرف گیا۔

"تمہیں مطیع کا فون نہیں آیا؟" ماں کے پوچھنے پر زوار نے پیشانی مسلی۔

"وہ نورین کے لیے پریشان ہو رہا تھا" ماں کے کہنے پر زوار نے سر ہلایا۔

"ائیر پورٹ پر کھڑا ہے مطیع، کچھ نورین کی وجہ سے پریشان ہے اور پھر اعظم بھائی نے اسے کسی مسئلے کے لیے بلایا ہے میں ابھی اسے ہی لینے جارہا ہوں آپ نورین سے ایک دفعہ بات کر لیجئے گا "بڑی سنجیدگی سے کہتے وہ چلا گیا اور ماں پریشانی میں مبتلا نورین کے کمرے کی جانب چل دی۔

ہولے سے دروازہ کھولنے پر اسے دیکھا جو بیڈ پر بلینکٹ اوڑھے لیٹی ہوئی تھی لیکن ماں اتنا جانتی تھی کہ وہ جاگ رہی ہے۔

"نورین!" ماں نے بلینکٹ اوڑھے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے مدھم سے لہجے میں کہا۔

ساتھ ہی بلینکٹ کو ہٹائے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"بیٹا اپنی خالہ کو معاف کرنا، تمہاری ماں سے تمہاری حفاظت کا کیا وعدہ وفا نہ کر پائی" ماں کی بات پر نورین نے تڑپ کر اسے دیکھا اور کمرے کی مدھم روشنی کو گہرا کیا تھا۔

"نہیں خالہ ایسے تو نہ بولے، جتنا خیال اور پیار آپ نے مجھے دیا ہے وہ کوئی نہیں دے سکتا تھا" اٹھ کر بیٹھتی وہ خالہ کے سینے سے لگی تھی۔

"میں شرمندہ ہوں نورین، میں سچ میں تمہارا خیال نہیں رکھ پائی" نورین کی سوجے پپوٹے دیکھ وہ گلوگیر لہجے میں بولی تھیں۔

"نہیں خالہ جان، میں نے آپ کو ہمیشہ ماں کے روپ میں دیکھا ہے بلکہ اپنی ماں کو دیکھا تک نہیں صرف آپ کو ہی دیکھا ہے، مجھے اور بھائی کو اماں بابا کے بعد جس طرح پالا، جتنا پیار دیا، جتنا سہارا دیا، جتنا ساتھ دیا اتنا کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا" نورین کے لفظوں سے انہیں مزید دکھ ہوا تھا زیبا کی باتوں پر۔۔۔

"جو ہوا ہے وہ نہیں ہونا چاہئے تھا نورین اور۔۔۔۔۔۔"

"اور کچھ نہیں خالہ جان، مجھے نہ تو آپ سے کوئی شکوہ ہے، نہ زوار سے اور نہ ہی خالو سے، مجھے دکھ صرف زیبا بھابھی کے بے بنیاد پر لفظوں کا ہے، خالہ جان میرا خدا گواہ ہے کہ آج کے دن تک میں نے زوار کو ایک بھائی کے علاوہ کسی بھی غلط رشتے کی نظر سے دیکھا ہو، ہاں میں ان کے ساتھ گھل مل گئی ہوں کہ وہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں میرے اچھے دوست ہیں انہیں رشتوں کی وجہ سے ہم زیادہ قریب ہیں۔" ماں کے ہاتھ تھامے نورین نے روتے ہوئے کہا تھا جس پر ماں نے اس کا چہرہ تھام آنسو صاف کیے۔

"لیکن جس طرح زیبا بھابھی نے کہا تو مجھے لگتا ہے خالہ جان، کہیں ناں کہیں غلطی میری ہی ہے، ہر رشتے کی اپنی خوبی ہوتی ہے احترام ہوتا ہے، شائد میں نے اور زوار نے مل کر فرینکنس سے اس احترام کو ختم کر دیا ہے، خیر دیر آئے درست آئے میں کوشش کروں گی زیبا بھابھی کے اعتبار کو جیت لوں انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو کم از کم میری وجہ سے انہیں کوئی غلط فہمی نہیں رہے گی اور پھر وہ اور زوار بخیر و عافیت سے اپنی زندگی گزار سکیں گے" آنسو صاف کرتے

وہ چھوٹی سی لڑکی جس بڑپن کا مظاہرہ کر گئی تھی ماں سمیت دروازے کے پار کھڑی زیبا بھی شش وپنج میں مبتلا ہو گئی تھی، جن دبے قدموں سے وہ اس کمرے کے دروازے تک آئی تھی بہت سے سوال کے جواب لیکر جا رہی تھی۔

" عظمیٰ یہاں میری ایک اہم فائل رکھی ہوئی تھی اب نہیں ہے؟" الماری کا دروازہ کھولے اعظم کوئی فائلز تلاش رہا تھا جبکہ عظمیٰ بچی کو پہلو میں لٹائے ہوئے تھی۔ اعظم کی آواز پر رخ پھیر کر اسے دیکھا۔

"آپ بھول رہے ہیں اعظم آپ اپنی اہم راز و نیاز فقط لائبریری کی شیلفوں میں رکھتے ہیں، کمرے کی الماریوں میں نہیں" عظمیٰ کہتے ہوئے پھر سے آنکھیں بند کر گئی جبکہ اعظم نے خاموشی سے الماری کا دروازہ بند کیا اور ڈھیلے قدموں سے عظمیٰ کی جانب بڑھتا اس کے پاس بیٹھا۔

"میرے سبھی راز و نیاز سے تو تم واقف ہو عظمیٰ پھر بھی" عظمیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہلاتے وہ مدھم سے لہجے میں بولا تھا۔

"کوئی ایک ایسا راز بتا دیں اعظم جو آپ نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہو؟" عظمیٰ نے اپنا ہاتھ چھڑوایا تھا۔ اعظم خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا جو سرخی لیے ہوئے تھا۔ مطلب وہ روئی تھی اور وجہ اعظم تھا۔

"میں یہ نہیں کہتی مجھے اپنے راز بتائے، کم از کم اتنی روشنی میں رکھے کہ کوئی بات مجھ تلک پہنچے تو میں اسے سنبھالنے میں آپ کی مدد کر سکوں"

"میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا عظمیٰ" اعظم نے دوبارہ سے اس کا ہاتھ تھام کر دونوں ہاتھوں میں دبا لیا مبادہ جیسے وہ چھڑا لے گی۔

"لیکن ہر بار تکلیف دے دیتے ہیں" عظمیٰ نم لہجے میں شکوہ کرتی اعظم کو پشیمان کر گئی تھی۔

"میں چاہ کر بھی تمہاری تکلیفوں کا مداوا نہیں کر سکتا" اعظم کے لہجے میں شرمندگی سی تھی۔ اسے شرمندہ دیکھ عظمیٰ خود شرمندہ ہو رہی تھی۔ اعظم کے سہارے اٹھ کر بیٹھی۔

"تمہیں ہر تکلیف سے بچانے کے لیے ہی تمہیں ہر بات سے انجان رکھا ہوا ہے کسی وقت پر کوئی راز تمہیں تکلیف دیں گے عظمیٰ دیر سے معلوم ہونے پر ملال شائد کم ہو جائے، مجھ پر یقین رکھنا میں کبھی تم سے بے وفائی کا مرتکب نہیں ٹھہرایا جاؤں گا" اعظم کی بات پر عظمیٰ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتی رہی تھی کہ اعظم شائد ابھی کچھ بتائیں گے لیکن وہ عظمیٰ کی پیشانی پر لمس عطا کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے اور عظمیٰ شش و پنج میں مبتلا ہوئی بچی کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔۔

"ہائے اللہ میرا کندھا" کندھے کو پکڑے وہ اسے سہلاتے لب بھینچ کر درد کو چھپانے کی سعی کر رہی تھی لیکن اس کا اپنے شانے کو مضبوطی سے تھام کر ساکت ہو جانا بتا رہا تھا کہ وہ ازیت میں تھی۔

"معذرت میں۔۔۔۔۔"

"آنکھیں ہیں؟ یا اندھے ہو؟ دیکھ کر نہیں چل سکتے؟ یہ جو اتنی بڑی بڑی آنکھیں ہیں کیا انہیں کروائے پر چڑھا کر آ رہے ہو؟" سدرہ تو کندھے کو تھامے اس سامنے کھڑے سوٹڈ بوٹڈ کورٹ یونیفارم پہنے شخص کو دیکھتے ہی شروع ہو چکی تھی۔

"دیکھیے آپ غلط بات کر رہی ہیں میں معذرت کر رہا ہوں" سامنے کھڑے شخص نے اپنی سیاہ عینک کو اتارے ہوئے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جو نقاب پہنے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہی تھی جیسے صالم نگلنے کا ارادہ رکھتی ہو محترمہ!!

"آپ کی معذرت سے مجھے کیا حاصل ہو گا زرا بتائیں؟ کیا مجھے اس وقت جو تکلیف ہو رہی ہے اس کا ازالہ کر سکتے ہیں؟" اب کی بار سدرہ کی آنکھوں میں درد کے باعث آنسو تھے جنہیں روکنے کی ناکام کوشش کرتے وہ گلوگیر لہجے میں کہتی سامنے کھڑے شخص کو حیران کر گئی تھی۔

وہ تو اس چھوئی موئی سی لڑکی کے ہر بدلتے تاثر کو دیکھ رہا تھا جو پل پل اسے حیران کر رہی تھی۔

"دیکھیے میں جان بوجھ کر تو آپ کی تکلیف کا باعث نہیں بنا، غلطی آپ کی ہے میں پھر بھی آپ کی تکلیف کو مد نظر رکھتے معذرت کر رہا ہوں "اس خوبصورت شخص نے اپنی بھوری آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا تھا۔ جس کی بات پر سدرہ کے سر پر لگی اور تلوؤں پر بجھی۔

"آپ کے کہنے کا مطلب کیا ہے ؟ایک تو غلطی کی؟ پھر معذرت بھی لٹھ مار انداز میں کر رہے ہیں جیسے احسان کر رہے ہوں آپ ؟اور اوپر باتیں بھی سنا رہے ہیں؟ عجیب دھاندلی ہے یہ تو" اب ایسی باتیں سامنے والے شخص کے لیے ناقابل برداشت تھیں۔

"میری غلطی نہیں تھی تو بھی میں نے معذرت کر لی،اس سے زیادہ نہ تو میں آپ کے لیے کچھ کر سکتا ہوں اور نہ مزید آپ کی بد تمیزی برداشت کر سکتا ہوں،اس لیے آپ میری نظروں سے او جھل ہو جائیں "انگشت دکھا کر رخ تبدیل کرتے وہ غصے کو ضبط کرتے بولا۔ سدرہ کی حیرت و استعجاب کے مارے آنکھیں ابل پڑی تھیں۔

"آئے بڑے، کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں آپ جناب؟ سیدہ سدرہ کے روبرو انگشت دکھا کر ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟ سب آپ کی مرضی کے غلام ہیں؟ ارے جایئے سیدہ خود آپ کو منہ نہ لگائے "سدرہ نے بھی تڑخ کر کہا تھا اس سے پہلے وہ شخص کوئی اور جواب دیتا وہ رک گیا۔ دماغ کی نسیں پھٹنے والی ہو گئی تھیں۔ تنے اعصاب اور نقوش میں ضبط کے باعث سرخی لیے وہ خود حیران تھا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی اسے غصہ دلا گئی تھی یہ کیسے ممکن تھا؟ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا اس پر یقین کرنا تو مشکل تھا پر اب یقین کرنے کے کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔۔

Episode 14

"سیدہ کیا ہوا بیٹے؟" اعظم بھائی کی آواز پر اس شخص سمیت سدرہ نے بھی ان کی جانب دیکھا جو گھر کے دروازے کو کھول کر ان دونوں کی طرف آ رہے تھے۔

"کچھ نہیں بھائی بس کندھا پر کسی نے پتھر دے مارا ہے" جھٹ سے آنسوؤں کو اندر اتارتے وہ اعظم بھائی سے کہتی اس شخص کو پر قہر بھری نظر ڈالتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ کالج جانے کا اس کا ارادہ منقطع ہو گیا تھا۔

"بے دھیانی میں مجھ سے ٹکرا گئیں ہیں محترمہ" اعظم سے مصافحہ کرتے وہ بولتا اعظم بھائی کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"پھر تو اس کا شکوہ بنتا بھی ہے۔ خوش آمدید مطیع، کیسے ہو؟" اعظم کی بات پر مطیع مدھم سا مسکرایا۔

"میں الحمدللہ ٹھیک ہوں، آپ نے اتنی عجلت میں بلایا خیریت تو ہے؟" وہ کورٹ کی جیب میں عینک کو رکھتے ہوئے بولا تھا۔ ہاتھ میں گاڑی کی چابی پکڑی ہوئی تھی۔

"کچھ ضروری بات کرنی ہے اندر آؤ" اسے کہے وہ اندر کی جانب بڑھتا اعظم بھائی کی سنگت میں چلنے لگا۔

بیرسٹر سید مطیع جہانگیر اپنے نام کا ایک، اپنی پرکشش شخصیت سے کمال، سحر انگیز شخصیت سے سحر بکھیرنے والا وہ خوبصورت مرد تھا۔ بے دھیانی میں نظر اٹھتی تو ٹھہر جاتی تھی۔ وہ نقوش کمال کے رکھتا تھا۔

اعظم کے سنگ چلتا وہ نشست گاہ میں داخل ہوا جہاں گھر کے بڑے افراد براجمان تھے اور اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

"اسلام علیکم دادی حضور" دادی حضور کے قریب جھک کر پیار لیتے وہ کہیں سے بھی جھک جانے والا نہیں لگا تھا لیکن وہ جھکنا جانتا تھا۔

"وعلیکم السلام، صاحبزادے کیسے مزاج ہیں؟ اس بار تو آپ نے کافی عرصے بعد چکر لگایا ہے، خیریت تو ہے؟ کہیں کوئی چھپ چھپا کر شادی وغیرہ تو نہیں کرلی؟" دادی حضور نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر کچھ پیار اور لاڈ سے کہا تھا جس پر وہ مدھم سا مسکرایا اور نظریں اٹھا کر دادی حضور کو دیکھا تو نظر دیوار پر لگے قد آور آئینے پر پڑی جہاں گول مٹول سا چہرہ جھلک دکھا رہا تھا گھورتی نظروں کے عتاب نے پھر سے قہر ڈھایا تھا۔ سید صاحب نظریں ضبط کرتے سر نفی میں ہلا یا۔

"نہیں دادی حضور، رشتہ تو وہی ہوتا ہے جو بڑے جوڑتے ہیں اور پھر کوئی ایسی ملی ہی نہیں جس نے سید مطیع جہانگیر کو اپنا اسیر کیا ہو" دادی حضور سے ملنے کے بعد وہ ایک ایک کرتے سبھی سے مل رہا تھا۔

"آپ کا رشتہ تو ہم جوڑے گے ان شاءاللہ اور پھر دیکھیئے گا مطیع اس رشتے کی خوبصورتی کے اسیر ہو جائیں گے آپ" دادی حضور کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے مطیع کی نظر پھر سے حیدر کے پیچھے کھڑی اس گھورتی نظروں والی اس محترمہ پر گئی تھی جس کا نام سیدہ سدرہ تھا اور اپنے سامنے وہ کسی کو پانی نہیں بھرنے دیتی تھی۔اتنی پٹاخا شے ہیں محترمہ !!

"کیا پتہ ہم پھر بھی نہ ہوں" دادی حضور اس کی بات پر ہنس دی تھی جبکہ آنکھیں مٹکا کر سدرہ جانے لگی تھی جب دادی حضور کی بات پر وہ تھم کر انہیں دیکھنے لگی تھی۔

"یہ ازدواجی زندگی کا خوبصورت رشتہ ہوتا ہے ناں مطیع یہ خود میں ہی زاتی طور پر کشش رکھتا ہے جس کی ثقل سے پھر بلخصوص مرد نکل نہیں پاتا، اگر شریکِ حیات باوفا ہو تو ہی ممکن ہے، اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ جتنا اس سے بھاگ رہے ہو اتنا ہی گرفتار بھی ہو جائیں گے" دادی حضور نے پیٹھ تھپک کر کہا تھا۔ مطیع محض مسکرا دیا۔

"آپ بڑوں کی بیٹھک میں کیا کر رہی ہیں سدرہ؟" نجانے کن سوچوں میں گم تھیں جب دادی حضور کی کرخت آواز پر بوکھلا کر نہیں دیکھا۔

"کک کچھ نہیں" دادی حضور کے سامنے زبان لڑکھڑائی تھی۔ چور نظروں سے مطیع کی طرف دیکھا۔

"آج کالج کیوں نہیں گئیں آپ؟" اس سوال پر سدرہ نے تھوک نگلا۔ شکل پر بے ساختہ بیماری کے تاثرات رونما ہوئے۔

"دادی حضور میرے یہاں کندھے میں بہت درد ہے لکھا نہیں جا رہا تو ایسے میں کالج۔۔۔۔"

مطیع سے ٹکر میں اس کا دایاں کندھا متاثر ہوا تھا لیکن اب وہ بائیں کندھے کی جانب اشارہ کرتے مسکین سے صورت بنائے کہہ رہی تھی۔ مطیع نے استعجاب سے بھنویں اچکائیں۔

"جیسے ہم جانتے ہی نہیں؟ یہ سب پڑھائی سے بچنے کے چور راستے ہیں آپ کے، خبردار اگر آئندہ بلاوجہ چھٹی کی تو، مستقل طور گھر میں رہنے کا انتظام کر دیں گے آپ کا" دادی حضور کی مطیع کے سامنے عزت افزائی پر خفگی سے انہیں دیکھا۔

"جائیں اب ملازمہ کے ساتھ اچھا سا ناشتہ تیار کروائیں، آپ گھر داری سیکھنا شروع کریں کرتے ہیں ہم آپ کا انتظام بھی" خاصی عزت افزائی پر وہ مسکین سی شکل بنائے نشست گاہ سے نکل گئی تھی۔ جانے سے پہلے مطیع کے لبوں پر مچلتی مسکراہٹ نے اس کے جلے دل پر تیزاب کا کام کیا تھا۔

مطیع نورین کا بھائی، زوار کا خالہ زاد تھا۔ مطیع اور زوار کی مائیں بہنیں تھیں۔ زوار کی خالہ، نورین کو اس دنیا میں لانے کے بعد انتقال کر گئی تھیں جبکہ مطیع اور نورین کو باپ نے پالنے کی بجائے ان کی خالہ کو زمہ داری سونپ کر خود ہر فکر سے آزاد ہو گیا لیکن چند ماہ بعد وہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ نورین اور مطیع کو ان کی خالہ نے ہی سنبھالا تھا۔ نورین اور زوار دودھ شریک بہن

بھائی تھے اس بات کا تذکرہ سید خاندان میں زرا کم ہی ہوا تھا جس کے باعث ان کے خاندان کی نئی نسل کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ مطیع اپنی پڑھائی مکمل کرنے بعد وکیل بن چکا تھا۔ جبکہ نورین اکیس بائیں س سالہ پیاری سی لڑکی تھی بی ایس کے امتحان دینے کے بعد گھر میں ہی موجود تھی۔ مطیع اپنی جاب کے سلسلے میں دوسرے شہر مقیم تھا لیکن اب اپنا ٹرانسفر کراچی میں کروانے کے مکمل انتظام کرنے کے بعد وہ کراچی میں شاہ ہاؤس میں موجود تھا۔

حمزہ کے کیس کی حساسیت کو سوائے ان کے فیملی ممبر کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لیے اعظم اور حیدر نے مل کر یہی فیصلہ کیا تھا کہ مطیع کو حمزہ کے کیس میں داخل کیا جائے۔ حمزہ کے کسٹڈی کے کیس میں شاہ فیملی مطیع کی خدمات چاہ رہی تھی تبھی اعظم بھائی اور حیدر نے مل کر مطیع کو حمزہ کے کیس کے متعلق ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بتا دی تھی۔ کچھ ایسے پوائنٹس بھی بتا کر ثبوت بھی مطیع کے ہینڈ اوور کر دیئے تھے کہ جن سے کیس پہلے ہی دن ان کے حق میں ہو سکتا تھا۔ اسے کام ختم کرتے کرتے دوپہر آن پہنچی تھی۔

سدرہ سے اس کا دوبارہ سامنا نہیں ہوا تھا اور وہ بھی یہی چاہتا تھا۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد وہ نکل ہی رہا تھا جب فون پر آتی کال نے اسے رکنے پر مجبور کیا گاڑی کا دروازہ کھولتے ہاتھ رک گئے تھے کورٹ کی جیب سے فون نکال کر کان سے لگاتے وہ دوسری جانب بات سننے لگا تھا۔ جب کسی لڑکی کی ہنسنے کی آواز پر اس نے بے ساختہ باغیچے کی جانب دیکھا جہاں سدرہ حجاب کے بغیر حمزہ کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔ اس کی حمزہ کے ساتھ شرارتیں، کھلکھلاہٹیں مطیع تک پوری وقت سے پہنچ رہی تھیں۔ حمزہ سے باتیں کرتی کھیلتی اپنی خوبصورتی کے ساتھ خود میں ہی لگی ہوئی تھی۔ جبکہ وکیل صاحب بنا توجہ کے فون سن رہا تھا۔ مطیع کی مکمل توجہ باغیچے کی جانب

تھی۔ پھولے تنفس اور لمبے بالوں کی چوٹی سے نکلتی لٹیں اس کے چہرے کے گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے خوبصورت چہرے پر پھیلی زلفیں اور مسکراہٹ مطیع کو دلکش لگی تھی۔ اس کے سحر میں مبتلا وہ خود بھی مسکرایا تھا۔ بے خودی کی مسکراہٹ کا طلسم حمزہ کی کروائی گیند کے بعد سدرہ کی لگائی شاٹ کے بعد مطیع کی گاڑی کے شیشے پر لگا اور گاڑی کا شیشہ کریک ہوا۔ مطیع کی مسکراہٹ سمٹ گئی، سدرہ بلا پھینک کر منہ پر شک کی سی کیفیت سے ہاتھ جما گئی، اسے امید نہیں تھی کہ سب ہو جائے گا۔ مطیع نے گاڑی کے شیشے کو دیکھنے کے بعد سدرہ کو انتہائی غصے سے دیکھا۔

"ہم معذرت چاہتے ہیں ماموں، ہمیں علم نہیں تھا گیند کا نشانہ آپ کی گاڑی کا شیشہ ہو گا پلیز ہمیں معاف کر دیں" غصے کی شدت کو دبائے وہ حمزہ کی طرف متوجہ ہوا تھا جو سہمے سے تاثرات سجائے کان کی لو کو پکڑے معافی مانگ رہا تھا۔ مطیع نے سدرہ کو دیکھا جو اب بھی ساکت کھڑی تھی۔

"کوئی بات نہیں غلطی ہو جاتی ہے، آپ نے غلطی کی معافی مانگ لی، معافی مانگنے سے نقصان پورا نہیں ہو جاتا لیکن شکوہ دور ہو جاتا ہے، آپ ایک اچھے اور پیارے بچے ہو، بات کو سمجھتے ہو آئندہ احتیاط سے کھیلنا اوکے" حمزہ کے ہاتھوں کو نرمی سے سہلا کر چھوڑا اور ایک کٹیلی نظر سدرہ پر ڈالی۔

"You will pay for it"

آنکھوں میں سرد تاثر سجائے وہ کہتے ساتھ گاڑی میں بیٹھتا اسے سٹارٹ کرتے گھر سے باہر نکل گیا جبکہ سدرہ اس کے سخت تاثرات اور آنکھوں کے سرد پن پر کتنی ہی دیر سکت کھڑی رہی تھی۔ایک عجب سا خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گیا تھا۔

"میں نہیں مانتی تم جھوٹ بول رہی ہو تم ایک مکار اور دھوکے باز لڑکی ہو سامعہ میں تمہارا یقین کیوں کروں ؟" سامعہ ان کی بات پر طنزیہ مسکرائی تھی۔ نظر اٹھا کر اپنے شوہر نامدار کو دیکھا جو سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"مجھ پر یقین نہیں تو اپنے اس بیٹے سے پوچھ لیں کہ آیا کیا باپ بننے کی صلاحیت اس میں ہے یا نہیں ؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر دائم کی بیوی دائم کی کمزوری کا اشتہار لگا گئی تھی۔ضبط سے اس نے دائم نے آنکھیں بند کی تھیں۔کئیں زبانوں پر قفل لگ گیا تھا۔نشست گاہ میں کھڑے نوکر گھر کے افراد حیرت سے دائم کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔جو آنکھیں بند کیے کھڑا تھا۔

"دائم یہ کیا کہہ رہی ہے بیٹا؟ کہہ دو کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے "ماں کی بے دم آواز میں حیرت سمٹی ہوئی تھی۔دائم نے آنکھیں کھول کر سچ کا سامنا کرنا چاہا جانے اس کی آنکھیں چندھیا دی تھیں۔

"ہاں جھوٹ تو میں بولتی آئی ہوں ماں جی آپ کے بیٹے کی پرانی محبتوں کے قصوں پر سرد آہ بھر کر ہنس دینا، اس کی تلخ کلامیوں پر صبر کرنا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ کمی مجھ میں نہیں بلکہ شوہر میں ہے پھر بھی اس بات کا تذکرہ نہ کرنا اور یہ سوچنا کہ شوہر کی عزت سے بیوی کی عزت ہے ہر چیز برداشت کر لینا، خوش نہ بھی ہوں تو بھی خوش دکھائی دینا، غم ہونے کے باوجود مسکرا دینا، جھوٹ تو میں بولتی آئی ہوں اور آج ہی تو سب بولا ہے کہ کمی مجھ میں نہیں آپ کے اس ہونہار اور وجیہہ بیٹے میں ہے جو باپ بننے کی صلاحیت سے محروم ہے" سامعہ کے لہجے سے چھلکتا رنج و الم اس کی آنکھوں سے بھی بہہ رہا تھا۔

"میں صبر کر لیتی دائم، جب ہر چیز پر کر لیا تھا تو اس پر بھی کر لیتی، اب میں یہ کیسے برداشت کروں کہ میرے شوہر کی جائز اولاد ہے لیکن وہ میرے بطن سے پیدا نہیں ہوئی یہ کیسے برداشت کروں میں؟" دائم کا گریبان پکڑ کر کہتی وہ ہذیانی ہوئی تھی۔ دائم نے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے تھے۔

"جب سب برداشت کر لیا ہے تو یہ بھی ہو جائے گا برداشت" دائم کے لفظوں پر سامعہ نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ماں جی تو غم سے نڈھال صوفے پر بیٹھ گئیں۔ سبھی ملازم نشست گاہ کے آس پاس بھی نہ بھٹک رہے تھے۔

"اتنے بے حس کیسے ہیں آپ دائم؟ اتنی بے حسی تو خدا نہیں دیتا" سامعہ کے لہجے میں افسوس تھا۔ دائم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سامعہ کے سامنے سے گزرتا وہ ماں جی کے قدموں میں بیٹھا تھا۔

"ماں آپ کی خواہش تھی ناں میری اولاد ہوتی اور بیٹا کی ہوتا؟ تو دیکھیے ناں آپ کی خواہش مکمل ہوگئی ہے، میرا بیٹا ہے ناں آپ کا پوتا اس خاندان کا وارث جو ہماری نسل کو آگے بڑھائے گا جو ہمارے خاندان کے نام کو آگے بڑھائے گا بس آپ میرا ساتھ دیں گی تو ہم اسے ان لوگوں سے چھین کر اپنے پاس لے آئیں گے پھر کبھی نہیں جانے دیں گے" ماں جی کے ہاتھوں کو تھام کر ماں جی کو بچوں کی طرح بہلا رہا تھا۔ماں جی دائم کے چہرے کی جانب ہی دیکھ رہی تھیں۔

"میں سوچ نہیں سکتی تھی دائم، میرا بیٹا اتنا بے حس ہو جائے گا؟ ایک ماں سے اس کے بیٹے کو چھیننا چاہتے ہو؟" ماں کی بات پر دائم نے سر جھٹکا۔سامعہ کا قہقہہ گونج اُٹھا۔ماں جی سمیت دائم نے بھی اسے دیکھا۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں ماں جی، آپ کا بیٹا اپنے بیٹے کو اس کی ماں سے نہیں چھین رہا بلکہ آپ کا بیٹا اپنے بیٹے کی ماں کو خودکشی کرنے پر مجبور کر چکا ہے اور اس کرم جلی کو مرے چھ سال ہونے کو ہیں اب آپ کا بیٹا اپنے بیٹے کو اس کے ننھیال سے چھیننا چاہتا ہے جو اس معصوم کا واحد سہارا ہے، دیکھ لیجئے اتنا بے حس ہے آپ کا بیٹا" ماں جی کے قدموں سے اٹھتے دائم نے زوردار تھپڑ سامعہ کے رخسار پر دے مارا تھا۔

"کب میں اپنی ماں سے بات کر رہا ہوں تو اپنی زبان بند رکھا کرو" سامعہ کا جبڑا اپنی گرفت میں لیتے وہ پھنکارا تھا۔سامعہ بس تکلیف سے ہی کراہ کر رہ گئی تھی.

"اسی وقت میرے گھر سے دفع ہو جاؤ، تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں نکل جاؤ یہاں سے "نشست گاہ سے باہر دھکا دیتے ہوئے وہ چیخا تھا سامعہ اوندھے منہ فرش پر گری۔

"طاہرہ؟" سامعہ کی جانب دائم کے بڑھتے قدم ماں جی کی آواز پر تھم گئے تھے۔ ٹکرا انہیں دیکھا جو حیرت واستعجاب سے دائم کو دیکھ رہی تھیں۔ سامعہ کے لبوں پر مسکراہٹ مچلی تھی۔ پر ازیت مسکراہٹ۔۔۔۔۔۔۔

"ماں میں۔۔۔۔۔۔" دائم کے الفاظ میں میں ہی دم توڑ گئے جب ماں جی کے اٹھے ہاتھ نے اس کی بولتی بند کی تھی۔

"میری نظروں سے اوجھل ہو جاؤ دائم، اس سے پہلے کہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں دفع ہو جاؤ یہاں سے، نکل جاؤ، تم مر گئے میرے لیے میں سمجھوں گی خدا نے مجھے بیٹے کی نعمت سے نہیں نوازا، تم مر گئے میرے لیے اور ہم تمہارے لیے مر گئے" گھر سے باہر دھکا دیتے ماں جی غم وغصے کی کیفیت میں چیخ رہی تھیں۔ سامعہ ہونٹ کے پھٹے کنارے سے خون صاف کرتے ماں کی جانب بڑھتی انہیں گلے سے لگا گئی تھی۔

Episode 15

مطیع گاڑی کی مرمت کروا کر گھر داخل ہوا تو سامنے ہی نورین خفگی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ صبح صبح کہاں چلے گئے تھے بھائی؟ دوپہر ہو رہی ہے اور آپ کی آمد بھی اب ہو رہی ہے" مطیع اس کے خفگی سے کہنے پر مسکرایا۔ آگے بڑھ کر نورین کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے اپنے حصار میں لیا۔ کتنا ہی سکون اپنے رگ وپے میں اُترتا محسوس ہوا تھا۔

"میری گڑیا کیسی ہے ؟ ٹھیک تو ہے ؟" فکر سے اٹا لہجہ اور محبت جھلکاتی آنکھیں بے تابانہ نورین کے چہرے پر کوئی غم کھوج رہی تھیں۔

"آپ کی گڑیا ناراض ہے آپ سے" مطیع کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتت وہ بولی تھی۔

"ضروری کام تھا گڑیا" مطیع نے مبہن سا جواب دیا

"مجھ سے بھی زیادہ اہم کام تھا؟" نورین کی خفگی اب بھی وہی تھی۔ ارد گرد سے دونوں بہن بھائی بے نیاز ہوئے خود میں ہی مگن تھے۔

"میرے پاس اپنی گڑیا کی ناراضگی کو ختم کرنے کا پکا پکا انتظام ہے۔ ایک خوشخبری ہے" مطیع نے لب دبائے تھے۔

"کیا؟" نورین کمر پر ہاتھ رکھے تجسس بھرے نداز میں بولی تھی۔

"میں اب مستقل طور پر اپنی گڑیا کے پاس رہوں گا" مطیع مسکرا کر گویا ہوا جبکہ نورین تو جوش و خروش سے اس کے سینے سے لگی تھی۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے بیٹا تم نے بتایا ہی نہیں پہلے" کب سے خاموش کھڑی بہن بھائی کا پیار دیکھتی خالہ اس خوشی پر خاموش نہ رہ پائی تھیں۔

"آپ لوگوں کو سرپرائز کرنے کے لیے نہیں بتایا یہ خوشی سے بھرے چہرے میں اپنی موجودگی میں دیکھنا چاہتا تھا۔" خالہ کو بھی اپنے حصار میں لیتے مطیع مسکرایا۔

"پہلے بتایا ہوتا تو میں تمہارا کمرہ اچھا سے سیٹ کروادیتی خالہ کی جان، مجھے لگا تم عارضی طور پر آ رہے ہو تو جلدی جلدی میں ضرورت کی اشیاء ہی کمرے میں رکھوا پائی ہوں" مطیع کے چہرے پر ہاتھ رکھتے خالہ کچھ فکر سے بولی تھیں۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے خالہ، میں اور نورین یہاں عارضی طور پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے، آپ نے اور خالو نے مل کر مجھے جتنا مالی مستحکم بنادیا ہے میں اب مزید خود کو اور نورین کو آپ دونوں کے لیے باعثِ آزمائش نہیں بنانا چاہتا۔ میں جتنا بھی آپ دونوں کا شکر ادا کروں اتنا کم ہے، آپ کے پیار اور سپورٹ نے آج آپ کے بھانجے کو اس قابل بنادیا ہے خالہ کہ وہ آج اپنی زمہ داریوں کا بوجھ بخوبی اٹھا سکتا ہے لیکن آپ کی رائے اور آپ کا ساتھ مجھے ہمیشہ چاہیئے" خالہ کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے وہ اپنا فیصلہ سنا گیا تھا اور خالہ بس خاموشی سے کھڑی اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ نورین بھی دم سادھے خالہ کی طرف ہی دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے خوشی ہے کہ خدا نے تمہیں اس قابل بنادیا کہ تم اپنی زمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل ہو گئے ہو اللہ پاک سے دعا ہے کہ تم اس سے بھی زیادہ قابل بنو اور خوب نام کماؤ، لیکن ایک بات اپنی خالہ کی زہن میں نقش کرلو، یہ تمہارا اور نورین کا اتنا ہی گھر ہے جتنا زوار کا ہے، جتنے مجھے تم دونوں بہن بھائی عزیز ہو اتنا مجھے زوار بھی نہیں ہے، تو یہ بات اور خیال اپنے زہن سے نکال دو کہ یہاں سے تم دونوں کہیں اور جاؤ گے یا اپنی زندگیاں بسانے کی کوشش کرو گے۔ ہر گز نہیں میں ماں ہوں اور ایک ماں کی بات ماننا اولاد پر فرض ہوتی ہے" بڑی خوبصورتی سے مطیع کے چہرے کو تھام کر اس کا فیصلہ رد کرتے وہ اپنی بات کہہ گئی تھیں۔

"خالہ جان بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں بھائی، میں خالہ کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جاؤں گی "نورین تو خالہ کے سینے سے لگی تھی۔ جس پر مطیع گہرا سانس خارج کرتا ہوا ہتھیار ڈال گیا تھا اور مسکرا کر خالہ کی آغوش میں چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیا بات ہے بڑا پیار ہو رہا ہے ؟" زوار رات کا گیا اب واپس گھر آیا تھا اور آتے ہی پیارا سا منظر دیکھنے کو ملا تو بوجھل اعصاب یکلخت درست ہوئے تھے۔

"زوار بھائی! بھائی اب سے یہی رہیں گے ہمارے پاس" زوار کو مخاطب کرتے نورین نے کئیں حد تک خود کے لہجے کو متوازن رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"واہ واہ مبارک ہو وکیل صاحب" مطیع سے مصافحہ کرتے ہوئے زوار نے کہا جو حیران سا نورین اور زوار کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ معجزہ کب ہوا ویسے ؟" مطیع حیران تھا۔

"کونسا معجزہ؟" زوار حیرانگی سے استفسار کرنے لگا۔

"تم دونوں کی گفت گو میں اتنی اخلاقیات کیسے رونما ہوئی ؟" مطیع کے پوچھنے پر وہاں کھڑے تین چہروں پر یکلخت ایک سایہ سا گزرا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی جواب دیتا ملازمہ کی پریشان آواز پر وہ چاروں اس کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

"بڑی بی، چھوٹی بی بی جی دروازہ نہیں کھول رہی ہیں میں نے کتنی ہی آوازیں دے ڈالی ہیں" ملازمہ کی آواز پر زوار نے ماں کی طرف دیکھا۔

"صبح جب میں گئی تھی تب بھی دروازہ بند تھا مجھے لگا سو رہی ہے زیبا میں دوائی کھا کر سو گئی تھی اب بھی نورین کے اٹھانے پر جاگی ہوں تو ملازمہ کو بھیجا" ماں کی بات سنتا وہ اوپر کی جانب بڑھا تھا۔ ملازمہ سے ڈپلیکیٹ چابی منگوائی۔ دل ہتھیلیوں میں دھڑکنے لگا تھا۔ چابی سے دروازہ کھولتے وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا۔ زیبا بیڈ پر بلینکٹ اوڑھے بڑے سکون سے سو رہی تھی۔ جسے دیکھ زوار کے رگ و پے غصے کی شدید لہر دوڑی تھی۔ پلٹ کر ماں اور نورین کو دیکھا جو سب کچھ بھلائے اس کی فکر میں گھلتے کمرے کے اندر کھڑے تھے جبکہ مطیع دروازے کے پار پریشان صورت لیے کھڑا تھا۔ وہ تینوں زیبا کو دیکھنے کے بعد زوار کو دیکھنے لگے جس کے چہرے پر غصے کو ضبط کرنے کے باعث لالی جھلک دکھا رہی تھی۔ ماں نورین اور مطیع تینوں نیچے چلے گئے تھے جبکہ زوار نے سرعت سے دروازہ بند کرتے زیبا کی طرف آیا تھا لیکن گہرا سانس لیکر وہ اس سے دور ہوتا ٹہلنے لگا تھا۔ غصے کو ضبط کرتے اس کے کڑوے گھونٹ لے رہا تھا۔ مطیع کو گھر چھوڑنے کے بعد تب سے گھر سے نکلا اور ساری رات باہر گزارتے دم کا آدھا حصہ پریشانی و شرمندگی میں گزارتے وہ واپس اب لوٹا تھا۔ زیبا کے ہی باعث گھر میں ایک نیا تماشا اور ایک نئی پریشانی اس کی منتظر تھی۔ اندر تلک دہکتے الاؤ کو زیبا کی پرسکون نیند مزید دہکانے کا عمل سرانجام دے رہی تھی۔

"اٹھو، ہمارے سکون برباد کر کے خود کتنی پرسکون نیند سو رہی ہو تم" جھٹکے سے اس پر سے اوڑھا بلینکٹ اتارتے وہ غرا کر بولا تھا۔ زیبا کے وجود میں کوئی جنبش محسوس نہ ہوئی جسے دیکھ زوار کا غصہ سوا نیزے پر پہنچا تھا۔

"اتنی بے حس اور ڈھیٹ کیسے ہو تم ؟ زرا احساس نامی شے ۔۔۔۔۔۔" شانوں سے تھام کر اسے اٹھا کر بٹھاتے اس کی زبان کو بریک لگی جب زیبا کے وجود کی حدت اور مدھ سی کراہ کے ساتھ اس کا وجود گرنے کو ہوا جسے زوار تھام گیا۔

"زیبا !" اسے واپس لٹا کر تشویش سے پکارتے اس کے چہرے کو چھوا جو تپ رہا تھا۔ زوار نے تیزی سے اس کی نبض کو ٹٹولا جو سست روی سے چل رہی تھی۔ زوار نے پریشانی میں اس کے وجود پر چادر پر پھیلائے اپنی بازوؤں میں اٹھائے، ہسپتال کی جانب بھاگا۔ زیبا کی بیماری اور تکلیف کو سوچتے وہ زیبا سے ملی خود کی تکلیف کو بھی بھول گیا تھا۔ اس وقت اسے پرواہ تھی تو اس کی جو اس کی بانہوں میں بیہوش جھول رہی تھی۔

ہاتھوں میں کافی کا مگ اٹھائے وہ اسٹڈی روم میں داخل ہوئی جہاں اعظم اور حیدر کھڑے تھے۔ اعظم، حیدر کو کوئی چیز تھما رہا تھا۔ سفید کور والی ڈائری ۔۔

"آپا کی ڈائری !" فاطمہ نے بے ساختہ کہا تھا۔ اعظم اس کی آواز پر اور ڈائری کو حیرت و استعجاب سے تکتے دیکھ مسکرائے تھے۔

"وہاں کیوں رک گئی ہیں سیدہ، ادھر آئیں" ان کی آواز پر فاطمہ نے کافی کا مگ میز پر رکھتے ان کی جانب بڑھی۔

"یہ ڈائری آپ کی آپا کی ہے، میرے پاس امانت تھی، اب اس امانت کو آپ کے حوالے کر رہا ہوں، مجھے امید ہے کہ اس میں دفن سیدہ کی زندگی کے کچھ راز جو پوشیدہ ہیں ان کی حفاظت مجھ سے بہتر کر پائیں، ان شاءاللہ" فاطمہ نے ڈائری کو تھاما تو ایک جانے مانے لمس نے اس کی پوروں کو چھوا تھا۔ اعظم باہر چلے گئے تو حیدر نے فاطمہ کے رخسار پر بہتے آنسوؤں کو صاف کیا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناں ہر آگاہی کے درعیاں ہونگے بس ان پر صبر کرنا ہے" فاطمہ کے شانوں کو سہلا کر کہا۔

"آپ میرے ساتھ ہیں ناں حیدر؟" فاطمہ نے ڈائری کو سینے سے لگائے اس سے پوچھا۔

"مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ پائیں گی سیدہ، حیدر ہمیشہ اپنی سیدہ کے ساتھ کھڑا ہے" فاطمہ اس کی بات پر مسکرائی تھی۔

"آپ کو یقین ہے ناں حیدر، حمزہ ہم سے دور نہیں جائیں گے" ایک نیا خدشہ یکدم سر اٹھانے لگا تھا۔ حیدر نے سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے مکمل یقین ہے سیدہ، حمزہ ہم سے کبھی دور نہیں جائیں گا وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا، دائم شاہ کبھی بھی اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہو پائے گا، ہم ایسا کبھی ہونے نہیں دے گے" حیدر کی یقین دہانی پر وہ مطمئن انداز میں سر ہلا گئی تھی۔ اس مطمئن انداز پر حیدر بھی مطمئن ہوا تھا۔ اس کے من موہنے چہرے کو دیکھتے وہ اس کی پیشانی کو چھونے کے لیے جیسے ہی اس کے قریب ہوا۔

"ہم اسٹڈی میں کھڑے ہیں حیدر" اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے فاطمہ نے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"میں کمرے میں اور کمرے سے باہر ایک جیسا ہی ہوں" حیدر کے چہرے پر اب خفگی سی تھی جسے دیکھ دیکھ فاطمہ مسکرائی۔

"ہاں ہاں مسکرا لیجیئے مجھ غریب پر، اڑا لیجیئے آپ بھی مزاق، شوہر ہوں ناں اس لیے مزاق بنا رہی ہیں" اس کی مسکراہٹ دیکھ حیدر تو چڑ گیا تھا۔

"ہم بلکل بھی آپ کو چڑا نہیں رہے حیدر" فاطمہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا۔ حیدر نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔ حیدر نے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتے اسے خود کے نزدیک کیا تھا۔

"حیدر! یہ۔۔۔۔" فاطمہ نے کچھ کہنا چاہا۔

"شش" حیدر نے اسے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔ فاطمہ خاموش ہوئی تھی۔ جبکہ دل کی دھڑکنیں بڑھ گئی تھیں۔ تھوک نگل کر وہ پھیلی آنکھوں سے حیدر کو دیکھنے لگی جو جذبات لیے آنکھوں سے اسے دیکھنے میں محو تھا۔ لبوں پر بڑی خوبصورت مسکراہٹ سجائے وہ ایک ہاتھ سے فاطمہ کے حجاب کو درست کرنے لگا تھا۔ پیشانی سے حجاب کو درست کرتے وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر انگوٹھے سے سہلانے لگا۔ اس کے ہر عمل پر فاطمہ گھبرا رہی تھی۔ اسی گھبراہٹ اور شرم سے وہ یکلخت نظریں جھکا کر لب دانتوں میں دبا گئی۔

"آپ جانتی ہیں آپ کی اجازت میرے لیے نہایت اہم ہے" اس کے چہرے سے قریب اپنا چہرے گزار کر اس کے شانے پر رکھتے حیدر کی بات فاطمہ کی سماعت تک پہنچی تو گہرا سانس لیا۔ حیدر نے دوسرا ہاتھ بھی اس کی کمر پر موجود اپنے ہاتھ پر رکھا۔ فاطمہ مکمل اس کے حصار میں کھڑی تھی۔ حیدر اسے اپنے سینے سے لگائے کھڑا تھا۔

"آپ جانتی ہیں سیدہ، آپ کی زات سے محبت حیدر شاہ کو کب سے ہے؟" فاطمہ کے چہرے کو دیکھتے حیدر نے سول کیا۔ فاطمہ نے سر نفی میں ہلایا۔ نظریں اس کے وجیہہ چہرے پر تھیں۔

"تب سے جب میں اس لفظ محبت سے آشنا تک نہ تھا" فاطمہ کی بھنویں تعجب سے اکٹھی ہوئیں۔ حیدر اس کے تعجب بھرے انداز پر مسکایا۔ فاطمہ کو کرسی پر بٹھائے خود اس کے پیروں میں بیٹھا تو فاطمہ نے سر نفی میں ہلا کر منع کرنا چاہا۔

"پتہ ہے مجھے آپ سے کیوں محبت ہوئی؟" فاطمہ کی گود میں دھرے اس کے ہاتھوں کو تھام کر ان پر اپنی زقن رکھتے وہ اس کے وجود سے اٹھتی دلفریب مہک میں گہرا سانس لیتے ہوئے بولا۔

"مجھے آپ سے محبت آپ کی اس سیاہ چادر کے باعث ہے جو ہمہ وقت سر پر کچھ اس شان سے براجمان رہتی ہے جیسے یہ آپ کا تاج ہو اور آپ کی زات بجز اس کے نصف ہو" فاطمہ کے چہرے کے گرد پھیلی سیاہ چادر کے ہالے میں دمکتا روشن چہرہ دیکھ کر کہتے حیدر کے الفاظ اسے سرشاری بخش رہے تھے۔ خوبصورت مسکراہٹ لبوں پر سجائے نم آنکھوں سے اسے دیکھتی وہ لب بام تھی۔ کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

"حیدر کو یہ چہرہ دیکھنے کی کبھی چاہ نہیں رہی، ہاں یہ تب کی بات ہے جب میں آپ کا محرم نہیں تھا۔" آنسو اپنی پوروں پر چنتے حیدر شرارتی انداز میں بولا۔

"اور ہم نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ جب آپ ہمارے محرم ہوئے تو پہلا تاثر ہی بداخلاقی سے پیش کیا" فاطمہ کے آنسوؤں میں روانی تھی۔ حیدر نے نفی میں سر ہلایا۔

"حالات کا تقاضا ہی یہی تھا"

"ہمیں بہت رنج ہے حیدر" فاطمہ نے حیدر کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ رنج نہ کریں سیدہ" انہیں ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام کر حیدر نے مان رکھا۔ فاطمہ نے لحظے بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں کبھی بھی آپ سے خفا نہیں ہوا" انگوٹھوں سے دونوں ہاتھوں کی پشت کو سہلاتے ہوئے حیدر نے کہا۔

"تکلیف تو اٹھائی ہے" حیدر کے پر تپش ہاتھوں کی حدت اس کے ہاتھوں میں منتقل ہونے لگی۔

"ہر تکلیف وقتی ہوتی ہے ہر زخم بھر جاتا ہے" حیدر نے پھر سے اسے تسلی دی تھی۔

"تکلیف کا اثر، اور زخم کا نشان تادیر قائم رہتا ہے حیدر" حیدر نے اسے کھڑا کیا اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے اسے اپنے روبرو کیا۔

"آپ کا ساتھ ہر تکلیف کے اثر کو اور ہر زخم کے نشان کو مٹانے کے لیے کافی ہے سیدہ، آپ میری دسترس میں ہیں، آپ کو حق سے دیکھ سکتا ہوں، چھو سکتا ہوں، محسوس کر سکتا ہوں، جب چاہوں پناہوں میں لے سکتا ہوں، ہر وقت آپ کی موجودگی سے سکون محسوس کرتا ہوں۔ کیا میرے جذبات، میرے احساسات کی حدت آپ کے رنج کو سربند نہیں کر سکتے؟" حیدر کا لب و لہجہ سوالیہ تھا۔ ایک طرف وہ اظہارِ محبت بھی کر رہا تھا اور دوسری جانب تکلیف دہ سوال بھی کر رہا تھا۔

"حیدر ہم۔۔۔۔۔"

"سیدہ حیدر آپ کے بغیر ادھورا ہے، آپ کا ہونا میرے لیے کافی ہے، آپ کا ساتھ میرے لیے قابلِ فخر ہے، حیدر کو آپ کی ذات سے بے حد محبت ہے، اتنی کہ میں بیاں کرنے سے قاصر ہوں" فاطمہ کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے وہ بھرپور شدت سے بولا۔اس کی لب و لہجے میں بولے لفظوں کی شدت نے فاطمہ کا دل تیز رفتار میں دھڑکنے پر مجبور کیا تھا۔

"حیدر کو سیدہ کی ذات سے بے انتہا عشق ہے" حیدر نے کہتے ہوئے اس کی پیشانی پر لمس عطا کیا تھا۔فاطمہ اس لمس کی شدت کو محسوس کرتی لرز سی گئی تھی۔حیدر کی قربت اور اس کا اظہار فاطمہ کے لیے بذاتِ خود قابلِ فخر تھا۔اس کے سینے سے لگتی وہ اس کے دل کے مقام پر لب رکھتی اپنے مطابق اظہارِ محبت کا جواب بڑے سادہ مگر دلکش انداز میں دے رہی تھی۔حیدر اس کے عمل پر مسکرا دیا۔اس کے سر کو چومتے وہ گہرا سانس ہوا کے سپرد کر گیا تھا۔۔۔۔۔

Episode 16

"اعظم آپ ہماری ماں سے بات کروا دیں گے؟" اعظم کمرے میں داخل ہوا ہی تھا جب عظمیٰ نے کہا۔

"کیا ہوا ہے طبیعت تو ٹھیک ہے؟" اعظم نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے خیریت دریافت کی تھی۔

"کافی دن ہو گئے ہیں گھر سے کوئی آیا نہیں اور نہ ہی کسی نے فون کیا۔میرا دل گھبرا رہا ہے" اپنی پریشانی بتاتے وہ اعظم کے جواب کی منتظر تھی جب دروازے پر دستک ہوئی اور دروازہ کھولا گیا۔

اعظم نے دیکھا دادی حضور کے ساتھ بابا جان، ماں، اور نور چچی کمرے میں داخل ہوئی تھیں جن کے ساتھ حمزہ بھی تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے بہو اور گڑیا کی؟" دادی حضور خود کرسی پر بیٹھ کر حمزہ کو گود میں بٹھائے بولی تھیں۔ باقی سب بھی نشستوں پر براجمان ہوئے تھے۔

"بہت بہتر ہوں میں اور گڑیا سے دادی حضور خود پوچھ لیں" ماں نے عظمیٰ سے بچی کو پکڑ کر دادی حضور کے سامنے کیا تھا۔

"اللہ پاک نیک نصیب کرے" دادی حضور نے اس گول مٹول بچی کی سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دی۔

"دادی حضور یہ بچہ کون ہے؟" عظمیٰ کے سوال پر دادی حضور سمیت سب نے اعظم کی طرف دیکھا تھا جو نظریں جھکا کر سر نفی میں ہلا گیا تھا۔

"ہمارا نام سید علی حمزہ شاہ ہے" حمزہ عظمیٰ کے قریب جاتے ہوئے اپنا تعارف کروا گیا تھا جس پر عظمیٰ مسکرا دی۔

"بہت پیارا نام ہے آپ کا، کس نے رکھا تھا؟" اپنے پاس بٹھاتے ہوئے اس نے پیار سے پوچھا۔ باقی سب بھی دم سادھے ان دونوں کی گفت گو سننے میں محو تھے۔

"ہماری مما نے" حمزہ مسکرا کر بولا۔

"لیکن آپ کی مما کدھر ہے؟" عظمیٰ کے سوال پر حمزہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی تھی لیکن وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

"میری دعاؤں میں" عظمیٰ حمزہ کے جواب پر یکدم حیران ہوئی تھی۔اعظم کی طرف دیکھا جو فقط خاموش نظروں سے انہیں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اور آپ کے بابا؟"اس سوال پر حمزہ نے اعظم کی طرف دیکھا۔

"بابا پاس نہیں رہتے،اُنہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے"

"حمزہ آپ میرے ساتھ آئیں آپ کو ڈرائنگ کرنی تھی چلیں آئے خالہ کے ساتھ" دروازہ پر دستک ہوئی اور سدرہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی دھیان سارا حمزہ کی طرف تھا۔حمزہ بھی خوشی خوشی اس کے باہر کو چل دیا تھا۔

کمرے میں معنی خیز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔سب ایک دم چپ تھے۔

"حمزہ کون ہے ؟اور ہمارے گھر میں کیا کر رہا ہے یہ بچہ ؟" عظمیٰ نے حیرانی سے پوچھا تھا اس کے سول پر کمرے میں بیٹھے نفوس ایک دوسرے کے چہروں کو دیکھنے لگے۔

"حمزہ،اس گھر کا بیٹا ہے عظمیٰ اور اب سے یہی رہے گا ان شاءاللہ" دادی حضور کی بات پر عظمیٰ حیران ہوئی تھی۔

"کیا مطلب دادی حضور؟اس گھر کا بیٹا؟یہ کیسے ممکن ہے ؟"

"حمزہ اس گھر کی بیٹی،طاہرہ کے بیٹے ہیں،اب سے ہمارے ساتھ،ہمارے گھر میں ہمارے قریب رہے گے" دادی حضور کے بتائے سچ پر عظمیٰ نے ایک بھی لحظہ ضائع کیے بغیر اعظم کی طرف دیکھا جو عظمیٰ کو ہی دیکھ رہا تھا۔اس کی بے یقینی پر سر نفی میں ہلایا۔

"اپنے شوہر سے بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو عظمیٰ، بدگمان ہونا ہے یا نفرت کرنی ہے تو اپنے بھائی سے کیجئے، جنھوں نے نا صرف اس گھر کی عزت کو ٹھیس پہنچائی، سیدہ طاہرہ سے نکاح کیا اور اپنے بچے کو اپنانے سے بھی انکار کر دیا" دادی حضور جیسے جیسے حقیقت سے روشناس کروا رہی تھیں ویسے ہی عظمیٰ ساکت نظروں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔ کمرے میں پھیلی معنی خیز خاموشی کا دورانیہ طویل ہونے لگا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے دادی حضور؟ بھائی کیسے؟ مطلب یہ سچ ہے؟" عظمیٰ کے لب و لہجے میں حیرت کے ساتھ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

"یہ سب سچ ہے عظمیٰ، حمزہ دائم اور طاہرہ کا بیٹا ہے آپ کا بھتیجا آپ کے بھائی کا خون اور آپ کے خاندان کا اکلوتا وارث" دادی حضور کے الفاظ پر وہ دم بخود بیٹھی رہ گئی تھی۔ گھر والے کب کمرے سے نکلے تو باری باری سب نے عظمیٰ کے سر پر ہاتھ رکھا اور چلے گئے جبکہ وہ ساکت سی بیٹھی تھی۔ آنسو ایک متواتر سے رخسار کو بھگو رہے تھے۔ جنہیں اعظم نے اپنی پوروں پر چنا تھا۔

"اعظم! میرے بھائی نے" اعظم کا لمس پاتے ہی اس کے رونے میں شدت آئی تھی۔ اعظم نے اس کے گرد حصار باندھ لیا تھا۔

"یہ کب کی بات ہے؟ ہمارے شادی پر تو طاہرہ آپا ٹھیک تھیں پھر ان کا نکاح اور حمزہ کی پیدائش ہوئی اعظم؟" عظمیٰ کے سوال پر اعظم نے الف سے لیکر ے تک تمام روداد اس کے سامنے پیش کی تھی جسے سن کر وہ شرمندہ ہوئی تھی۔

"بھائی نے ماں سے بات کی تھی۔اعظم لیکن ماں نے سخت انکار کیا تھا کیونکہ آپا،زوار بھائی کی منگ تھیں اور ہمارے ہاں دی زبان کو پورا کیا جاتا ہے" عظمیٰ کے بتانے پر اعظم نے اسے دیکھا جواب بھی رو رہی تھی۔

"بھائی آپا سے محبت کرتے تھے،مجھے آئیڈیا نہیں تھا کہ وہ اتنا بڑا قدم اٹھالیں گے۔جذبات میں آ کر انہوں نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا اور پھر اس عہد کی پاسداری بھی نہ کر پائے،اور میں ہمیشہ آپ کو اور آپا کو غلط سمجھتی رہی" روانی میں کہتی وہ آخر میں کچھ شرمندہ سی ہوئی تھی۔اعظم خاموشی سے اس کی باتوں کو سن رہا تھا۔

"اور آپ نے بھی کبھی کوئی نفی کوئی تردید کوئی تصیح نہیں کی اعظم،مجھے اتنے سالوں اندھیرے میں رکھا ان گزرے سالوں کی شرمندگی کا قدر بڑھ گئی ہے اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں بھلا،مجھے معاف کر دیں اعظم" اعظم کے سامنے عظمیٰ نے ہاتھ باندھ دیئے تھے جنہیں سرعت سے تھام کر اعظم نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں نے حقیقت آپ سے چھپائی اور آپ کو کچھ بھی نہیں بتایا لیکن عظمیٰ اس تکلیف سے بچانے کے لیے جو آپ کو اب ہو رہی ہے،شائد یہ بات کبھی نہ کھلتی لیکن دائم اتنا کچھ کرنے کے بعد حمزہ کی کسٹڈی لینا چاہتا ہے جو کہ میں چاہ کر بھی نہیں ہونے دے سکتا،سیدہ سے کیا وعدہ نبھانا ہے،حمزہ کی زمہ داری وہ ہمیں سونپ کر گئی ہیں اور دائم کو حمزہ کی کسٹڈی دی تو یہ ان کی امانت میں خیانت ہو گی" اعظم کی بات پر عظمیٰ متفق ہوئی تھی۔

"پتہ نہیں ماں کا کیا حال ہو گا اور بھابھی نے اس سچائی پر کیسا رویہ اختیار کیا ہو گا؟" عظمیٰ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

"سامعہ اپنے گھر چلی گئی ہے، دائم سے خلع کا کیس کرنا چاہ رہی ہے" عظمیٰ نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"اس سے میری رات میں ہی بات ہوئی ہے"

"اور ماں کیسی ہیں؟ وہ ٹھیک تو ہیں؟ کیا میں ان کے پاس چلی جاؤں؟" عظمیٰ کو اب ماں کی پریشانی ستانے لگی تھی۔ سوا مہینہ ختم ہونے میں کچھ ہی دن رہ گئے تھے۔ دل یکدم بے قرار ہوا تھا۔

"آپ بہتر محسوس کرتی ہیں ناں؟" عظمی نے سر ہلایا۔

"میں آج ہی چھوڑ آؤں گا، سوا مہینہ وہاں ہی ہو جائے گا"

"دائم بھائی بھی ہونگے وہاں"

"نہیں، کل رات کافی جھگڑا کیا ہے اس نے اور ماں کو حقیقت جب پتہ چلی تو انہوں نے گھر سے نکال دیا ہے اسے اب وہ گھر پر نہیں ہے فارم ہاؤس پر ہے" اعظم نے دائم کی پل پل کی خبر رکھی ہوئی تھی تبھی اتنے وثوق سے کہہ رہا تھا اعظم کی باتوں پر عظمیٰ اب محض خاموش ہوگئی تھی اس کے اس قدر پیار اپنائیت پر وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہی تھی۔ وہ کیا سمجھتی تھی اور حقیقت کیا نکلی۔ وہ خود کو جتنا بھی سنبھالتی لیکن وہ اندر سے شرمندہ تھی۔

"آپ کی بیوی نے کسی بات کی پریشانی لی ہے جس کا اثر بہت گہرا ہوا ہے اسی لیے ان کی یہ کنڈیشن ہوئی بٹ تھینکس ٹو دا گاڈ کہ آپ کی بیوی کی ارلی پریگنینسی پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوا ماں کے ساتھ ساتھ بچہ بھی ٹھیک ہے ماشاءاللہ" ڈاکٹر کے بولے الفاظ پر زوار کتنی ہی دیر سٹل کھڑا رہا تھا۔ ڈاکٹر کے چہرے کو تکتا وہ حیران ہوتا زیبا کے وجود کو دیکھنے لگا جو ابھی تک بیہوش پڑی تھی۔

"بہت شکریہ ڈاکٹر صاحبہ" زوار تو کچھ بولا ہی نہیں تبھی ماں نے ڈاکٹر کو جواب دیا۔ جس پر ڈاکٹر مسکرائی تھی۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں، انہیں جیسے ہی ہوش آئے آپ گھر لے جا سکتے ہیں بس کچھ میڈیسنز اور ملٹی وٹامنز ہیں جو ریگولری زیر استعمال رکھنے ہیں اور پریشانیوں سے دور رکھنا ہے" کاغذ پر قلم گھسیٹتے اس کو ماں کو تھمائے وہ باہر بڑھ گئی تھی جب زوار اب بھی ساکت کھڑا تھا۔

"اتنی خوشی کی بات ہے زوار اور تم یوں حیران و پریشان کھڑے ہوئے ہو تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟" بیٹے کو ایک جیسی ہی حالت میں کھڑے دیکھ ماں نے کہا تھا جس پر وہ بے خیالی میں سر اثبات میں ہلا گیا تھا۔ ماں اس کی بے خیالی کو دیکھ کر خاموش ہوئی تھیں اور اسے دوائیوں والا کاغذ تھمایا تو وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔

پندرہ بیس منٹ بعد جب وہ پرائیویٹ روم میں داخل ہوا تو زیبا کو جاگتے پایا۔ جس کے چہرے پر آنسو تھے اور آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ ملگجہ سا حلیہ بنائے وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ زوار کے دل کو کچھ ہوا۔ زیبا کے اسے دیکھ کر مسکرانے پر وہ کوئی بھی تاثر دیئے بغیر رخ پھیر گیا زیبا کی مسکراہٹ پل بھر میں سمٹ گئی تھی۔

"ڈاکٹر نے ڈسچارج کر دیا ہے، اس کی طبیعت بھی ٹھیک ہے تو ہم گھر چلیں؟" زیبا کو دیکھے بغیر ماں سے مخاطب ہوا تھا۔ ماں نے سر اثبات میں ہلایا اور زیبا کی طرف آئی جو لب بھینچ کر آنسو پی رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ماں کے سہارے چلتی وہ گاڑی تک پہنچی تھی چلنے سے اسے چکر سے آ رہے تھے۔ تبھی ماں نے اسے سنبھالا ہوا تھا۔

"میں نے یہی کھڑے انتظار نہیں کرتے رہنا جلدی کر لیں پلیز" زوار دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ جبکہ اس کی بیزار سی آواز نے ایک نظر اسے دیکھا۔ نقاب کیے چہرے کی جوت مزید بجھی تھی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے زوار، کمزوری کے باعث اس سے چلا نہیں جا رہا تھا" گاڑی میں زیبا کو بٹھاتے ماں نے زوار کو خفگی سے کہا تھا۔

"ہم نے تو نہیں کی خود کی وجہ سے ہی ہوئی ہے" زوار کی ناپسندیدگی سے کہنے پر وہ مزید شرمندہ ہوتی سر جھکا گئی تھی آنسو چادر کو بھگو گئے تھے۔ ماں نے غصے سے زوار کو دیکھا جو اب ان کے لیے دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ ماں گاڑی میں بیٹھیں تو زوار بیٹھتے ساتھ ہی گاڑی سٹارٹ کر لی تھی۔۔۔

زیبا بیک سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی ماں اور زوار فرنٹ سیٹ پر، زیبا نے زوار کو دیکھا جو سامنے دیکھتا سنجیدگی سے سٹئرنگ پر ہاتھ جمائے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

کل رات سے زیبا نے اسے اب دیکھا تھا۔ اپنے کیے پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔ جب ماں اور نورین کی باتیں سن تھیں۔ کمرے میں آتے ہی دروازہ لاک کیا اور خود بستر پر لیٹ کر غم منانے لگی تھی۔ کیسی بیوی تھی وہ جو اپنے شوہر کا یقین ہی نہیں کر سکی؟ اس کی محبت کو کیا سمجھ رہی تھی وہ؟

ایک غلط بہتان کے ساتھ اپنے شوہر کو ناراض کر چکی تھی وہ۔۔اس بات کا اسے جس قدر دکھ تھا۔اسے نہیں معلوم وہ کہاں پر ہے رات سے اس کی آنکھ ہسپتال کے بیڈ پر کھلی تھی اور اتنی بڑی خوشی پر بھی زوار کے تاثرات بدلے نہیں تھے۔اس کا ناراض ہونا بنتا تھا لیکن یہ تاثرات فقط ناراضگی کے نہیں تھے۔۔۔

اور یہی سوچ سوچ کر زیبا کے آنسو بہہ رہے تھے۔گھر پہنچنے پر نورین اور اس کا بھائی پریشان سے ہی ان کا انتظار کر رہے تھے۔

"آپ ٹھیک ہیں زیبا بھابھی؟"نورین کی فکرمندی پر محض سر ہی ہلا پائی تھی۔جبکہ ماں کے خوشی کی خبر سنانے پر وہ حیرانگی کی حد تک خوش ہوئی تھی۔بھاگ کر زیبا کے سینے سے لگتی وہ ڈھیروں خوش ہوئی تھی۔جسے دیکھ کر زیبا کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔

مطیع نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے مبارکباد پیش کی تھی۔جسے آنسوؤں کے درمیان وہ سر ہلا کر قبول کر چکی تھی۔۔۔

"زوار جاؤ زیبا کو کمرے میں لے جاؤ"زیبا کا ہاتھ زوار کے ہاتھ میں تھمائے وہ زوار سے بولی تھی جو جبڑوں کو سختی سے بھینچے اسے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"یہ تمہاری دوائیاں ہیں جنہیں وقت پر کھانا ہے،اپنی ڈائیٹ کا خیال رکھنا ہے،کسی بھی شے میں لاپرواہی مجھے قابل قبول نہیں ہے"آہستگی سے اسے بیڈ پر بٹھاتے وہ سائیڈ ٹیبل پر دوائیاں رکھتے ہوئے بولا۔زیبا کو اس سے نرمی کی امید نہیں تھی۔اسے خود کے لیے فکرمند دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔اس خوشی کی خبر پر اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا لیکن اس کی فکر اب بھی موجود تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟ میں بدل گیا ہوں؟" اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بھنویں اچکائے وہ بے تاثر لب و لہجے میں کہتا اسے سر جھکانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔

"میں تمہاری طرح بے حس نہیں ہوں زیبا، میرے اندر ایک انسان رہتا ہے، ایک ضمیر رہتا ہے جو مجھے وحشی و بے حس بننے پر مجبور نہیں کرتا" کاٹ دار انداز میں کہتے اس نے سیگریٹ سلگھا کر لبوں سے لگانا چاہا لیکن زیبا کی طبیعت کو مد نظر رکھتے وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ زیبا نے گہرا سانس لیکر اسے کمرے سے سیگریٹ اٹھائے جاتے دیکھا تھا۔ وہ حیران ہوئی تھی زوار تو سیگریٹ نوشی نہیں کرتا تھا پھر؟ وہ اس بات پر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ پریشان بھی ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے جانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ اگر کچھ وقت اسے چاہئے تھا تو وہ دے رہی تھی۔۔۔

اور زوار بالکونی میں کھڑا پے در پے سیگریٹ پھونکتا نئی سوچوں میں غرق ہوا تھا۔ اتنی بڑی خبر پر کتنی ہی خوشی اپنے اندر چھپائے بیٹھا تھا اور کسی پر عیاں نہ کرنے کا غم اور یہی اضطراب اسے چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ زیبا کو معاف کرنے کا ابھی اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جتنی بڑی تہمت اس نے لگائی تھی اس کی کچھ سزا تو بنتی تھی۔۔۔۔

Episode 17

"حمزہ!" وہ رائیٹنگ ٹیبل پر بیٹھا سکیچ کر رہا تھا جب عظمیٰ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ جو بہت خوبصورتی سے شاندار سا بلو تھیم کے مطابق سجایا ہوا تھا۔

"آجائیں بھابھی وہاں کیوں رک گئی آپ؟ اور لائیں اس گڑیا کو ہمیں دے دیجیئے" فاطمہ حمزہ کے پاس سے اٹھتی بچی کو اپنی گود میں لے چکی تھی۔ عظمیٰ نے اپنے قدم حمزہ کی جانب بڑھائے جو خاموش سا کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ عظمیٰ نے اس کے قریب جاتے اس کے بالوں کو محبت سے چھوا، اس کی پیشانی کو سہلاتے وہ نرمی سے اسے چوم گئی تھی۔

"پھپھو جان آپ روئے نہیں ہم اب ہمیشہ آپ کے پاس رہے گے" عظمیٰ تو اس کے تخاطب پر ششدر سی ہوئی تھی۔ فاطمہ کی طرف دیکھا جو مسکرا دی تھی۔

"پھپھو قربان جائے اپنے بچے پر" اس کے ہاتھوں کو چومتے وہ رو بھی رہی تھی اور مسکرا بھی رہی تھی۔ کتنے ہی جذبات اس کی آنکھوں سے بہتے تھوڑی سے ٹپک رہے تھے جنہیں حمزہ نے چھو کر صاف کیا تھا۔۔

"طاہرہ کے بیٹے ہیں آپ، مضبوط اور دلیر ماں کے جائے ہوئے، خدا اپنی ہر رحمت کا نزول آپ پر کرے میری جان" عظمیٰ کے کہنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"پھپھو جان اس ننھی گڑیا کا کیا نام رکھے گی آپ؟" اس کا دھیان فاطمہ کی گود میں سوئی اس معصوم پری پیکر پر دلایا۔

"جو حمزہ کہیں" عظمیٰ نے اجازت دی۔

"جو ہم کہیں گے وہ پکا ہو گا؟"

"بلکل "ان کی اجازت پر حمزہ نے چند پل سوچا۔

"حنا! آج سے یہ ہماری حنا ہوئیں "بچی کی پیشانی پر بوسہ دیتے وہ معصومیت سے بولا تھا۔ عظمیٰ اور فاطمہ نے اس کے چہرے کو دیکھا جو دمک رہا تھا۔ کچھ جوش بھی تھا جسے دیکھتے وہ دونوں مطمئن ہوئی تھی۔

"تو ہماری اس گڑیا کا نام سیدہ حنا اعظم شاہ ہوا "حمزہ کا ہاتھ تھام کر حنا کی چھوٹی سی پیشانی پر رکھا۔

"پھپھو جان، حنا ہماری شہزادی ہے "حمزہ کی بات پر فاطمہ اور عظمیٰ ہنس دی تھیں۔۔

اتنے کھٹن وقت میں بھی یہ پیارا سا بچہ انہیں خوشی کا کوئی ناں کوئی پل تھما دیتا تھا کہ جس سے ان کے چہروں پر مسکراہٹ در آتی تھی۔۔۔۔

"ہمیں یقین نہیں آرہا، اتنی بڑی بات ہو گئ اور ہمیں خبر ہی نہیں ہوئی؟ کتنا بڑا دکھ انہوں نے اکیلے برداشت کر لیا ہمارے ہوتے ہوئے "خالہ جان اور ماموں کے کمرے میں مطیع اور زوار بیٹھے ہوئے تھے جب زوار کی بات پر ماموں افسوس سے بولے تھے۔

"بابا یہ بات کسی کے بھی علم نہیں تھی اور شائد خدا کے چاہنے سے یہ بات چھپی رہتی اگرچہ دائم اسے افشاں نہ کرتا" زوار کے لہجے میں نرمی تھی لیکن کہیں کہیں کچھ تکلیف تھی جو اندر ہی اندر تڑپا رہی تھی۔

"اس میں بھی خدا کی مرضی ہی ہے بیٹا جو یہ راز افشاں ہو گیا" ماں کی بات پر زوار نے سر ہلایا۔

"آپ سب پریشان نہ ہوں ساری خیریت ہے جو شواہد ہمارے پاس دائم کے خلاف موجود ہیں وہ ہمارے حق میں حمزہ کی کسٹڈی کو دینے کے لیے کافی ہیں" مطیع کی تسلی پر انہوں نے سر ہلایا تھا۔

"ہمیں وہاں چکر لگانا چاہیئے اپنے ہی مصیبت اور تکلیف کو بانٹتے ہیں" زوار کی ماں نے کہا۔ جس کی تائید بابا اور مطیع نے کی۔

"جاؤ زوار زیبا کو بھی کہو تیار ہو جائے پھر چلتے ہیں وہاں باقی اللہ خیر کرے" ماں کی بات پر سر ہلاتے وہ کمرے سے باہر نکلتا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کل رات سے وہ کمرے میں زیبا کی طبیعت کے پیشِ نظر اسے دیکھنے کے لیے ہی جاتا تھا اور اسے پر سکون دیکھ وہ واپس بالکونی میں سیگریٹس پھونکنے کے لیے آ جاتا۔

ساری رات اس نے اس چپ کے دوزخ کو جھیلا تھا اور اب صبح کے بعد بھی وہ ملگجا سا حلیہ لیے کمرے میں داخل ہوا تو زیبا بیڈ پر پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوئی تھی زوار کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ زوار نے اسے دیکھ کر اندیکھا کیا اور الماری کی جانب بڑھ گیا۔

الماری کے دروازے کھولتے ہوئے اسے ہمت درکار ہوئی زیبا کی طبیعت اور حلیے کو دیکھتے وہ بت

انتہا پریشان ہوا تھا لیکن اسے دیکھ کر اندیکھا کیا۔ گہرا سانس لیکر بیگ نکال کر بیڈ پر اس کے پاس رکھا اور اس میں زیبا کے کپڑے ڈالنے لگا۔

"زوار یہ کیوں؟" وہ جو رات والے غم سے باہر نہ آنے پائیں تھی زوار کو پھر سے خود کو نظر انداز کرتے دیکھ اندر ہی اندر سسک اٹھی تھی اور اب اسے اسی کے کپڑے رکھتے دیکھ وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی۔

"تیار ہو جاؤ گھر چھوڑنے جا رہا ہوں تمہیں" چند جملوں سے زیبا کے وجود کو ذبح کرتے وہ مڑا ہی تھا جب زیبا گرنے لگی تھی زوار کا پور پور اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا تو وہ زمین پر گر جاتی۔ زوار نے دیکھا اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہا تھا، آنکھوں تلے حلقے گہرے ہو رہے تھے، رنگت ماند پڑ گئی تھی۔ چہرہ مرجھایا ہوا سا تھا۔

"زوار میں مانتی ہوں غلط کیا میں نے، بہت سے غلط الفاظ بولے، آپ کو اور نورین کے مابین پاکیزہ رشتے کو غلط رنگ دیا، میں سب مانتی ہوں، میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی بھی طلب کر لوں گی نورین سے بھی معافی مانگ لوں گی لیکن مجھے اپنی زندگی سے دستبردار نہیں کریں، زوار میں مر جاؤں گی، خدارا یہ ظلم نہیں کریں" اس کے حصار میں کھڑی اس کے چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر روتے ہوئے وہ زوار کو مجبور کر رہی تھی۔ یہ پاگل سی لڑکی اس کی دسترس میں کھڑی تھی کہ وہ اسے اپنے سینے سے لگا سکتا تھا بلکہ ایک انچ فاصلہ بھی ختم کر سکتا تھا۔ زیبا کی آنکھوں سے بہتے آنسو زوار کو نئی اذیت سے دوچار کر رہے تھے۔ اس کے ہچکولے کھاتے وجود کو بے انتہا نرمی سے سینے سے لگائے وہ اس کی کمر کو سہلانے لگا تھا۔ لب بھینچ کر وہ اس کی

سسکیوں کو برداشت کر رہا تھا نہیں تو بس نہیں چل رہا تھا اس کے آنسوؤں کی وجہ یعنی خود کو فنا کر ڈالے۔

"رونا بند کرو زیبا" اسے اپنے حصار میں لیے ہی وہ بیڈ پر بیٹھا اور نرمی سے کہا۔اس کی نرمی پر زیبا مزید رونے لگی تھی۔

"آپ مجھے وہاں چھوڑ۔۔۔۔۔۔۔"

"تمہیں لگتا ہے تمہارا زوار تمہیں اور اس ننھی سی جان کو خود سے دور کر دے گا؟ کیا تمہاری نظر میں، میں اتنا بے حس ہوں؟" زیبا کی بات کاٹتے وہ انتہائی نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔زیبا کے آنسو تسلسل سے بہہ رہے تھے۔ تیزی سے سر نفی میں ہلایا تھا۔زوار نے اس کے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کیا اور اس کی پیشانی پر سختی سے لب رکھے تھے۔اس کے لمس پر زیبا کو اپنے رگ وپے میں سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔

"ایسا کبھی بھی مت سوچنا زیبا، تم سے ناراض ہو سکتا ہوں، خفا ہو سکتا ہوں، لیکن تمہیں خود سے دور نہیں کر سکتا اور یہ حق میں تمہیں بھی نہیں دوں گا کہ مجھ سے دور جانے کے بارے میں سوچو بھی، تم سے محبت کا دعویدار ہوں خود سے بڑھ کر تم پر یقین رکھتا ہوں لیکن اپنی زات پر لگی تہمت مجھے قبول نہیں"

"زوار میں معافی مانگتی ہوں"

"تمہاری معافی سے ازیت میں گزرا وقت واپس نہیں آئے گا اس ٹاپک پر مجھے تم سے کوئی بھی بات نہیں کرنی، مما، بابا بھی جا رہے ہیں گھر، تم نے رہنا ہوا تو رہ لیا ورنہ واپس آ جانا" ہاتھ اٹھا کر

انتہائی سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے وہ اس کے قریب سے اٹھتا کمرے سے باہر نکل گیا اور زیبا شش و پنج میں مبتلا بیٹھی رہ گئی تھی۔۔۔

"اعظم بیٹا رک جاؤ تھوڑی دیر پھر چلے جانا" وہ عظمیٰ کو اس کے مائیکے چھوڑنے آیا تھا جب اپنے سسر کی بات پر اس نے عظمیٰ کو دیکھا جو ماں کو شانے سے لگائے بیٹھی تھی۔

"ماموں میں رک جاتا اگر مجھے ضروری کام نہ ہوتا" کلائی پر بندھی گھڑی سے وقت دیکھتے وہ بولا تھا لہجہ بڑا عامیانہ سا تھا۔

"بیٹا ہم جانتے ہیں دائم نے اس گھر کی عزت کے ساتھ جو کچھ کیا، ہمیں خبر نہیں تھی ان سب کی ،تم ہر چیز سے واقف تھے لیکن پھر بھی تم نے میری بیٹی کو اپنے گھر بسایا اپنی زندگی میں شامل کیا اس احسان کا بدلہ ہم کیسے چکا پائے گے؟" ماموں نے آنکھوں میں اشک لیے اعظم کو دیکھا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔ عظمیٰ نے بھی شرمندگی سے سر جھکایا جبکہ ماں سسک اٹھی تھیں۔

"ہر گز نہیں ماموں جان، دائم نے جو کچھ بھی کیا اس کی سزا اس کی زات کو ہی ملنی چاہیے، ایک بے گناہ انسان کو کسی اور کے کیے کی سزائیں کیسے دے سکتا تھا؟" ماموں کے گھٹنے پر ہاتھ رکھتے وہ دوزانوں ہو کر بولا تھا۔ ماموں نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارا یہ احسان ہے مجھ پر بیٹا" ماموں نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیئے۔

"ماموں جان یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" ماموں کے ہاتھ تھام کر انہیں روک دیا۔

"اعظم ہمیں نہیں پتہ دائم کب کہاں کیسے میری کڑی نظر کے باجود یہ سب کر گیا، مجھے لگتا ہے اس کی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی تھی جو وہ یہ سب کر گزرا اور کسی کو خبر بھی نہیں ہونے دی، مجھے دلی افسوس ہے بیٹا بے حد افسوس اور شائد یہ شرمندگی مجھے اماں حضور کے روبرو سر نہ اٹھانے دے" ماموں جان کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ اعظم ان کی بات پر خاموش رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوگا ماموں جان، دادی حضور آپ سے خفا نہیں ماں جی آپ سے غصہ نہیں گھر کے کسی فرد کی نظروں میں آپ لوگوں کی عزت و مرتبہ کم نہیں ہوا وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے، رہی بات چچی جان کی تو وہ بھی خفا نہیں ہیں جو دکھ وہ خاموشی میں رہ کر برداشت کر گئی ہیں اب جب وہ راز افشاں ہوا ہے تو بھی ہمت اور دلیری سے اس کا سامنا کرنے کو تیار ہیں"

"یہ اس کا بڑپن ہے اعظم" ماموں نے مشکور نظروں سے اسے دیکھا۔

"بس آپ پریشان نہ ہوں ان شاءاللہ سب بہترین اور پہلے جیسا ہو جائے گا" اعظم انہیں تسلی دینے کے بعد ممانی جان کو بھی تسلی دے کر گھر سے نکل آیا تھا۔

"اماں حضور آپ بلکل فکر نہیں کریں، میں اپنے مطیع کی قابلیت کو جانتی ہوں ان شاءاللہ فیصلہ ہمارے حق میں ہوگا" زوار نے اپنی ماں کو کہتے سنا جو دادی حضور کے پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی

تھیں۔ نشست گاہ میں اس وقت سبھی بچوں ے موجود تھے۔ جب سے حمزہ اس خاندان میں داخل ہوا تھا تب سے ان کی بیٹھک اسی طرح سج رہی تھی۔

"ان شاءاللہ، بس دعا کریں آپ لوگ، ہم نے اپنی پوتی کو تو کھو دیا ہے لیکن اب اس کی اولاد کو کسی طور پر کھونا نہیں چاہتے" دادی حضور نے نور (فاطمہ کی ماں) کی طرف دیکھتے کہا جو گود میں حمزہ کو لیے بیٹھی تھیں۔ حمزہ اپنے ہاتھ میں پکڑی ڈرائنگ بک کی طرف متوجہ تھا۔

پاس بیٹھی سدرہ سر پر اچھے سے حجاب جمائے حمزہ کو ڈرائنگ میں رنگ بھرنے میں مدد کروا رہی تھی۔

"ان شاءاللہ ماں جی، جیسا ہم چاہتے ہیں بلکل ویسا ہی ہوگا" خالہ جان نے کہا۔ ان کی نظریں بے ساختہ مطیع کی طرف اٹھی تھیں جو بار بار سدرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سدرہ بھی نروس سی بار بار مطیع کو دیکھنے کے بعد سب کو دیکھ رہی تھی۔ خالہ جان کو حیرت ہوئی تھی۔

"تم کیا کہتے ہو مطیع؟" خالہ نے اپنی حیرت کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا مطیع نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

"دادی حضور ہمارا کیس بہت مضبوط ہے، ان شاءاللہ ان لوگوں کو موقع ہی نہیں ملے گا" مطیع نے دادی حضور سمیت سبھی کی ہمت بندھائی تھی۔ اس کی تسلی پر سبھی نے آسودہ سی سانس خارج کی تھی۔ مطیع کا فون رنگ ہوا تو وہ اٹھ کر باہر چلا گیا جبکہ اسے باہر جاتا دیکھ سدرہ نے بھی سب کو دیکھا جو ایک دوسرے سے باتوں میں محو تھے سدرہ بھی نشست گاہ سے نکلتی باہر چلی گئی۔

"سنیں!" راہداری میں آگے بڑھتے مطیع کے قدم رکے پلٹ کر دیکھا جہاں سدرہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھتی اپنے ہاتھ مروڑ رہی تھی۔

"جی؟" مطیع کی بھنویں تن گئی تھیں۔ایک ہی نظر میں وہ اس کے چہرے پر معافی نامے کی روداد پڑھ چکا تھا گو کہ وہ چہرے پڑھنے کا بیوپار کرتا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا" لبوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرتے سدرہ نے تمہید باندھی۔ مطیع نے فون بند کر کے کوٹ کی جیب میں ڈالا اور دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں رکھ کر مکمل اس کی جانب متوجہ ہوا۔اس کا مکمل خود کی جانب متوجہ ہو جانا سدرہ کو کنفیوز کر گیا تھا۔

"وہ میں وہ آپ۔۔۔"

"یہ وہ، میں، آپ والے لفظ ان پر سوٹ کرتے ہیں جو ظاہر و باطن معصوم ہوتے ہیں نہ کہ ان پر جو شیطانی کام کرتے ہیں" مبہم لب و لہجے میں ٹھیک ٹھاک زہریلے الفاظ سے وہ گھبرائی سی سدرہ کو یکدم حیرت کے سمندر میں پھینک چکا تھا۔ صدمے سے اس کے چہرے کو دیکھتی وہ گم سم سی اس کی کہی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ایسا بھی کچھ غلط نہیں کہا محترمہ جو آپ جناب یوں حیرت و استعجاب میں گم کھڑی ہیں" اس کے مزاحیہ تاثرات پر وہ یکدم آنے والی مسکراہٹ کا گلا گھونٹتے ہوئے کہنے لگا جس پر سدرہ ہوش میں آئی۔ لفظوں کی بھی سمجھ خوب آن پہنچی تھی۔

"آپ نے مجھے چالاک کہا اور شیطان بھی؟" سدرہ نے سوال کیا جس پر مطیع نے سر ہلایا تھا۔

"کیا کچھ غلط کہا؟" انتہائی معصومیت سے سوال پوچھا گیا۔اس کی معصومیت پر سدرہ عش عش کر اٹھی۔

"نہیں نہیں آپ کیوں غلط کہیں گے وکیل صاحب؟ ایک آپ کا پیشہ ہی تو سب بولتا ہے اور سچ بولتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی جھوٹ کی دبیز تہوں کے نیچے دبا ہوا ہو، جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنا تو خوب آتا ہے ہوتے ہیں بھی تو آپ لائرہیں جس کا معانی جھوٹا ہونے کے ہیں" عجیب پھاڑ کھانے والے انداز میں وہ بولی تھی۔خواہ مخواہ ہی یہ شخص اسے برالگنا شروع ہو گیا تھا اور چڑ الگ سے۔

"تو پھر اس جھوٹے شخص کے پیچھے کیوں آئی ہو؟" ہاتھ سینے پر باندھ کر کہتے وہ اب زرا ریلیکس کھڑا تھا۔اس لڑکی کا لال بھبھو کا چہرہ مطیع کو لطف دے رہا تھا۔

"مت ماری گئی تھی میری، ہاتھ میں ہتھوڑی مار لی تھی میں نے، بھٹک کر راستہ بھول گئی تھی میں جو آپ کے پاس معافی نامہ لیے آن پہنچی، لیکن ناں آپس کی بات ہے آپ اس معافی کے لائق نہیں بلکہ اس دن وہ جو بھی حادثہ ہوا اس کے لائق ہیں سمجھے آپ، ہنہہ" نان اسٹاپ بولتی وہ تیکھی تلوار سی لڑکی مطیع کو غصہ دلانے میں ناکام رہی تھی۔۔۔

"اوہ تو مس سیدہ سدرہ مجھ سے معافی مانگنے آئی تھی؟ چلیں میں سن رہا ہوں مانگے معافی" مطیع کی بات پر سدرہ نے بے رحمی سے نظریں گھمائیں تھیں۔

"اب معافی منگوا کر دکھاؤ مسٹر، وعدہ ہے سیدہ سدرہ کا جس دن معافی منگوانے میں کامیاب ہوئے اس دن سے اس بندی کو اپنا غلام پائیں گے" انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ قاتلانہ

مسکراہٹ کے سنگ وہاں سے چل دی تھی جبکہ اس کے لفظوں کو سوچتے مطیع مدھم سا مسکرایا تھا۔

"غلام نہیں اپنے بچوں کی ماں ضرور بنادوں گا" مسکرا کر سر ہلاتے وہ وہاں سے چلا گیا۔

Episode 18

"اوئے ہوئے میری گناہ گار آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں ؟" سدرہ کی آواز پر نورین کے ہاتھ پکڑی ٹوکری زمین بوس ہوئی تھی جس کے باعث اس ٹوکری میں موجود پھول بھی گھاس پر بکھرے تھے۔

"تمیز نامی تو کیڑا ہی نہیں ہے تم میں" مومن کے گھور کر کہنے پر وہ بھنویں تعجب سے اچکا گئی تھی۔

"میں پھول توڑنے کے لیے آئی تھی مومن بھائی بس مدد کروا رہے تھے" نورین نے سدرہ کے مشکوک انداز پر کہا جسے دیکھ سدرہ پانی ہنسی چھپا گئی۔

"ہاں تو میں نے کونسا کہا مومن تمہیں پھول دے رہا ہے ؟ اور ویسے بھی اگر دے دے گا تو کونسی قیامت آجائے گی ؟ ہم کزنز ہیں اور کزنز میں چلتا ہے" اس کی گھبرائی صورت کو چٹکیوں میں بھرتے وہ پیار سے بولی تھی۔ کن اکھیوں سے مومن کو بھی دیکھا جو بظاہر تو پھول توڑ رہا تھا لیکن چور نظروں سے انہیں بھی دیکھ رہا تھا۔

"میں چلتی ہوں" سدرہ کہتے ساتھ ہی نکل گئی جبکہ اب سدرہ کا رخ مومن کی جانب تھا جو پھولوں کی شاخوں کو ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

"مومن! میں سوچ رہی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تم جو بھی بول رہی ہو ناں بلکل فضول سوچ رہی ہو" مومن تو کاٹ کھانے کو دوڑا۔ سدرہ اپنی بات کے کٹ جانے پر افسوس سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں کچھ نہیں بڑا کچھ سوچ رہی ہوں اور اس بڑا کچھ سے مراد نورین کی شادی تھی جو تم سے کروانے کا سوچ رہی تھی لیکن اب! اب بلکل نہیں میرے پیارے راج دلارے اور ہونے والے شوہر نامدار اب تو میں تمہاری شادی کبھی بھی نورین سے نہیں ہونے دوں گی چاہے اس کے لیے تمہیں میرے پاؤں کیوں ناں پکڑنے پڑے" اپنی بات نخرے سے کہتے وہ پلٹ کر جانے لگی تھی جب ہونق پن سے کھڑے مومن کو دیکھا۔ جو متحیر تاثرات سجائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگا کو تم نورین کو لیکر جو سوچتے ہو مجھے خبر نہیں ہونے گی؟" سینے پر ہاتھ باندھے اب سدرہ کے تاثرات سمیت وہ خود بھی سنجیدہ تھی۔ اس کے سوال پر مومن نے چہرے کا رخ بدلا۔

"رخ تبدیل کر لینے سے سچائی بدل جائے گی مومن؟"

"میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا" مومن نے قطعی انداز اپنایا اور وہاں سے جانے لگا لیکن سدرہ کے الفاظ پر رک گیا۔

"لیکن مجھے اس ہی ٹاپک پر بات کرنی ہے مومن، میں ایک ایسے انسان کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی جس کی بیوی تو میں ہوں گی لیکن دل میں کوئی اور" مومن اس کی بات پر خاموش ہو گیا تھا۔ سدرہ اس کے بولنے کی منتظر تھی لیکن وہ ہنوز چپ کھڑا تھا۔

"میری بات کی نفی کر سکتے ہو؟ کیا تم نورین کو پسند نہیں کرتے؟ اس کے ساتھ کے خواہاں نہیں ہو؟" سدرہ اسے بولنے پر اکسا رہی تھی۔

"خاموش رہنا ہے؟" سدرہ نے غصے سے پوچھا۔ مومن نے فوراً سر نفی میں ہلایا۔

"کوئی حل ہے اس کا؟" مومن بولا تو سوال سدرہ کے سامنے رکھا۔

"دنیا میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کا کوئی حل نہ ہو" سدرہ مسکرا کر بولی تھی۔ گویا وہ بہت کچھ سوچ چکی تھی مومن اس کی مسکراہٹ پر کچھ حد تک ریلیکس ہوا تھا۔ یہ سکون نورین کو اپنانے کی جانب ایک بہترین شے تھا۔

رات کے گہرے سائے شاہ پیلس پر ڈھل چکے تھے ایسے میں فاطمہ چھت پر شال اوڑھے جھولے پر بیٹھی تھی ہاتھوں میں سفید ڈائری کا ایک صفحہ کھولے نظریں اس پر جمائی ہوئی تھیں۔ جس پر تاریخ کے ساتھ بڑے واضح حروف میں لکھا تھا۔

"نکاح"

"آج ہم نکاح جیسے پاکیزہ رشتے میں بندھ گئے ہیں، میری محبت میری محرم بن گئی ہے یہ احساس نجانے کیسا احساس ہے کہ جسے ہم لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہیں، کوئی ہم جیسی خوش قسمت ترین سہاگن کو سرخ لباس میں دیکھے گا تو بے ساختہ ماشاءاللہ کہہ اٹھے گا، دائم کئیں گھنٹوں تلک مجھے دیکھتے رہے ہیں اور ہم فقط ان سے لجاتے شرماتے اور مسکرا کر سر جھکاتے رہے ہیں۔

دائم ہماری گود میں سر رکھے سو رہے ہیں اور ہم فرطِ جذبات اور محبت سے ان کے بال سہلاتے انہیں دیکھ رہے ہیں۔ محبوب کے چہرے پر سکون بکھرا ہوا اور باعثِ وجہ آپ کی ذات ہو تو محبت کا حق ادا ہوتا ہے۔ مسکراہٹ اب ہمارے لبوں سے جدا نہیں ہو رہی اور یہی دعا کرتے ہیں کہ یہ پاکیزہ رشتہ جو فقط حیدر کی بدولت طے پا گیا ہے وہ عمر بھر اسی طرح خوشیوں سے بھرا رہے کوئی غم بھی ہمارے نزدیک نہ بھٹکے ہم میں محبت قائم و دائم رہے۔"

آمین پر گرتا فاطمہ کا آنسو اس لفظ کی سیاہی کو بکھیر گیا تھا۔ بلکل اسی طرح جس طرح طاہرہ کی زندگی بکھر کر ختم ہو گئی تھی۔ ڈائری کو بند کرتے سینے سے لگایا اور نگاہیں آسمان پر جما دیں جہاں تارے ٹمٹماتے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔

"آپا!" زیبا کی مدھم سی آواز پر فاطمہ نے جلد سے آنسو صاف کیے اور اسے پاس بیٹھنے کو جگہ دی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو ہمیں نیچے بلا لیتی" اس کے کمزور سے چہرے کو دیکھتے فاطمہ نے کہا جس پر زیبا نے فقط سر ہلایا اور نگاہیں دور افق پر جما دیں۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے زیبا، اس کنڈیشن میں تمہیں ریسٹ کرنا چاہئے" فاطمہ نے اس کے ہاتھ کو سہلایا۔

"آپا! جو ہمیں دکھائی دیتا ہے اکثر ویسا نہیں ہوتا" اس کی بات پر فاطمہ نے اس کے چہرے پر دیکھا جہاں رنجیدگی سی چھائی ہوئی تھی۔

"کیا تم نے وہی کیا جو تم نے کرنا تھا؟" فاطمہ نے مبہم انداز میں پوچھا زیبا نے بے ساختہ سر ہلایا۔

"اب پچھتا رہی ہوں"

"ہم نے تمہیں کتنا سمجھایا تھا زیبا کہ یوں نہ کرو ایسے تم اپنا ہی گھر خراب کر رہی تھی اور دیکھو وہی ہوا"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی آپا میں کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ زوار کی خاموشی مجھے ختم کر رہی ہے۔ اتنی خوشی کی خبر پر بھی ان کی طرف سے کوئی جذبات نہیں ملے مجھے، وہ بہت غصہ ہیں بہت سخت ناراض ہیں آپا مجھے بتائیں میں کیا کروں؟" زیبا اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رو دی تھی۔

"ہمیں تمہیں کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے میری جان تم سمجھدار ہو اور ایک بہترین بیوی بھی ہو تم خود فیصلہ کرو کہ تمہیں اپنے شوہر کو کیسے راضی کرنا ہے اس کے دل سے کیسے ساری بدگمانیوں کو دور کرنا ہے" اس کا سر اپنے شانے پر رکھے فاطمہ اسے تسلی دے رہی تھی جبکہ زیبا بھی ذہن میں سوچوں کا انبار لیے ہوئے فاطمہ کی طرح چاند کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

اگلے کتنے ہی دن حمزہ کے کیس میں گزر چکے تھے تمام شاہ فیملی کے افراد حمزہ کو لیکر پریشانی کا شکار تھے لیکن سب کی امیدیں مطیع کے ساتھ کڑی ہوئی تھیں اور مطیع کمر کسے اس کیس کو مضبوط بناتا جارہا تھا۔

دائم کا اپنے گھر میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق برقرار نہ رہا تھا اور ہوتا بھی کیسے جو اس نے کیا تھا وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ اس سے کوئی رشتہ استوار کیا جاتا۔ کورٹ میں بھی تمام لوگ شاہ فیملی کے حق میں گواہی جبکہ دائم کے خلاف گواہی دے چکے تھے تو جج کو بھی حمزہ کے حق میں بہترین کا فیصلہ کرنا پڑا اور یوں حمزہ کی کسٹڈی شاہ فیملی کو مل گئی۔ جبکہ دائم اپنے تمام گھر والوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا انجان ملک چلا گیا کسی کو بھی بتائے بغیر۔

حمزہ کی کسٹڈی ملنے پر شاہ فیملی بہت زیادہ خوش تھی۔ اسی سلسلے میں گھر میں چھوٹا سا فنکشن رکھا گیا تھا جس میں خاندان بھر کے سارے لوگ جمع تھے۔ کچھ شاہ فیملی کی خوشیوں میں شامل ہونے کو آئے تھے اور کچھ لوگ طاہرہ کا بیٹا دیکھنے جو اس کی چھپی ہوئی شادی سے تھا۔

حمزہ گول گوتھنا سا خوبصورت بچہ شاہ خاندان کے ہر فرد سے اس قدر گھل مل گیا تھا کہ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ بچہ کچھ ہی عرصہ پہلے اس خاندان میں شریک ہوا ہے۔

گھر کی ساری خواتین نک سک سا تیار شیار اور لشکارے مار رہی تھیں اور مرد بیچارے دور سے دیکھتے آہیں بھر رہے تھے کیونکہ عورتوں کا انتظام علیحدہ تھا اور مردوں کا الگ۔۔

ایسے میں ہاتھوں میں میٹھائی کی ٹوکری اٹھائے سیاہ ٹخنوں تک آتی فراک پہنے سر پر ہم رنگ حجاب کیے مدھم سے میک اپ میں سدرہ بہت ہی حسین لگ رہی تھی۔ہائی ہیلز پہننے کی وجہ سے اس سے چلنا محال ہو رہا تھا لیکن ضدی بنی وہ کچن سے نکلی ہی تھی جب پاؤں مڑا اور چیخ بلند ہوئی لیکن حیرت انگیز طور پر سنبھال لی گئی۔

اب یہ سنبھالنے والا کون تھا؟

سدرہ نے گھبرائی سی آنکھیں کھولیں تو سامنے سیاہ کرتا پاجامہ پہنے مطیع کھڑا تھا۔کچھ دیر پہلے سدرہ کے ہاتھوں میں اٹھائی ہوئی ٹوکری اب مطیع کے ایک ہاتھ میں تھی جبکہ دوسرا ہاتھ محترمہ سدرہ کی کمر کے گرد بندھا ہوا تھا۔جسے محسوس کرتی وہ یکدم سنبھل کر مطیع سے چند قدم دور ہوئی تھی۔ مطیع نے مٹھائی کی ٹوکری کچن میں رکھی اور سدرہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"جب ہیلز پہننا نہیں آتی تو کیا ضرورت ہے کہ تم اپنے پیر تڑواؤ؟" سینے پر ہاتھ رکھتے وہ دھیمے مگر آگ لگا دینے والے لہجے میں بولا۔

"ہیلز پہننے کا مجھے شوق ہے اور شوق کی کوئی قیمت نہیں ہوتی" وہ سدرہ ہی کیا جو غلطی کے باوجود اسے مان لے اب بھی تڑخ کر بولی۔

"بیٹا اسی شوق شوق میں لنگڑی ہو جاؤ گی اور پھر کسی ہینڈ سم لڑکے نے شادی بھی نہیں کرنی" مزاجاً سنجیدگی کا لبادہ ہٹائے وہ چڑانے کے سے انداز میں بولا تھا۔

"تو آپ کر لیجئے گا ناں ایک لنگڑی لڑکی سے شادی" آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے وہ معصومیت سے بولی تھی۔صاف اشارہ مطیع کے نہ خوبصورت ہونے کی طرف تھا۔

"نہ نہ میرا ٹیسٹ اتنا بھی گیا گزرا نہیں ہے کہ میں تم سے شادی کروں" مطیع نے صاف ریجیکشن اس کے منہ پر مارا۔

"تو میں کونسا مری جارہی ہوں آپ سے شادی کرنے کو؟ رہتے ہی نہیں آپ لی من ہو!!" خفت دور کرتے وہ اترا کر بولی کہ مطیع حیران ہوا۔اس کی جانے بلا کہ لی من ہو کون ہے؟ 🤭

"یہ کون ہے؟" مطیع حیرت زدہ سا بولا۔سدرہ نے حیرانی سے اب اسے دیکھا۔

"آپ کو لی من ہو کا نہیں پتہ؟ تو آپ کو پتہ کیا ہے؟ وکیل کیسے بن گئے آپ؟" سدرہ کی حیرت تو اتر ہی نہیں رہی تھی۔اب مطیع شرمندہ ہو رہا تھا کہ لی من ہو کونسی ہستی ہے جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

"نہیں میں نہیں جانتا" مطیع نے بڑے شرمندہ سے انداز میں مدھم سی آواز میں کہا۔

"ہنہہ آئے بڑے نامی گرامی وکیل، جائیں پہلے لی من ہو کے ساتھ اپنا موازنہ کریں پھر مجھ سے شادی کے بارے میں سوچیے گا" اسے شرمندہ و حیرت زدہ سا چھوڑ کر وہ سہج سہج کر چلتی گھر سے ہی باہر نکل گئی جبکہ مطیع شش و پنج میں مبتلا رہ گیا۔

"کیا ہوا بھائی؟ ایسے کیوں کھڑے ہیں؟" نورین بھائی کو ورطہ حیرت میں مبتلا دیکھ پوچھ بیٹھی۔

"نورین یہ لی من ہو کون سی عظیم ہستی ہے؟ جسے میں نہیں جانتا؟" مطیع کے انتہائی سنجیدگی سے کہنے پر نورین کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عظیم ہستی تو ہے پر گرلز کے لیے لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" مسکراہٹ کو ضبط کرتے ہوئے نورین نے پوچھا۔

"ویسے ہی لیکن تم بتاؤ یہ کون ہے؟اور کیا مطلب گرلز کے لیے عظیم ہستی؟"مطیع الجھن کا شکار تھا۔

"مطیع بھائی یہ لی من ہو کورین اداکار ہے اور بہت ساری لڑکیوں کا کرش بھی،اسی نے ہی ان لڑکیوں کے دماغ خراب کر رکھے ہیں"مومن کی آواز پر جہاں نورین سیدھی ہوئی تھی وہی پر مطیع کی حیرت اب افسوس میں بدلی تھی۔

"میں یقین نہیں کر سکتا کہ اففف خدا"مطیع کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"بھائی آپ یقین نہ بھی کریں تو بھی ہونا یہی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے"جلتی پر تیل ڈالنے کا کام مومن کو سنبھالتے دیکھ نورین نے گھور کر مومن کو دیکھا جو مطیع سے نظریں بچا کر نورین کو ہی دیکھ رہا تھا جو سدرہ سے میچنگ آوٹ فٹ پہنے ہوئے پیاری لگ رہی تھی۔

"واقع دماغ خراب کر دیا گیا ہے ان لڑکیوں کا، لیکن اس کا تو اب میں سیٹ کروں گا"اونچی آواز کے ساتھ ہی مدھم سی آواز نکالی جو محض خود کو ہی سنائی دی۔ایک نظر مومن کو دیکھا جو اس کی نظر سے یکلخت سیدھا ہوا تھا۔ مطیع نے چونک کر اس سمت دیکھا جدھر مومن دیکھ رہا تھا۔

نورین ہیلز پہنے بامشکل کھڑی تھی۔اس سے پہلے کہ مومن کچھ کہتا یا مطیع مومن سے کچھ کہتا مومن کے نام کی پکار پر تینوں نے پلٹ کر دیکھا جہاں سدرہ مطیع کو بھرپور انداز میں اگنور کرتی مومن کو باہر چلنے کا اشارہ کر رہی تھی۔مومن بھی فوراً سے بھاگ گیا۔

"یہ لڑکی بڑی عجیب ہے نورین، پہیلی ٹائپ"مطیع کی بات پر نورین نے حیرانگی سے بھائی کو دیکھا جو پہلی دفعہ کسی لڑکی پر بات کر رہا تھا۔

"تو کیوں ناں اس پہیلی کو تاحیات کے لیے سلجھا لیا جائے؟" نورین نے خوش بھری حیرت کے ساتھ سوال کیا۔ جس پر مطیع نے بہن کو مسکرا کر شانے اچکا دیئے۔

"ارے واہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ" مطیع کے مبہم انداز کو سمجھتے نورین حد درجہ خوش ہوئی تھی اور بہن کو خوش دیکھ کر مطیع کے قلب میں سکون اترا تھا لیکن مومن پر ڈالی ایک بے ساختہ سی نظر اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئی تھی۔ مطیع ایک زمانہ شناس مرد تھا مردوں کی نظریں پہچانتا تھا۔ بہن کی طرف اٹھی نظر پہچان گیا تھا۔ اسی سلسلے میں بہتر فیصلہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

Episode 19

عظمیٰ بھابھی کے ساتھ گھر کا کام سنبھالنے کے بعد وہ روم میں داخل ہوئی تو کمرے کے حالات دیکھ وہ حیران ہوئی تھی۔ کمرہ کئیں حد تک بہت خوبصورت اور نفاست سے سجایا ہوا تھا۔ سرخ گلاب موم بتیاں پورے کمرے کو روش کئے ہوئے تھیں۔ گلابوں کی پتیاں زمین پر بچھائی گئی تھیں جن سے راہداری سی بنی ہوئی تھی۔ فاطمہ حیرانی سنگ مسکرا بھی رہی تھی۔

"کیسا لگا روم؟" حیدر کی آواز پشت پر انتہائی قریب سے سنتے وہ گہرا سانس خارج کرتی اپنا سر اس کے سینے پر رکھ گئی۔ حیدر نے اسے بیک سائیڈ سے ہی اپنے حصار میں لیا۔

"بہت اچھا" فاطمہ کی آواز پر وہ مسکرایا۔

"میری سیدہ جتنا اچھا لگا؟" اب کی بار فاطمہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور سر نفی میں ہلایا۔

"سیدہ تو اس سے کئیں گنا زیادہ اچھی ہیں"

"اچھا جی کتنی زیادہ اچھی؟"اس کو واپس اپنے حصار میں لیتے حیدر نے سوال کیا۔

"اتنی اچھی جتنے اچھے ان کے سید جی ہیں"اس کی گردن کے گرد بازو پھیلاتے کہا۔

"ہمم ان کے سید جی تو کچھ خاص نہیں پسند مجھے"

"وہ کیوں بھلا؟"

"وہ اس لیے کہ اپنی سیدہ کے لیے وہ کچھ اور سرپرائز پلین نہیں کر پائے"

"اوہ صدقے سید جی آپ نہیں کر پائیں لیکن میرے پاس ایک سرپرائز موجود ہے"فاطمہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا جی اور وہ کیا؟"فاطمہ کو بیڈ پر بٹھاتے خود وہ اس کے ساتھ بیٹھا۔

"بتا دیں؟"فاطمہ نے پھر سے اجازت چاہی۔

"بلکل میں دیکھنا چاہوں گا سیدہ کا سرپرائز کیسا ہے؟"حیدر کی بات پر فاطمہ نے گہرا سانس خارج کیا اور سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک کاغذ نکال کر حیدر کے سامنے کیا۔ حیدر نے ناسمجھی سے فاطمہ اور کاغذ کو دیکھا جن پر واضح درج تھا فاطمہ امید سے ہے۔ پوزیٹو ٹیسٹ کو دیکھتے حیدر نے کوئی بھی تاثر دیئے بغیر کاغذ بیڈ پر ایک سائیڈ رکھا اور خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا؟ آپ کو خوشی نہیں ہوئی؟"فاطمہ نے اس کے تاثرات پر پریشان ہو کر پوچھا۔ بدلے میں حیدر نے یکدم اس کی پیشانی سمیت پورے چہرے پر کئیں جگہوں لمس چھوڑا تھا۔ فاطمہ پہلے جو پریشان تھی اب حیرانی سے سانس روکے حیدر کا ری ایکشن دیکھ رہی تھی جو ہر طرح سے گرمجوشی لیے ہوئے تھا۔

"حیدر!"

"جی حیدر کی جان حکم کریں" اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر بوسی دیتے وہ شدت جذبات سے بولا کہ فاطمہ مسکرا دی۔

"اتنی شدّت؟" فاطمہ کا تنفس بحال ہوا تھا۔

"اس سے بھی کئیں گنا زیادہ حیدر کی جان" اس کے چہرے پر بکھرے ہلکے پھلکے بالوں کو ہٹایا اور پیشانی کو سہلاتے حیدر نے کہا۔ فاطمہ اس کے لمس اور بات پر مسکرا دی۔

"آپ کے پہلے تاثر پر ہم کچھ حیران ہوئے تھے ایسا کیوں تاثر دیا؟" حیدر کا سر اپنی گود میں رکھتے وہ اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولی تھی۔

"بس وہ بے اختیار تھا، اور ایسا اس لیے بھی تھا کہ میں یہ نیوز ایکسپیکٹ نہیں کر رہا تھا" فاطمہ کی گود کی حدت میں وہ گہرا سانس لیتے بولا۔

"اور آپ کیوں نہیں کر رہے تھے ایسی نیوز ایکسپیکٹ؟" فاطمہ مسلسل اس کی پیشانی کو سہلا رہی تھی۔

"میں خدا کی عطا کردہ اس خوبصورت نعمت پر اس کا شکر گزار ہونا چاہتا تھا اور پھر ایک اور نعمت سے اس زات کریم نے مجھے نواز دیا۔ اتنا کرم ہے اس خدا کا" فاطمہ کے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھتے حیدر نے کہا۔ فاطمہ خاموش تھی۔

"میں نہیں جانتا سیدہ مجھے آپ کی زات سے کس قدر محبت ہے پر اس کی شدت یہی ہے کہ سجود میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ سے مجھے نوازا گیا آپ کا ساتھ مجھے عطا کیا گیا" حیدر

کے لفظ محبت و عزت لیے ہوئے تھے۔ایک عورت کو اور کیا چاہئے ہو گا کہ جس کے تمام تر جذبات کی مالک ہی وہی ہو۔

"آپ کا ساتھ بھی ہماری قسمت کا بلند ترین ستارہ ہے حیدر جس کی روشنی نے ہمارے بخت کو بھی پر نور کر دیا ہے" جب حیدر اپنے جذبات کا اظہار خوبصورت انداز میں کر رہا تھا تو وہ ایک عورت ہونے کے باوجود کیسے پیچھے رہتی؟ وہ بھی اپنے محرم رشتے سے اسی طرح اظہارِ محبت کر رہی تھی جیسے حیدر کی محبت حق رکھتی تھی۔۔

ماں کے مجبور کرنے پر زوار زیبا کو گھر تو لے آیا تھا لیکن اسے مکمل اگنور کرتا پھر رہا تھا۔یہ نظر اندازی خود اس کے لیے باعثِ عذاب بن رہی تھی۔ایک تو زیبا کے بغیر گزرے یہ چند ماہ اور ان چند ماہ کے باعث حائل ہوا فاصلہ صدیوں پر محیط لگ رہا تھا۔جہاں یہ چند ماہ زوار کے تڑپ کر گزر گئے تھے وہی پر یہ چند ماہ زیبا کے وجود میں بھی کئیں تبدیلیاں رونما کر گئے تھے۔وہ چھوٹی سی چھوئی موئی لڑکی کا وجود اب ممتا سے بھرا بھرا سا تھا۔اس کے چہرے پر پھیلا ممتا کا نور اس کی معصوم سی خوبصورتی کو کئیں گنا بڑھا رہا تھا۔

زوار کے گھر کی طرح ہی وہ ایک دفعہ پھر سے زوار کے دل کو بھی اپنی چہل قدمی سے پر رونق کر گئی تھی۔گزرے چند ماہ کی کثافت و ناراضگی اس دوری نے ختم کر دی تھی جو زیبا نے زوار کی

ذات پر تہمت لگائی تھی۔ زوار اس کی سزا زیبا کو بخوبی دے چکا تھا۔ ہر روز فون کالز میسجز زیبا کی معافی کی تڑپ پر وہ خود بھی تڑپ جایا کرتا تھا لیکن اس کی ہوش میں اس سے ملنے کم ہی جاتا تھا لیکن رات کے پہر وہ اس کی گہری نیند کے باعث زیبا کے چہرے کا دیدار کر آتا تھا۔ دور رہ کر بھی اس نے زیبا کی ہر ضرورت کو پورا کیا تھا سوائے خود کے۔

اب بھی وہ کمرے میں صوفے پر بیٹھا ٹانگوں پر لیپ ٹاپ رکھے کوئی کام کرنے میں مصروف دکھائی دے رہا تھا جب زیاب روم میں داخل ہوئی زوار اس کا کمرے میں داخل ہونا، رک جانا، ٹھہر جانا اور پھر چلنا محسوس کر چکا تھا۔ پھر بھی کوئی تاثر دیئے بغیر اپنے کام میں محو رہا یہ محویت صرف زیبا کو دکھانے کے لیے تھی ورنہ اس کا سارا دھیان زیبا کی جانب ہی تھا۔ جو بیڈ پر بیٹھ کر اپنے پاؤں پر کوئی چیز مسل رہی تھی۔ زوار کی نظر اس کے پیروں پر پڑی تو وہ اسے اگنور کیے بغیر نہ رہ پایا اور فوراً اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھا۔

اس کو نظر انداز کیے زیبا کے ہاتھ سے نیم گرم تیل کی کٹوری پکڑی وہ خود اس کے پیروں پر مساج کرنے لگا۔ زیبا نے منع کرنا چاہا لیکن ایک سخت گھوری نے اس کی زبان کو بند کر دیا اور مزاحمت کو ترک کر دیا۔ اس کے پیروں میں سوزش تھی جس کے باعث اس سے چلنا بھی محال ہو گا۔ زوار مالش کرتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ مالش کرنے بعد وہ اٹھا ہاتھ واش کیے اور پھر سے اس کے پاس آکر بیٹھا۔

"درد ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں؟" زیبا کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر وہ فکر مندی سے بولا جس پر زیبا نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جائے گا" زیبا کے آنسو بے اختیار رخسار پر پھسلے تھے۔ جنہیں وہ جلدی سے صاف کرنے کی والی تھی جب زوار نے اس کے ہاتھ پکڑ کر خود اپنے انگشت شہادت سے نرمی سے صاف کیے۔

"اگر کہیں بھی درد ہے تو بتاؤ میں وہاں مرہم رکھتا ہوں" اس کے چہرے کو نرمی سے سہلاتے وہ محبت سے بولا۔ زوار کا یہ روپ نجانے کتنے ہی عرصے بعد دیکھ کر زیبا کے آنسو بے اختیار آنکھوں سے پھسلنے لگے۔ زوار خاموشی سے آگے بڑھا اور اسے اپنے حصار میں قید کیا۔

" I am sorry for everything but I really love you and miss you alot"

نرمی سے سر کو چوما اور چند الفاظ ادا کیے جو زیبا کی روح تک سرائیت کر گئے۔ مہینوں کے انتظار کا بہترین صلہ ملا تھا۔

"معافی مجھے۔۔۔"

"نہیں تم نے اپنے حصے کی معافیاں مانگ لیں اب میری باری ہے تمہیں اتنا ہرٹ کرنے کی معافی مانگنی ہے مجھے، اتنا عرصہ دور رکھنے کی معافی مانگنی ہے مجھے، اس ننھی سی جان سے دوری کی معافی نجانے کتنے ہی حساب نکلتے میرے تمہاری طرف جن کا قرض مجھے ادا کرنا ہے۔" اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے وہ اس کے روح پر لگے زخموں کی مسیحائی کر رہا تھا۔ اور وہ بے ساختہ طور پر ٹھہر کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے میں کئیں باتوں میں غلط ہوں جس کا شدت سے مجھے احساس بھی ہے اور میں اپنی مسٹیکس کو ایڈمٹ بھی کرتا ہوں۔ رشتوں کے معاملات میں میں تھوڑا جذباتی ہوں شدت اختیار کر جاتا ہوں پر تم سے میری زات پر یقین کی توقع رکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم میرا یقین بنوں گی اور میں تمہارا" زیبا نے سر اثبات میں ہلایا۔ کتنے ہی وقت کے بعد وہ زوار کے حصار میں تھی اور کتنے خوش کن احساسات اس کے اندر جنم لے رہے تھے جس کا اسے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کیونکہ من پسند آپ کے دل و دماغ اور روح کے لیے ایک دوا ہوتا ہے جس کا اثر رہے تو ہی انسان چلتا بڑھتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ اگر محبوب ہی میسر نہ ہو تو روح بھی بنجر ہوتی ہے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں دادی حضور؟" سدرہ کی تیز آواز پورے کمرے میں گونج اٹھی تھی۔ جہاں گھر کے سبھی بڑے سدرہ کے ری ایکشن پر حیران ہوئے وہی پر دادی حضور نے اسے تیز نظروں سے دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے تمیز بھول گئی ہو تم بڑوں سے اس قدر تیز آواز میں بات کرتے ہیں؟" دادی حضور نے اسے شرم دلائی۔

"معذرت دادی حضور لیکن میں مطیع سے شادی نہیں کروں گی" سینے پر ہاتھ باندھ کر سدرہ نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"ہم نے تم سے پوچھا نہیں ہے بلکہ بتایا کہ تمہارا اور مطیع کا نکاح نورین اور مومن کے نکاح والے دن ہی ہوگا اور یہ طے ہے اس میں کوئی ردوبدل ہرگز نہیں ہوگا" سدرہ کے لیے نورین اور مومن کے نکاح کی خبر زیادہ شاکنگ نہیں تھی کیونکہ اس نے ہی فاطمہ سے کہہ کر یہ سارے معاملات سیٹ کروائے تھے لیکن خود کی زات سے جڑی یہ خبر سن کر تو اس کے چودہ طبق روشن ہوئے تھے۔ کہاں وہ اور کہاں وہ مطیع؟

"مجھے نہیں منظور دادی حضور، میں نہیں کروں گی مطیع سے شادی کبھی نہیں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے" اپنا فیصلہ سناتے وہ کمرے سے نکل گئی تھی باقی روم میں چھائی معنی خیز خاموشی پھیل گئی۔

"یہ تربیت ہوئی ہے اس کی؟" سدرہ ہی ماں نور کو مخاطب کرتے دادی حضور نے پوچھا۔

"ماں حضور ہم بھی تو اس کے ساتھ غلط کر رہے ہیں، ساری زندگی اس کا نام مومن کے ساتھ جوڑتے آئے ہیں اور اب ہم اچانک سے مطیع کو اس پر مسلط کر رہے ہیں" نور کی بجائے تایا جان نے دادی حضور سے کہا جس پر نور نے بھائی کی طرف ممنون نظروں سے دیکھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے اگر ہوتی تو سدرہ خود فاطمہ سے نورین اور مون کی بات نہ کرتی، اب اگر اس نے یہ بات کہہ دی ہے تو ہم بھی اس کی زندگی کا بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں اور ویسے بھی ہم نے مطیع کے حوالے سے مثبت انداز دیکھا تھا سدرہ کے لیے اور ہم یقین سے کہہ سکتے

ہیں کہ مطیع سدرہ کو خوش رکھے گا ان شاءاللہ" دادی حضور کی چند باتوں پر ہی سبھی خاموش ہو گئے تھے جبکہ ان کی مانگی دعا میں سبھی نے آمین بولا تھا۔

Episode 20

"بتائیں کیوں بلایا ہے یہاں ؟" میز پر کہنیاں رکھے وہ سنجیدگی سے سیاہ نقاب میں لپٹی آنکھوں کو دیکھ کر بولا تھا۔ سدرہ نے آس پاس گزرتے لوگوں پر سے نظریں ہٹاتے مطیع کو دیکھا جو کورٹ یونیفارم میں ملبوس اس کی ایک فون کال پر اس کے سامنے موجود تھا۔

"آپ جانتے ہیں میں نے کیوں بلایا ہے" سدرہ حد درجہ کانفیڈینس سے بولی تھی۔ مطیع نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں ایک عزم تھا۔ مطیع نے کرسی سے ٹیک لگائی۔

"تم بتاؤ" نظریں میز پر مرکوز کیں۔ سدرہ نے گہرا سانس لیا۔

"مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی لہٰذا۔۔۔"

"دوبارہ بتاؤ کیا بول رہی ہو؟ میں نے سنا نہیں" یکدم سیدھے بیٹھتے وہ سدرہ کو ڈرا گیا تھا اسے لگا وہ اسے مارنے والا ہے۔ وہ ڈر کر پیچھے سمٹی۔ مطیع کی نظروں میں سنجیدگی کے ساتھ سوال تھا جبکہ اب کی بار سدرہ کی آنکھوں میں لوز کونفیڈینس۔۔۔

"میں نے کہا کہ۔۔۔۔۔" اس نے بولنا چاہا۔

"کیا کہا؟" مطیع پھر سے بول اُٹھا۔ یہ اسے کنفیوز کرنے کی کوشش تھی۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوا تھا۔ سدرہ نے حلق تر کیا گہرا سانس لیا مطیع کو دیکھا پھر ارد گرد لوگوں کو دیکھا پھر نظریں میز کی جانب کیں۔ چند ثانیے گزرے مطیع منتظر تھا اور وہ یکدم اس کی طرف دیکھنے لگی۔ نظروں میں پہلے والی چمک موجود تھی۔

"مجھے آپ سے شادی کرنے میں رتی بھر بھی دلچسپی نہیں ہے" سدرہ کا کونفیڈنس بحال تھا۔

"انٹرسٹنگ" مطیع زیر لب بولا۔ ہونٹ آپس میں ہلکے سے دبائے اور پھر سے کرسی سے ٹیک لگائی۔

"اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ ایک کم ظرف مرد ہیں جو اپنے لیے ایک ایسی لڑکی کا انتخاب کریں گے جسے آپ کی ذات میں رتی بھر دلچسپی نہ ہو" اب وہ بھی کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟" اس کا انداز بڑا عجیب سا تھا اور لہجہ اس سے بھی عجیب تر سدرہ پریشان سی ہوئی۔ ایک الگ طرح کی کیفیت اس کے مکمل وجود میں پھیلی۔

"تو آپ کو انکار کر دینا چاہیئے" سدرہ نے شانے اچکائے۔ مطیع نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اور اس سے کیا ہوگا؟" پہلے کی طرح چھوٹا سا سوال پہلے والے لہجے میں، سدرہ کی آنکھوں میں غصہ سا اترا۔

"اس سے کم از کم یہ ہوگا کہ آپ کو مجھ سے شادی نہیں کرنی پڑے گی" سدرہ کی آنکھوں میں اترا غصہ دیکھ وہ مزید ریلیکس ہوا۔

"تم میں کیا کمی ہے؟" لہجہ بڑا ٹھنڈا ٹھار تھا۔

"کیا مطلب ؟"سدرہ کو اس کا یوں سوال کرنا ناگوار گزرا۔

"مطلب تم میں کیا کمی ہے کہ میں تمہیں انکار کروں ؟"اس کا لہجہ ایسا تھا کہ سدرہ کو غصہ آیا۔ جبکہ غصے میں وہ اس کے لفظوں کی گہرائی نہ سمجھ پائی۔

"میں آپ کو پسند نہیں کرتی"سدرہ نے گویا ناک سے مٹی اڑائی۔ مطیع سادے سے جواب پر بے چین ہوا اور پھر سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔اس کا کرسی سے ٹیک لگانا اور پھر سیدھے ہو کر بیٹھنا اس کی غیر آرامی کا پتہ دے رہے تھے لیکن سامنے سدرہ تھی جو لفظوں سے نہیں سمجھ رہی تھی وہ احساس کو کیسے سمجھ پاتی۔

"مطلب مجھ میں کوئی کمی ہے"

"نہیں ایسا نہیں کہا میں نے"

"پھر کیسے کہا ہے ؟"

"مطیع آپ اچھے ہیں، خوبصورت ہیں، خوب سیرت ہیں آپ نے ہماری بہت مدد کی ہے لیکن میرا دل پھر بھی آپ سے شادی کرنے کو مطمئن نہیں ہو رہا، شائد آپ کی اس شاندار شخصیت کا رعب یا پھر میری کم عقلی پر یہ سب بہت مشکل ہے اور میں کسی بھی مشکل میں خود کو ڈالنا نہیں چاہتی"سدرہ جو منہ میں آیا بول گئی تھی بات ختم ہوئی تو مطیع کی طرف دیکھا جو گہری نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے امید ہے آپ سمجھ گئے ہونگے میری کیفیت کو اس لیے مجھے فورس نہیں کریں گے"

سدرہ ہی بات پر مطیع نے سر ہلایا۔

"میں نے سنا ہے آپ بہت چیلنجنگ لڑکی ہیں؟ کیا ایسا ہے؟" مطیع آرام دہ ہو کر بیٹھا۔ چہرے پر ایک تبسم سا پھیلا ہوا تھا۔

"ہوں لیکن ابھی اس بات کا کیا مطلب؟" غیر متوقع سوال پر سدرہ حیران ہوتے پیشانی پر بل بھی نمودار کرتے ہوئے بولی۔

"آپ سدرہ شاہ آپ کے بقول میری اس رعب دار شخصیت کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کریں میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس چیلنج پر کھری اتریں گی"

"شادی چینلج نہیں ہوتی زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے مسٹر مطیع اور آپ اسے چینلج کہہ رہے ہیں" سدرہ نے برا مان لیا۔

"سدرہ ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں، ایک وہ جو دنیا کو دکھانے کے لیے رکھا گیا ہو اور دوسرا وہ جو کسی ایسے انسان کے لیے مختص ہو جو اسے خود سے بھی زائد عزیز ہو، جو آپ مجھے سمجھ رہی ہیں ہو سکتا ہے حقیقت اس کے برعکس ہو، اسی لیے ایک چیلنج کے طور پر مجھے اپنی زندگی میں شامل کریں میں پر امید اور کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں آپ میری شخصیت کو جاننے کے بعد حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گی" گہرے گہرے انداز میں باتیں اور جواز پیش کرتا وہ سدرہ کے تاثرات سے اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ قائل ہو چکی ہے۔ پر زبان سے اقرار نہیں کرے گی۔

"آپ کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو وقت کر رہا ہے وہ بہترین ہے اور جو مستقبل میں وقت کرے گا وہ بھی بہترین ہو گا کیونکہ وقت ہر چہرہ واضح کر دیتا ہے" مطیع کی بات پر

سدرہ نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔افق پر نمایاں روشنی نے دونوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ وقت واقع ہی بہترین فیصلہ کرتا ہے۔۔۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ میرا آپ سے نکاح ہو گیا ہے نورین!"نورین کے مہندی لگے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے مومن اب بھی حیران سا تھا جبکہ اس کی بات پر نورین نے مسکراہٹ ضبط کرتے اس کی جانب دیکھا جو سفید سوٹ پہنے شاندار سا اس کے سامنے موجود تھا۔ارد گرد لوگوں کی تعداد کم تھی کیونکہ وہ فوٹو شوٹ کروانے کے لیے ہال کے باہر لان میں موجود تھے جہاں صرف فوٹو گرافر اور ان کی ٹیم ہی تھی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے؟قسمت میں لکھا تھا نکاح ہونا تو ہو گیا"فوٹو گرافر کے کہنے پر اس نے اپنے ہاتھ مومن کے سینے پر رکھے۔جبکہ مومن نے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے۔

"قسمت میں تمہارا اور میرا ساتھ تھا اور اس قسمت پر میں کیں کئیں مرتبہ قربان جانے کو تیار ہوں۔"مومن نے اپنے ہاتھ نورین کی کمر پر رکھے اور اس کی جانب دیکھا جو سفید جوڑے میں سرخ رنگ کا حجاب کیے نازک سی جیولری پہنے خوبصورت لگ رہی تھی۔اس کا پور پور آج

مومن کے لیے سجایا گیا تھا۔ مومن نے فوٹو گرافر کو بس اشارہ کیا اور نورین کو لیکر ہال کے اندر کی جانب بڑھا۔

"جتنا دل چاہے اتنا قربان جائیں لیکن اس سے پہلے ہمیں سدرہ کا شکر گزار ہونا بنتا ہے کیونکہ وہ مسبب الاسباب بنی ہے ہمارے اس حلال رشتے کی" نورین کی بات پر اس نے ہال میں داخل ہوتے سٹیج پر سرخ کا جوڑا زیب تن کیے بیٹھی سدرہ کو دیکھا اور اس کے پہلو میں پورے استحقاق سے براجمان مطیع کو دیکھا اور مومن مسکرا دیا۔

"قسمت بھی کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے جو کل تک میرے نام کے ساتھ جوانی کی دہلیز میں قدم رکھ رہی تھی آج وہ ایک بہترین شخص کی زوجیت میں تھی۔ اور جس کا وہم و گمان بھی کسی کے ذہن میں نہ تھا وہ میری محرم بنی میرے ساتھ قدم سے قدم ملا رہی ہے" مومن اس کے ہاتھ تھامے سٹیج کی جانب بڑھتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ارد گرد ان کا پورا خاندان موجود تھا جن میں سر فہرست دادی حضور، نور ماں، تائی ماں، تایا ابو موجود تھے جو اپنی اولاد کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور دوسری جانب اعظم بھائی اور عظمیٰ بھابھی موجود تھیں جو اپنی ننھی سی پری کے ساتھ دودو نکاح سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ تیسری جانب فاطمہ آپا اور حیدر تھے جنھوں نے اپنی محبت کے بعد نفرت میں بدلتی شادی کو پھر سے کامیاب بنایا اور آج حمزہ کے ساتھ پورے استحقاق سے لاڈ پیار کرتے اسے اپنے پیار کی چھاؤں میں دھوپ سے بچا رہے تھے۔ چوتھی جانب زوار اور زیبا تھے جن کے رشتے میں پلتی ڈھیروں ناراضگیوں اور تلخیوں کے بعد اپنے ہونے والے بچے کی خوشیاں منا رہے تھے زوار زیبا کے ناز نخرے اٹھاتے نہیں تھک رہا تھا اور زیبا بھی اس کی یہ محبت پیار کا انداز دیکھ کر پورے حق سے نخرے اٹھوا بھی رہی تھی۔ یہ ان کا

خوبصورت خاندان تھا جو نجانے کتنی مشکلوں کے بعد یکجا تھا اس طرح جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسری دیوار کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔

سب سے آخری جانب سدرہ اور مطیع تھے جو ایک دوسرے کے پہلوؤں میں مکمل استحقاق سے بیٹھے ہوئے بھی انجان سے تھے اس انجان پن کو ختم کرنے کے لیے مطیع نے ڈائریکٹ رخصتی کی ڈیمانڈ کی تھیں جس پر سدرہ نے اپنے دلہن بنی کا کچھ لحاظ کیا اور اس کی بات پر لبیک کہتے اس کے گھر میں اس کے کمرے میں اس کے بیڈ پر مکمل استحقاق سے براجمان تھی۔

زیبا، نورین اسے کچھ ہی دیر پہلے ایزی سا بٹھا کر گئیں تھیں جس پر وہ اب بیزار سی اسی جگہ پر بیٹھی تھی جب کمرے کا دروازہ کھول کر مطیع کمرے میں داخل ہوا اور فوراً واش روم میں کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سدرہ بغیر ڈرے، بغیر سہمے بغیر کسی خوف کے اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہ رہی ہو" اس کے من موہنے سے روپ کو آنکھوں سے نہارتا دل میں اتار رہا تھا۔

"جب میرا سوال معلوم ہے تو جواب خود دے دیجیے" اپنی کلائیوں میں پہنی چوڑیوں کو ٹھیک کرتے وہ مصروف سے انداز میں بولی تھی۔ اس کی بے نیازی پر مطیع مدھم سا مسکرایا اور اس کے ہاتھوں کو اپنی نرم سی گرفت میں لیکر اس کی طرف دیکھا جو اس کے عمل پر اسے دیکھنے لگی تھی۔ کسی مرد کا پہلا لمس اس کے وجود پر تھا ہاتھ کا لرزنا فطری تھا۔ مطیع نے انتہائی نرمی سے اس کی ہتھیلی پر لب رکھے۔ سدرہ کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ سانسوں کی روانی بھی یکدم تیز ہوئی تھی۔ مطیع کے پر حدت ہونٹوں کی تپش اس ہتھیلی کو جھلسانے لگی تھی وہ اپنا ہاتھ اس کے سے

کھینچ لینا چاہتی تھی لیکن وہ بے اختیار آنکھیں بند کرتے مطیع کے لمس کو محسوس کرنے لگی تھی۔

یہ ایک عجب سا احساس تھا جو اسے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوا۔ یہ نکاح جیسے پاکیزہ رشتے کا پہلا لمس تھا جو تھا تو ہتھیلی پر لیکن حدت دل تک اتری تھی۔

"کیونکہ میں تمہیں مکمل خود کی دسترس میں چاہتا تھا" ہاتھوں کو ہلکا سا دبایا اور اس کی چھوٹی سی نتھلی کو انگلی کی پور سے چھوا۔ سدرہ کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔ مطیع کا مدھم سا ناک کو چھونا اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ بکھیر گیا تھا جسے وہ انتہائی صفائی سے چھپا گئی تھی لیکن مطیع اس کے چہرے کا ایک ایک نقش نظروں سے چوم رہا تھا تو اس سے کیسے چھپ سکتا تھا۔ اس کی مسکراہٹ کو دیکھ مطیع بے ساختہ آگے بڑھا اور اس کی آنکھوں پر لب رکھتے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر گیا۔

"I love you Miss"

اس کی گستاخیوں کے بعد اس کے اظہار پر سدرہ نے بے ساختہ آنکھیں کھولی اور اسے دیکھا جو نظروں میں بے انتہا پیار کا جہاں آباد کیے اسے دیکھ رہا تھا اس کے اظہار کے بعد سدرہ کے ذہن کی سکرین پر کوئی سوال نہ ابھر سکا بلکہ اس کے چھونے کے خوبصورت احساس کے ساتھ ہر شکوہ، ہر خوف ہر سوال مٹتے گئے تھے۔

مطیع نے سدرہ کے اندر خوبصورت احساس کا بیج بو دیا تھا جس کو دھوپ چھاؤں سے بچا کر رکھنا سدرہ کے ذمے تھا۔ دل میں اپنے شوہر کی اطاعت کا عزم باندھتی وہ مطیع کے سامنے پگھلتی جا رہی تھی اور اس کی موم کو مطیع محبت سے سمیٹ رہا تھا۔ رات چپکے چپکے گزر رہی تھی۔

ان کہانیوں کی طرح جو ایک دم سے شروع ہو کر تا عمر کے لیے چلتے رہنا چاہتی ہیں۔ کچھ کہانیاں ویسے بھی کبھی ختم نہیں ہوتیں ختم شد ہو بھی جائیں تو بھی ان کا روپ ہوئی ناں کوئی اور کہانی کسی اور روپ اختیار کر لیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

الحمد اللہ ایک اور داستان اپنے اختتام کو پہنچی لیکن یہ اختتام ہر کہانی کو سمیٹ کر ختم کرنے والا اختتام نہیں تھا بلکہ یہاں سے ہی تو کہانیاں شروع ہوتی ہیں جو ختم ہونے کے بعد بھی ہمارے ذہنوں کی اسکرین پر چلتی رہتی ہیں۔ میرا کام مکمل ہوا اب آپ کا کام شروع ہوتا ہے کہ اس سے آگے اپنی مرضی کے مطابق وہ تمام نتائج اخذ کریں وہ تمام اختتام سوچیں جو آپ چاہتے تھے جیسا آپ تصور کرتے ہیں۔

فائزہ بتول ✍

ختم شد۔